سلسلۂ آصفیہ

علم الکلام

حصّہ اوّل

جسمین علم کلام کی ابتدا اور اُسکے عہد بہ عہد کی وسعت - ترقی اور تغیرات کی نہایت تفصیلی
تاریخ اور علم کلام کے تمام شعبون کی تقریظ و تنقید ہے

مرتبہ

شبلی النعمانی

المخاطب بہ

شمس العلماء

ناظم صیغۂ علوم و فنون ریاست حیدر آباد دکن و ممبر رایل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ و فیلو آف
یونیورسٹی آف الہ آباد - و سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ

مطبع مفید عام آگرہ مین باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپا

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

137179

فہرست مضامین علم الکلام

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تمہید - - - - - - -	۲	علم کلام کی وجہ تسمیہ - - - -	۳۲
علم کلام کی تاریخ - - - - -	۹	علم کلام کی مخالفت - - - -	۳۲
علم کلام کی دو جداگانہ قسمیں - -	۹	علم کلام کا بانی اور موجد - -	۳۵
اختلاف عقاید کے اسباب - -	۱۰	یحیی برمکی اور علم کلام - - -	۳۹
اختلاف عقائد کی ابتدا پالٹکس سے ہوئی - - - - - -	۱۷	ہرون الرشید کے عہد میں علم کلام کا تنزل - - - - - - -	۴۰
مختلف فرقوں کا پیدا ہونا - -	۱۹	مامون الرشید کا دور - - -	۴۲
اختلاف کے اصلی اصول - -	۲۰	واثق باللہ کا دور - - - -	۴۶
اختلاف عقاید میں غلو اور تعصب	۲۳	خاندان نوبخت - - - -	۴۸
زمانۂ مابعد میں تعصب کا کم ہونا -	۲۶	چوتھی صدی کے متکلمین - -	۴۹
عقلی علم کلام - - - - -	۳۰	پانچویں صدی - - - - -	۵۲
اسکے پیدا ہونے کے اسباب -	۳۱	اسپین میں علم کلام - - - -	۵۳
خلیفہ مہدی کی حکم سے علم کلام کا مدوّن ہونا - - - - - -	۳۱	علم کلام کا تنزل - - - -	۵۵
		دوسرا دور - - - - -	۵۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
اشاعرہ کا علم کلام	۵۶
امام غزالی اور علم کلام	۶۵
شہرستانی	۶۶
امام رازی	۶۸
امام رازی کی نسبت محدثین کی بدگمانی	۷۹
علامہ آمدی	۸۲
اشعری طریقہ کی اشاعت کا سبب	۸۴
اشاعرہ کے علم کلام پر ایک اجمالی نظر	۸۶
ماتریدیہ	۹۰
تیسرا دور	۹۲
ابن رشد	۹۲
ابن تیمیہ	۱۰۱
شاہ ولی اللہ	۱۰۹
علم کلام مین شاہ صاحب کے کارنامے	۱۱۱

مضمون	صفحہ
حکمائے اسلام	۱۲۰
فارابی کے مسائل	۱۲۱
ابن سینا	۱۲۴
ابن مسکویہ اور اسکا علم کلام	۱۲۵
شیخ الاشراق اور انکی خصوصیات	۱۴۸
علم کلام پر ایک اجمالی نظر	۱۵۳
یہ خیال غلط ہے کہ علم کلام کے مسائل یونان سے ماخوذ ہین	۱۵۳
علم کلام کا احسان	۱۵۶
علم کلام کا ناقص رہنا اور اسکے اسباب	۱۶۰
علم کلام کے اجزار	۱۶۲
مذاہب باطلہ کا رد	۱۶۳
فلسفہ کا رد	۱۶۵
متکلمین نے فلسفۂ یونان کے سمجھنے مین غلطیان کین	۱۶۶

Marfat.com

مضمون	صفحہ
متکلمین نے جن مسائل کو غلطی سے اسلام میں داخل کیا	۱۷۰
ملاحدہ کے شبہات اور ان کے جوابات	۱۷۴
تاویل کی بحث	۱۹۰
عقاید کا اثبات	۱۹۶
اس کے متعلق متاخرین کی غلطیاں	۱۹۶

تمت

"وہ کتاب (علم الکلام) ۲۱ اپریل ۱۹۰۲ء کو صوفی محمد علی کے پریس مفید عام آگرہ میں چھپنے کے لیے بھیجی گئی، چنانچہ اسی تاریخ کو نواب وقار الملک کو لکھتے ہیں ......

میں نے اپنی ایک تازہ تصنیف یعنی علم الکلام کی تاریخ آگرہ چھپنے کے لیے آج روانہ کی ہے ...... حیات شبلی ص ۳۷۲، مکاتیب شبلی حصہ اول ص ۱۲۸"

[illegible]

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدِ حسن تو بہ اوراک نشاید دانست
وین سخن نیز بہ اندازۂ ادراک من ست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

دنیا مین عموماً ہر قوم کو مذہب، ہر چیز سے زیادہ عزیز رہا ہے، لیکن مسلمانون کو اور بھی زیادہ عزیز تھا اور ہونا چاہیے تھا، مسلمان کسی نسل، کسی خاندان، کسی ملک، کسی آبادی، کے افراد کا نام نہین، مسلمانون کی قومیت کا عنصر، یا مایۂ خمیر۔ جو کچھ کہو صرف مذہب ہے، اس لیے اگر مذہب کی حیثیت الگ کر لی جائے تو قومیت بھی فنا ہو جاتی ہے اسی خیال کا اثر تھا کہ مسلمانون نے مذہب کو ہر قسم کے خطرون سے بچانے کے لیے ہر زمانہ مین حیرت انگیز کوششین کین، دولت عباسیہ مین جب یونان و فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان مین آئے، اور تمام قومون کو مذہبی مباحثات و مناظرات مین عام آزادی دی گئی تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ تمہید

Marfat.com

پارسی- عیسائی- یہودی، زنادقہ- ہرطرف اُٹھ کھڑے ہوے اور فتوحاتِ اسلام کے آغاز مین، انکو جو صدمہ، اسلام کی تلوار سے پہنچ چکا تھا اسکا انتقام قلم سے لینا چاہا۔ عقاید و مسایل اسلام پر اس آزادی اور بیباکی سے نکتہ چینیان کین کہ ضعیف العقیدہ مسلمانون کے اعتقاد متزلزل ہو گئے۔

اِس وقت اگرچہ نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حکومت کے زور سے نکتہ چینون کی زبانین بندکر دیجائین لیکن مسلمانون کی آزادخیالی نے اِس ننگ کو گوارا نہ کیا کہ قلم کا جواب تلوار سے دیا جاے۔ علماے اسلام نے نہایت شوق اور محنت سے فلسفہ سیکھا، اور جو ہتیار مخالفین نے اسلام کے مقابلہ مین استعمال کئے تھے اُنھی سے انکے وار رد کئے۔ انھی معرکون کے کارنامے ہین جو آج علم **کلام** کے نام سے مشہور ہین۔

عباسیون کے زمانہ مین اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج اُس سے کچھ بڑھکر اندیشہ ہے، مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہین اور آزادی کا یہ عالم ہے کہ پہلے زمانہ مین حق کہنا اسقدر سہل نہ تھا جتنا آج ناحق کہنا آسان ہے۔ مذہبی خیالات مین عموماً بھونچال سا آگیا ہے، نئے تعلیم یافتہ بالکل مرعوب ہو گئے ہین۔ قدیم علماء لئے دریچہ سے کبھی سر نکالکر دیکھتے ہین تو مذہب کا اُفق غبار آلود نظر آتا ہے۔

ہرطرف سے صدائین آرہی ہین کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے اس ضرورت کو سب نے تسلیم کرلیا ہے۔ لیکن اصول کی نسبت اختلاف ہے۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کہتا ہے کہ نیا علم کلام بالکل نئے اصول پر قایم کرنا ہوگا کیونکہ پہلے زمانہ مین جس قسم کے

Marfat.com

اعتراضات اسلام پر کئے جاتے تھے آج انکی نوعیت بالکل بدل گئی ہے، پہلے زمانہ مین یونان کے فلسفہ کا مقابلہ تھا جو محض قیاسات اور مظنونات پر قائم تھا۔ آج بدیھیات اور تجربہ کا سامنا ہے اس لئے اسکے مقابلہ مین محض قیاسات عقلی اور احتمال آفرینیون سے کام نہین چل سکتا۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہین۔ قدیم علم کلام کا جو حصّہ آج بیکار ہے پہلے بھی ناکافی تھا اور جو حصّہ اُس وقت بکار آمد تھا آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا، کیونکہ کسی شے کی صحت اور واقعیت، زمانہ کی امتداد و انقلاب سے نہین بدلتی، اِس بنا پر مدت سے میرا ارادہ تھا کہ علم کلام کو قدیم اصول، اور موجودہ مذاق کے موافق مرتب کیا جاے لیکن مین نے اِسکے لئے ضروری سمجھا کہ پہلے علم کلام کی مفصل تاریخ لکھی جاے، جسکی دو وجہین تھین۔

(۱) جو علم کلام مرتب کرنا مقصود ہے، اسکا طرز بیان گو کچھ ہی ہو، لیکن یہ ضرور ہے کہ بزرگان سلف کے مقرر کردہ اصول کا سررشتہ کہین ہات سے نہ جانے پائے اور اِس کے لئے یہ بتانا ضرور ہے کہ ہر عہد مین ائمہ اسلام نے کیا اصول اختیار کیے؟ اور ان مین جو تغیرات ہوئے اور ہوتے رہے وہ کس قسم اور کس نوعیت کے تھے؟ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اِس ضمن مین مسلمانون کی روشن ضمیری۔ آزادروی۔ دلیری اور فراخ حوصلگی کے بہت سے ایسے کارنامے آجائینگے جس کے لئے کوئی جدا تاریخ نہین لکھی جاسکتی تھی، اور جو کسی اور پیرایہ مین ظاہر نہین ہوسکتے تھے۔

Marfat.com

(۲) تاریخ کے فن مین اہل مغرب نے جو نئے نئے برگ وبار پیدا کیئے ہین اُمین ایک یہ بھی ہے کہ اشخاص اور اقوام کی تاریخ سے گذر کر علوم و فنون کی تاریخ لکھتے ہین مثلاً فلان علم کب پیدا ہوا؟ کن اسباب سے پیدا ہوا؟ کسطرح عہد بعہد بڑہا؟ کیا کیا ترقیان اور تبدیلیان ہوئین۔ اور کن وجوہ سے ہوئین؟ اس قسم کی کوئی تصنیف اُردو۔ بلکہ عربی و فارسی مین بھی موجود نہ تھی۔ مین نے ابتداے زمانہ تصنیف سے اپنے تصنیفات کا موضوع تاریخ قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابتک جو چیزین میری قلم سے نکلین اور شایع ہوئین وہ تاریخی ہی تہین اس بنا پر علم کلام میرے دائرہ سے خارج تھا۔ علم کلام کی تاریخ لکھنے سے ایک طرف تو اسلامی لٹریچر کی ایک بڑی کمی پوری ہوتی ہے۔ دوسری طرف یہ تصنیف جو درحقیقت علم کلام کی تصنیف ہے تاریخ کے دائرہ مین آجاتی ہے اور مین اپنے حد سے تجاوز کرنے کا گنہگار نہین رہتا۔

علم کلام اور متکلمین کے حالات مین عربی زبان مین بہت سی کتابین لکھی گئین سب سے پہلے علامہ مرزبانی المتوفی ۳۷۸ھ نے جو چوتھی صدی ہجری کا بہت بڑا مورخ گذرا ہی اور جسکو ابن الندیم نہایت مدحیہ الفاظ مین یاد کرتا ہے۔ ایک کتاب اخبار المتکلمین کے نام سے لکھی، اس کے بعد اور بہت سی کتابین لکھی گئین جنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

علم کلام کی تاریخ مین قدما نے جو کتابین لکھین

نام مصنف	نام کتاب
امام ابوالحسن اشعری	مقالات الاسلامئین .. .. ..
ابوالمظفر طاہر بن محمد اسفرائنی	ملل ونحل .. ..

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف
ملل ونحل	قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی المتوفی ۴۰۳ھ
ایضاً	ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی المتوفی ۴۲۹ھ
اَلفُصَّل فی الملل والنحل	علامہ علی بن احمد ابن حزم ظاہری المتوفی ۴۵۶ھ
ملل ونحل	امام محمد بن عبد الکریم شہرستانی المتوفی ۵۴۸ھ
ایضاً	احمد بن یحییٰ مرتضی زیدی .. ..

ان مین سے ابن حزم - شہرستانی - مرتضی زیدی کی کتابین ہمارے پیش نظر ہین - ان کتابون کا یہ انداز ہے کہ اسلام مین سب سے پہلے عقاید مین جس طرح اختلاف پیدا ہوا، جس طرح وہ ترقی کرتا گیا، اور جس طرح اسکی بنا پر مختلف فرقے بنتے گئے، انکی تفصیل لکھتے ہین، پھر مختلف فرقون کے عقائد بیان کرتے ہین، ابن حزم اس کے ساتھ اپنے مخالف فرقون کا رد بھی لکھتے جاتے ہین، مرتضی زیدی کی کتاب معتزلہ اور زیدیہ کے ساتھ مخصوص ہے، لیکن یہ تمام کتابین اسلامی فرقون کے اختلافات تک محدود ہین ملاحدہ اور فلاسفہ کے مقابلہ مین متکلمین نے جو کوششین کی تھین، اسکا ان کتابون مین پتہ نہین چلتا[۱] اسلئے ہمکو اور بہت سی تصنیفات کی طرف رجوع کرنی پڑی انمین سے چند کے نام ذیل مین درج ہین -

نام کتاب	نام مصنف
تاویلات القرآن	امام ابو منصور ماتریدی .. ..

۱؎ ابن حزم نے فلسفہ کا رد بھی لکھا ہے لیکن وہ نہایت مختصر اور ناکافی ہے ۱۲

نام کتاب	نام مصنف
تہافتہ الفلاسفۃ	امام غزالی
التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ	〃
مشکوٰۃ الانوار	〃
المقصد الاقصیٰ	〃
المضنون علی غیر اہلہ	〃
المضنون علی اہلہ	〃
القسطاس المستقیم	〃
الاقتصاد فی الاعتقاد	〃
معارج القدس	〃
جواہر القرآن	〃
الجام العوام	〃
منقذ من الضلال	〃
النفخ والتسویۃ	〃
مطالب عالیہ	امام رازی۔ یہ امام رازی کی سب سے آخری تصنیف ہے
نہایۃ العقول	〃
اربعین فی اصول الدین	〃

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف
مباحث مشرقیہ	امام رازی .. ..
حکمۃ الاشراق	شیخ شہاب الدین مقتول .. ..
ہیاکل النور	" .. ..
الکلام علی المحصّل	ابن تیمیہ .. ..
رد منطق	" .. ..
شرح مقاصد	علامہ تفتازانی .. ..
شرح مواقف	قاضی عضد و سید شریف .. .. ..
صحایف	.. ..
کتاب الروح	ابن قیم .. ..

حال میں - علم کلام کے متعلق - مصر - شام اور ہندوستان میں متعدد کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اور نئے علم کلام کا ایک دفتر طیار ہو گیا ہے - لیکن یہ نیا علم کلام دو قسم کا ہے - یا تو وہی فرسودہ اور دور از کار مسایل اور دلائل ہیں جو متاخرین اشاعرہ نے ایجاد کیے تھے یا یہ کیا ہے کہ یورپ کی ہر قسم کے معتقدات اور خیالات کو حق کا معیار قرار دیا ہے اور پھر قرآن و حدیث کو زبردستی کھینچ تان کر اُن سے ملا دیا ہے - پہلا کورانہ تقلید اور دوسرا تقلیدی اجتہاد ہے - اس لئے میں نے اِن تصنیفات سے بالکل قطع نظر کی ہے -

Marfat.com

علمِ کلام کی تاریخ

علمِ کلام، اگرچہ ایک مدت سے ایک مخلوط مجموعۂ مسائل کا نام ہے لیکن حقیقت مین اسکی دو جدا گانہ قسمین ہین اور دونون کے مقاصد بالکل جدا ہین۔ ایک علم کلام وہ ہے جو خاص اسلامی فرقون کے باہمی جھگڑون سے پیدا ہوا۔ یہ ایک مدت تک بڑی وسعت کے ساتھ پھیلتا گیا۔ اور اُسکی بدولت بڑے بڑے ہنگامے اور معرکہ آرائیان ہوتی رہین۔ اسمین صرف قلم سے نہین بلکہ تلوار سے بھی کام لیا گیا، اور اسلام کی ملکی طاقت کو اس سے بڑا صدمہ پہنچا۔

علمِ کلام کی دو جدا گانہ قسمین

دوسرا علم کلام وہ تھا جو **فلسفہ** کے مقابلہ کے لیے ایجاد ہوا، امام غزالی کے زمانہ تک دونون بالکل الگ الگ رہے۔ امام غزالی نے اختلاط کی بنا ڈالی، امام رازی نے ترقی دی، اور متاخرین نے اسقدر خلط مبحث کر دیا کہ فلسفہ، کلام، اصولِ عقائد، سب گڈمڈ ہو کر ایک معجون مرکب بنگیا۔

مسلمانون کی موجودہ حالت کا یہ اقتضا نہین کہ پہلی قسم کے علم کلام کی بحثین پھر چھیڑی جائین یا اب اُنکی تاریخ لکھی جائے لیکن چونکہ دوسری قسم کا علم کلام جسکی ہمکو تاریخ لکھنی مقصود ہے اور جس کے نمونہ پر نیا علم کلام مرتب کرنا ہے۔ اسکے متعلق بہت سی باتین پہلے ہی قسم کی علمِ کلام کی تاریخ جاننے پر موقوف ہین، اسلئے اسکا ایک مجمل خاکہ کھینچنا ضرور ہے۔ اسلام جب تک عرب مین محدود رہا، عقائد کے متعلق کسی قسم کی کد و کاوش

Marfat.com

جہان مین بحث و نزاع نہین پیدا ہوئی جسکی وجہ یہ تھی کہ عرب کا اصلی مذاق تخیل نہین، بلکہ عمل تھا۔یہی وجہ ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، یعنی عملی امور کے متعلق ابتدا ہی سے تحقیقات اور تدقیقات شروع ہو گئی تھین یہانتک کہ صحابہ ہی کے زمانہ مین فقہ کا ایک مجموعہ طیار ہو گیا تھا۔لیکن جو باتین اعتقاد اور ایمان سے تعلق رکھتی تھین اُنکے متعلق زیادہ کرید اور نکتہ چینی نہین کی گئی بلکہ اجمالی عقیدہ کافی سمجھا گیا۔

اختلاف عقائد کی ابتداء

لیکن جب اسلام کو زیادہ وسعت ہوئی اور ایرانی۔یونانی۔قبطی وغیرہ قومین اسلام کے حلقہ مین آئین، تو عقائد کے متعلق نکتہ آفرینیان شروع ہو گئین، اسکا ایک سبب تو یہی تھا کہ عجمی قومون کا مذاق ہی یہ تھا کہ بال کی کھال نکالتے تھے اور بات کا بتنگڑ بناتے تھے۔

اختلاف عقائد کا پہلا سبب

دوسرا سبب

دوسرا بڑا سبب یہ تھا کہ جو قومین اسلام لائین اُن کے قدیم مذہب مین مسائل عقاید مثلاً صفاتِ خدا، قضا و قدر، جزا و سزا، کے متعلق خاص خیالات تھے، ان خیالات مین جو علانیہ۔عقاید اسلام کے خلاف تھے مثلاً تعدادِ آلہہ، شرک و بت پرستی، وہ تو بالکل دلون سے جاتی رہی لیکن جہان اسلامی عقائد کے کئی پہلو ہو سکتے تھے، اور انمین سے کوئی پہلو اُنکے قدیم عقائد سے ملتا جلتا تھا۔ وہان بالطبع وہ اُسی پہلو کی طرف مائل ہو سکتے تھے، اور چونکہ مختلف مذاہب کے لوگ اسلام کے دائرہ مین آئے تھے اور اُن کے قدیم عقائد آپسمین بالکل مختلف تھے اسلئے ان مختلف عقیدون کا جو اثر ہو سکتا تھا اُسکا مختلف ہونا بھی ضرور تھا، مثلاً یہودیون کے ہان خدا بالکل ایک مجسم آدمی کے پیرایہ مین تسلیم کیا جاتا تھا، اُسکی آنکھین دُکھنے آتی ہین، آنکھون مین نہایت درد ہوتا ہے، فرشتے عیادت کرتے ہین کبھی وہ کسی پیغمبر سے کشتی لڑتا ہے اور اتفاق سے چوٹ کھا جاتا ہے[1] وغیرہ وغیرہ

[1] یہ تمام واقعات توراۃ مین مذکور ہین ۔۱۲

اس قسم کے اعتقاد والے جب اسلام لائے تو ضرور تھا کہ انکا میلان ان آیتوں کیطرف ہو جنمین خدا کی نسبت ہاتھ مونھہ وغیرہ الفاظ وارد ہین اور ضرور تھا کہ وہ ان الفاظ کے یہی معنی قرار دین کہ خدا کے وقعی ہات پانون ہین

تیسرا سبب

اسکے علاوہ بعض مسائل ایسے ذو وجہین تھے کہ انکے متعلق جب رائین قائم کیجاتین خواہ مخواہ رایون مین اختلاف ہوتا، مثلاً جبر و قدر کا مسئلہ کہ ایکطرف نظر آتا ہے کہ ہم اپنے افعال کے آپ مختار ہین - دوسری طرف زیادہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ افعال ایکطرف ہمارا ارادہ بھی ہمارے اختیار مین نہین

چوتھا سبب

اختلاف کا ایک بڑا سبب طبایع انسانی کی فطرت کا اختلاف تھا -

ایک سادہ دل سلیم الطبع مقدس شخص جب خدا کا تصور دلمین لاتا ہے تو اسکے ذہن مین خدا کی یہ تصویر آتی ہے وہ مالک الملک و تمام شاہون کا شہنشاہ ہے اسپر کوئی شخص حکم نہین چلا سکتا، کوئی چیز اسپر واجب اور ضروری نہین کسیکو اسکے احکام مین چون و چرا کی مجال نہین اسکو اختیار ہے گنہگار کو بخشدے اور نیکون کو سزا دے، ۵

اگر در دہد یک صلائے کرم	عزازیل گوید نصیبے برم
بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم	بمانند کروبیان صم و بکم

اپنی قدرت کاملہ کا ظہور دکھائے تو سنگریزہ پہاڑ بن جائے، رات دن ہو جائے، آگ کی گرمی - سردی سے بدل جائے، پانی کی روانی رک جائے -

ہر چیز کی وہ آپ علت ہے جن چیزون کو ہم اسباب و علت سے تعبیر کرتے ہین سب ہیچ ہین انسان اپنے افعال کا آپ مختار نہین بلکہ جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کراتا ہے -

یہی خیالات عقاید کا پیرایہ اختیار کرکے اشاعرہ کے مسلمات بنگئے چنانچہ انہی باتون

Marfat.com

کو مسایل کی صورت مین اسطرح بیان کیا جاتا ہے۔

خدا کے احکام مصلحت پر مبنی نہین۔

کوئی چیز دنیا مین کسیکی علة نہین۔

اشیا رمین خواص اور تاثیر نہین۔

خدا نیک آدمیون کو بے وجہ سزا دی تو یہ نا انصافی نہین ہے۔

انسان کو اپنے افعال پر قدرت نہین ہے۔

خدا ہی انسان سے نیکی بھی کرتا ہے اور بُرائی بھی۔

اسکے مقابلہ مین ایک فلسفی خدا کا تصور اسطرح کرتا ہے۔

خدا کی تمام باتین مصلحت پر مبنی ہین اور ایک ذرہ بھی حکمت سے خالی نہین۔

اسنے نظامِ عالم کا ایسا باقاعدہ اور مضبوط سلسلہ قایم کر دیا ہے جو کبھی نہین ٹوٹتا۔

اسنے اشیا رمین خواص اور تاثیر رکھی ہے، جو اُس سے منفک نہین ہوتی۔

اِسنے انسان کو اپنے افعال کا مختار اور ذمہ وار بنایا ہے۔

عدل وانصاف اسکی فطرت ہے، اور کبھی اِس سے ناانصافی کا ظہور نہین ہوسکتا۔

یہ خیالات معتزلہ کے عقاید بنگئے۔

یہی نکتہ ہے جسکو امام رازی نے تفسیر کبیر (سورۂ انعام) مین شیخ ابوالقاسم انصاری کی زبان سے اِن لفظون مین ادا کیا ہے " اہل سنت وجماعت (اشعریہ مراد ہین) کا خیال، خدا کی قدرت کی وسعت کی طرف گیا، اور معتزلہ کا خیال، خدا کی تعظیم اور مُبَرا عن العیوب ہونے پر

Marfat.com

غور سے دیکھو تو دونون خدا کی عظمت و تقدس کے معترف ہین، صرف اصابت رای اور غلطی راے کا فرق ہے''

پانچوان سبب

اختلاف عقاید کا ایک بڑا سبب، عقل و نقل کی بحث تھی، فطرت نے انسانون مین دو قسم کی طبیعتین پیدا کی ہین، ایک وہ ہین جو ہر بات مین عقل کو دخل دیتے ہین اور کسی بات پر جب تک انکی عقل مین نہ آئے یقین نہین کرتے۔ دوسرے وہ ہین جنکو اس قسم کی بحث اور چون وچرا کا مذاق نہین ہوتا، وہ جب کوئی بات کسی بزرگ یا معتقد علیہ سے سُن لیتے ہین تو اس کی لِم اور علت سے بحث نہین کرتے بلکہ امنّا وصدقنا کہکر سر تسلیم خم کر دیتے ہین۔

چونکہ دونون قسم کی طبیعتین، فطرتِ انسانی کا اقتضا ہین اس لیے کوئی زمانہ ان سے خالی نہین رہا۔ صحابۂ کرام کے حالات پڑھو۔ حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا کہ زندون کے گریہ و ماتم کرنے سے مُردون کو عذاب دیا جاتا ہے حضرت عائشہ سے لوگ یہ حدیث بیان کرتے ہین، وہ فرماتی ہین کہ یہ ہو نہین سکتا۔ خدا خود کہتا ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی ایک کے گناہ کا دوسرے شخص سے مواخذہ نہین ہو سکتا۔ ایک صحابی آنحضرت سے روایت کرتے ہین کہ مُردے سنتے ہین، یہ حدیث حضرت عائشہ کے سامنے بیان کی جاتی ہے تو فرماتی ہین کہ مُردے سُن نہین سکتے۔ خدا خود کہتا ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی حضرت ابوہریرہ۔ آنحضرت سے روایت کرتے ہین کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعود کے سامنے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے وہ کہتے ہین کہ اگر ایسا ہے تو گرم پانی کے استعمال سے بھی وضو کرنا لازم ہوگا۔ حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن عباس کہتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے معراج مین خدا کو دیکھا تھا۔ حضرت عایشہ کہتی ہین ہرگز نہین دیکھا تھا۔

صحابہ کی نسبت یہ تو (نعوذ باللہ) گمان نہین ہوسکتا کہ وہ آنحضرت کے ارشاد سے انکار کرسکتے اسلیئے جن صحابہ نے احادیث مذکورۂ بالا سے انکار کیا ان کا یہ خیال ہوگا کہ جوبات خلافِ عقل ہے، وہ آنحضرت نے فرمائی ہی نہوگی، اس لیئے لوگون کو روایت مین دہوکا ہوا ہوگا، چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی نے خاص ان احادیث کو ایک رسالہ مین جمع کیا ہے جن مین حضرت عایشہ نے ظاہر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کو روایت مین کیونکر غلطیان ہوئین۔

بہرحال یہ دونون مختلف مذاق، خود صحابہ کے زمانہ مین موجود تھے اور زمانۂ مابعد مین بھی قایم رہے۔

چھٹا سبب

ایک بڑا سبب علما کی طریقۂ معاشرت کا اختلاف تھا، محدثین اور فقہا کا یہ طرز تھا کہ وہ اپنے ہم مذہبون کے سوا کسی اور مذہب والے سے ملتے نہ تھے، جسکی وجہ کچھہ تو یہ تھی کہ وہ غیرون سے ملنے کو اچھا نہین سمجھتے تھے، اور کچھہ یہ کہ ان کو احادیث کی تلاش وجستجو۔ تحقیق وتفحص۔ نقل وروایت سے کسی اور کام کی فرصت ہی نہین مل سکتی تھی، اسکا نتیجہ یہ تھا کہ محدثین کے کانون مین مخالف مذہب کی آواز نہین پہنچ سکتی تھی اور انکو مطلق خبر نہین ہوتی تھی کہ اسلام پر کیا اعتراضات کیئے جارہے ہین، ان کا خطاب صرف اپنے معتقدین کی گروہ سے ہوتا تھا اور وہ ان سے جو کچھہ کہدیتے تھے وہ لوگ بغیر کسی عذر کے قبول

Marfat.com

کر لیتے تھے۔ محدثین سے لوگ پوچھتے تھے کہ خدا جب جسمانی نہین ہے، تو عرش پر کیونکر متمکن ہو سکتا ہے، وہ کہتے تھے کہ اَلکیفُ مجھولٌ والسوالُ بدعۃٌ یعنی اسکی کیفیت معلوم نہین اور سوال کرنا بدعت ہے" معتقدین خاموشی کے ساتھ اس جواب کو قبول کر لیتے تھے، اور اسلئے محدثین کو اس ابہام کے رفع کرنے کی ضرورت نہین پڑتی تھی۔ بخلاف اِسکے متکلمین اور خصوصاً معتزلہ۔ ہر مذہب اور ہر فرقہ کے لوگون سے ملتے تھے۔ اور ان سے مناظرہ و مباحثہ کرتے تھے، ان بڑے بڑے ہوے جنون پر تحکمانہ جواب کا زور نہین چل سکتا تھا، اِسلئے اُنکے سامنے اصل حقیقت کا اظہار کرنا پڑتا تھا اور ابہام و اجمال کی گرہ کھولنی پڑتی تھی۔

اس بنا پر عقاید مین جسطرح درجہ بدرجہ تغیر ہوتا جاتا تھا اسکو ہم ایک خاص مسئلہ کی مثال مین بیان کرتے ہین۔

پہلا درجہ۔ خدا جسمانی ہے، عرش پر متمکن ہے۔ اسکے ہاتھ ہین، مونھہ ہین، خدا نے آنحضرت کے دوش مبارک پر ہاتھ رکھدیا تو آنحضرت کو ہاتھون کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔

دوسرا درجہ۔ خدا جسمانی ہے، اسکے ہاتھ ہین۔ مونھہ ہے، ساق ہے۔ لیکن یہ سب چیزین ایسی نہین جیسی ہماری ہین۔

تیسرا درجہ۔ خدا کے نہ جسم ہے نہ ہاتھ۔ نہ مونھہ۔ قرآن مین جو الفاظ اس قسم کے آئے ہین اُن سے حقیقی معنی مراد نہین۔ بلکہ مجاز اور استعارہ ہے۔ خدا سمیع ہے، بصیر ہے، علیم ہے، اور یہ سب اوصاف اسکی ذات سے زاید ہین۔

چوتھا درجہ۔ خدا کے صفات نہ عین ذات ہین نہ زاید ذات۔

پانچوان درجہ - خدا کی ذات واحد محض ہے، اسمین کسی قسم کی کثرت نہین، اسکی ذات ہی تمام صفات کا کام دیتی ہے اسکی ذات ہی علیم بھی ہے بصیر بھی سمیع بھی - قدیر بھی - معتزلہ

چھٹا درجہ - خدا ہستی مطلق ہے - یعنی وجود اسکی عین ماہیت ہے - فلسفۂ اسلام اور اکثر صوفیہ

یہی مسئلہ وحدت الوجود کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جہان پہونچکر فلسفہ اور تصوف کے ڈانڈے مل جاتے ہین -

عقاید مین اس قسم کا تدریجی تغیر ہمیشہ علوم وفنون اور خیالات کی ترقی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسلام مین بھی ایسا ہی ہوا، بنو اُمیہ کے اخیر زمانہ مین ہی پہلی سطح سے دوسری سطح تک نوبت آگئی تھی - عباسیہ کا دربار فلاسفہ سے بھرا ہوا تھا اور رات دن یہی چرچے رہتے تھے، فقہا و محدثین دیر تک اپنی ظاہریت پر جمے رہے، لیکن عام خیالات اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ لوگون کو اسبات کا یقین دلانا مشکل تھا کہ خدا کے ہاتھ ہین، اور پھر ہمارے سے نہین، آخر خود فقہا و محدثین ہی کے فرقہ سے ایک گروہ (اشعریہ) پیدا ہوا جسنے خدا کے جسم - ہات - مونھہ سے انکار کیا - لیکن اس حد پر بھی ٹھہرنا ممکن نہ تھا - صفات کے متعلق یہ مشکل تھی کہ اگر وہ عین ذات ہین تو صفات الگ کوئی چیز نہین، اور خارج از ذات ہین تو تعدد قدما لازم آتا ہے - اس اعتراض کے جواب کے لیے لا عین و لا غیر کا پہلو اختیار کیا گیا - لیکن اس تنگ جادہ پر کیونکر قدم ٹھہر سکتا تھا - آخر یہ ماننا پڑا کہ خدا ایک ہستی بسیط ہے، اور تمام صفات کا مظہر ہے -

اس تقریر سے یہ مقصود نہین کہ پہلی سطحین بالکل مٹ گئین ہر زمانہ مین اور آج بھی ہر درجہ کے

Marfat.com

اعتقاد والے موجود ہین - بلکہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جو نئے فرقے بنتے گئے وہ انہی قدیم فرقون سے ٹوٹ ٹوٹ کر بنتے گئے۔

اختلاف عقاید کی اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا ریالیٹکس یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی - بنو امیہ کے زمانہ مین چونکہ سفاکی کا بازار گرم رہتا تھا، طبیعتون مین شورش پیدا ہوئی لیکن جب کبھی شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفداران حکومت یہ کہکر اس کو چپ کر دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے، خدا کی مرضی سے ہوتا ہے ہمکو دم نہین مارنا چاہیے آمنا بالقدر خیرہ وشرہ حجاج بن یوسف کے زمانہ مین جو ظلم وجور کا دیوتا تھا **معبد جہنی** ایک شخص تھا جسنے صحابہ کی آنکھین دیکھی تھین - اور دلیر راست گو تھا[٥١]، وہ امام حسن بصری کے حلقہ درس مین شریک ہوا کرتا تھا - ایکدن اُسنے امام صاحب سے عرض کی کہ بنو امیہ کی طرف سے قضا وقدر کا جو عذر پیش کیا جاتا ہی کہان تک صحیح ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ "یہ خدا کے دشمن جھوٹے ہین"[٥٢] وہ پہلے سے بنو اُمیہ کی زیادتیون پر طیش سے بھرا ہوا تھا - اب علانیہ بغاوت کی اور جان سے مارا گیا۔ اختلاف عقائد کی بنیاد پالیٹکس سے ہوئی

معبد کے بعد غیلان دمشقی نے اس خیال کو ترقی دی - وہ حضرت عثمان کا غلام تھا، اور محمد بن حنفیہ سے بیک واسطہ تعلیم پائی تھی - حضرت عمر بن عبد العزیز جب خلیفہ ہوے تو اُسنے ایک نہایت آزادانہ خط لکھا اور بنو امیہ کے مظالم پر توجہ دلائی - حضرت عمر بن عبد العزیز نے اُسکو بُلا بھیجا اور شاہی توشہ خانہ کے نیلام کی خدمت سپرد کی، وہ بر سر عام نیلام

[٥١] میزان الاعتدال ذہبی ١٢ [٥٢] تاریخ معارف مقریزی جلد دوم صفحہ ٣٥٦ -

کرتا تھا اور پکار پکار کر کہتا جاتا تھا کہ " یہ وہ مال و اسباب ہے جو ظلم اور جبر سے حاصل کیا گیا تھا " اسوقت تک اگرچہ اسلام کی قدیم سادگی بہت کچھ باقی تھی تاہم سامانِ عیش کو اسقدر ترقی ہو چکی تھی کہ توشہ خانہ مین تیس ہزار اونی جرابین نکلین، غیلان نے کہا، صاحبو! اس ظلم کی کچھ حد ہے کہ عوام فاقے کرتے تھے اور ہمارے فرمان روا تیس تیس ہزار جرابین توشہ خانہ مین مُہیّا رکھتے تھے - عمر بن عبدالعزیز نے ۱۰۱ھ مین وفات پائی - اور ہشام بن عبدالملک تخت حکومت پر بیٹھا - وہ غیلان کی کارروائیان اپنی آنکھون سے دیکھ چکا تھا تخت نشینی کے ساتھ اُس کو طلب کیا اور بغاوت انگیزی کے جُرم مین اُسکے ہات پاؤن کٹوا ڈالے - تاہم غیلان کی زبان درازیان نہ گئین اور آخر اسی جرم مین جان سے مارا گیا[۵۱]

اسی زمانہ مین جہم بن صفوان پیدا ہوا، اور وہ بھی امر بالمعروف کے جُرم پر قتل ہوا[۵۲] لیکن یہ خون خالی نہ گئے، عدل و امر بالمعروف کا مسئلہ زیادہ پھیلا، اور اسقدر زور پکڑا کہ ایک گروہ کثیر نے جو بالآخر معتزلہ کے لقب سے پکارا گیا، اسکو اسلام کے اُصولِ اوّلیہ مین داخل کر لیا، فرقہ معتزلہ کے پانچ اصولون مین دو اصول جنکا نام عدل، اور وجوب امر بالمعروف ہے اُسکی یہی ابتدا ہے

یہ گروہ برابر ترقی کرتا گیا - ۱۲۵ھ مین جب **ولید** تخت نشین ہوا تو اس فرقہ کا شمار ہزارون سے متجاوز ہو چکا تھا - یہانتک کہ خود خاندان بنی امیہ مین یزید بن الولید نے یہ مذہب اختیار کر لیا تھا - ولید تخت نشینی کے ساتھ عیش پرستی مین مشغول ہوا اور علانیہ میخواری و عیاشی شروع کی، یہ رنگ دیکھکر یزید نے امر بالمعروف کے دعوی سے علم بغاوت بلند کیا، اور ہزارون

[۵۱] یہ تمام تفصیل شرح ملل و نحل مین ہے ۱۱ [۵۲] تاریخ مصر از مقریزی جلد دوم صفحہ ۲۵۶ -

Marfat.com

معتزلہ اُسکے ساتھ ہوگئے[51] ولید محصور ہوکر قتل ہوا اُسکے قتل کے بعد یزید تخت نشین خلافت ہوا
اور یہ پہلا دن تھا کہ اعتزال نے تخت پر جگہہ پائی۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے
کہ یزید نے جب ولید کے خلاف بغاوت کی تھی تو اُسکے طرفدارون مین سے ایک عمرو بن عبید
بھی تھا جو مذہب اعتزال کا بہت بڑا امام گذرا ہے[52]۔

ملکی ضرورت نے اگرچہ صرف جبر و قدر کے مسئلہ پر توجہ دلائی تھی لیکن جب ایک دفعہ
کسی وجہ سے خیالات مین حرکت پیدا ہوئی تو بڑھتی ہی گئی یہان تک کہ بنو امیہ کا دور
ختم نہین ہوچکا تھا کہ خلق قرآن، تنزیہ و تشبیہ، صفات باری وغیرہ کی بحثین چھڑ گئین اور جسکے
مونھہ سے جو بات نکلی ایک مذہب بن گئی۔ اس طرح چند ہی روز مین بیسیون فرقے نکل آئے
ملل ونحل، اور کتب عقائد مین ہر ایک فرقہ کے جداگانہ حالات و معتقدات لکھے ہین لیکن یہان
اُس تمام تفصیل کے لکھنے کا موقع نہین۔

مختلف فرقون کا پیدا ہونا

اس تمام قصہ مین جو باتین غور کے قابل ہین یہ ہین۔

(۱) اصولی اختلافات کے لحاظ سے ان فرقون کی کیا تعداد ہے۔

(۲) یہ اختلافات کہانتک منافرت کا سبب ہوسکتے ہین اور ان مختلف عقیدون کو
اصل اسلام سے کہانتک تعلق ہے۔

اسلامی فرقون کی ...

محققین نے تسلیم کیا ہے کہ فرقون کی تعداد کی یہ کثرت، درحقیقت صحیح نہین، اصل مین بہت
چند فرقے ہین، پھر ایک ایک فرقہ کے بہت سے فرقے بن گئے ہین، شرح مواقف مین لکھا ہے

[51] مروج الذہب مسعودی [52] ملل ونحل شہرستانی ۱۲

کہ اسلام کی اصل ۸ فرقے ہین، شیعہ۔ سُنّی۔ خارجی۔ مرجیہ۔ نجاریہ۔ معتزلہ۔ جبریہ۔ مشبہہ۔

علامہ مقریزی نے تاریخ مصر مین یہ تعداد اور بھی گھٹادی ہے اور صرف ۵ فرقے قرار دیے ہین۔ سنی۔ شیعہ۔ معتزلہ۔ خارجی۔ مرجیہ۔

اختلاف کے اصلی اصول ۴ ہین۔

علامہ شہرستانی نے زیادہ دقت نظر سے کام لیا اور اختلاف کے چار اصول قرار دیے۔

۱۔ صفات الٰہی کا اثبات و نفی۔

۲۔ قدر و جبر۔

۳۔ عقائد و اعمال۔

۴۔ عقل و نقل۔

پہلا اختلاف

پہلا اختلاف اسطرح پیدا ہوا کہ خدا کے متعلق قرآن مجید مین جو الفاظ اس قسم کے مذکور ہین جو جسمانیات کے لئے مخصوص ہین مثلاً عرش پر متمکن ہونا۔ قیامت کے دن فرشتون کے جھرمٹ مین آنا وغیرہ وغیرہ، انکے حقیقی معنی لئے جائین یا مجازی۔ اس سوال نے دو مختلف فرقے پیدا کر دیے۔ پہلی شق کے ماننے والے۔ محدثین اور اشعریہ ہین، جن مین سے بڑھتے بڑھتے مجسمہ اور مشبہہ نکل آئے جو خدا کے ہات پانون تک مانتے ہین۔ دوسرے احتمال کے قایل معتزلہ ہین جنکا دوسرا نام منکرین صفات، ہے۔

اسی مسئلہ کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ خدا کی صفات کو اگر قدیم مانین تو تعدد قدما لازم آتا ہے

Marfat.com

اور حادث کہین تو خدا کا محل حوادث ہونا خدا کے حدوث کا مستلزم ہے، پہلی مشکل سے بچنے کے لیے **معتزلہ** نے یہ راے اختیار کی کہ خدا کے علیحدہ صفات نہین ہین، بلکہ اُسکی ذات ہی سے وہ تمام نتائج حاصل ہوتے ہین جو ہمکو صفات سے ہوتے ہین۔ محدثین سمجھے کہ یہ خدا کی صفات کا انکار ہے۔ اس بنا پر اُنہون نے خدا کی جداگانہ صفات قرار دیے۔

دوسرا اختلاف

دوسرے اختلاف کا منشا یہ تھا کہ انسان کے افعال کو اگر زیادہ غور سے دیکھا جاے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک چیز بھی ہمارے بس کی نہین یہانتک کہ ہمارا ارادہ اور خواہش بھی ہمارا اختیاری نہین، لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر ہم اپنے افعال مین مجبور ہین تو ثواب وعقاب جو مذہب کی جان ہے اسکی بنیاد اُکھڑ جاتی ہے۔ **قرآن مجید** مین دونون قسم کی آیتین ہین، بعض مین صاف تصریح ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے قل کل من عند اللہ۔ بعض کا یہ مطلب ہے کہ انسان اپنے افعال کا آپ ذمہ دار ہے۔ ما اصابك من سيئة فمن نفسك اس بنا پر اسلام مین دو رائین قائم ہوگئین۔ جو لوگ زیادہ آزاد تھے اُنہون نے صاف صاف جبر کو مانا اور **جبریہ** کہلاے جو اس لفظ سے جھجکتے تھے اُنہون نے کسب اور ارادہ کا پردہ رکھا۔ یہ پردہ بھی **ابوالحسن اشعری** نے ایجاد کیا ورنہ قدما اسکا نام بھی نہین لیتے، برخلاف اسکے **معتزلہ** نے یہ راے قائم کی کہ انسان اپنے تمام افعال مین مختار محض ہے البتہ یہ اختیار اُسکو خدا نے دیا ہے اور اس سے خدا کے اختیار مطلق مین فرق نہین آتا۔

Marfat.com

تیسرا اختلاف

تیسرا اختلاف اس بنا پر تھا کہ **ایمان** کی حقیقت مین اعمال بھی داخل ہین یا نہین؟ چونکہ اکثر حدیثون مین حیا وغیرہ کی نسبت یہ الفاظ ہین کہ انہ من الایمان اس لئے محدثین نے سمجھا کہ ایمان کی حقیقت مین اعمال بھی داخل ہین۔ لیکن اہل نظر نے جنمین امام **ابو حنیفہ** سب سے پیشرو تھے اس سے اختلاف کیا اور اعتقاد وعمل مین تفریق کی۔ محدثین نے ان لوگون کا نام **مُرجیہ** رکھا چنانچہ امام **ابو حنیفہ** کو بھی بہت سے محدثین **مرجیہ** ہی کے نام سے یاد کرتے ہین

چوتھا اختلاف

چوتھا اختلاف درحقیقت ایسا اختلاف ہے جو حقیقی اختلاف کہا جا سکتا ہے اور جہان ارباب ظاہر اور اہل نظر کی حدین بالکل الگ الگ ہوجاتی ہین۔

اس اختلاف کا اصل اصول یہ ہے کہ عقل ونقل مین کسکو ترجیح ہے؟ یا یہ کہ عقل ونقل کے کیا حدود ہین، تمام اشاعرہ نقل کو ترجیح دیتے ہین، اور معتزلہ وغیرہ عقل کو۔

اس اصول کی بنیاد پر تفصیلی عقائد جو قائم ہوے انمین سے چند یہ ہین۔

اشعریہ	کوئی شے فی نفسہ اچھی یا بُری نہین۔ شارع جس چیز کو اچھی کہدیتا ہے اچھی ہوجاتی ہے اور جسکو بُری کہتا ہے بُری ہوجاتی ہے۔	معتزلہ۔ ہر شے پہلے سے اچھی یا بُری ہے، شارع اُسی چیز کو اچھی کہتا ہے جو فی نفسہ اچھی تھی اور اُسی چیز کو بُری کہتا ہے جو پہلے سے بُری تھی
اشعریہ	خدا محالات کا حکم دیسکتا ہے اور دیتا ہے۔	معتزلہ وحنفیہ۔ خدا کسی محال چیز کا حکم نہین دیسکتا۔
اشعریہ	خدا کو عدل اور انصاف کرنا ضروری نہین۔	معتزلہ۔ ضروری ہے۔

137179

Marfat.com

اشعریہ خدا عبادت کے عوض مین عذاب دیسکتا ہے اور گناہ کے بدلے مین انعام - اور اگر وہ ایسا کرے تو نا انصافی نہین ہے[۵۱] -	معتزلہ - خدا کبھی ایسا نہین کرسکتا - اور ایسا کرے تو یہ ظلم اور نا انصافی ہے -

ان اختلافات کا پیدا ہونا محل تعجب نہین - کیونکہ جیسا ہم اوپر لکھہ آئے ہین اختلاف کے متعدد قدرتی اسباب موجود تھے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہر فرقہ دوسرے فرقہ سے جس مسئلہ مین مختلف تھا اسی کو اسلام وکفر کی حدفاصل قرار دیتا تھا - مثلاً مسائل اختلافیہ مین ایک یہ بھی تھا کہ کلام الٰہی - قدیم ہے، یا مخلوق وحادث ہے؟ معتزلہ کہتے تھے کہ کلام الٰہی جو خدا کی صفات قدیمہ مین ہے وہ قدیم ہے لیکن جو الفاظ آنحضرت پر نازل ہوتے تھے وہ مخلوق اور حادث تھے[۵۲] - محدثین کہتے تھے کہ کلام الٰہی ہر حال مین قدیم ہے - زیادہ تدقیق سے دونون کا حاصل ایک ہی ٹھہرتا ہے لیکن دونون فرقہ نے اس مسئلہ کو کفر واسلام کی حدفاصل قرار دیا -

اختلافات عقاید مین غلو اور شدت

امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات مین اس بحث پر ایک مستقل عنوان[۵۳] قائم کیا ہے، ہم اُسکی سند سے اس موقع پر چند بڑے بڑے محدثین کے اقوال نقل کرتے ہین -

---

۵۱ اشعریہ کے یہ عقائد اسی تصریح کے ساتھہ شرح مواقف وغیرہ مین مذکور ہین ۱۲ ۵۲ میزان الاعتدال مین ذکر داؤد ظاہری ۱۲

۵۳ کتاب مذکور صفحہ ۱۷۷ تا صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ الٰہ آباد ۱۲

Marfat.com

وکیع بن الجراح۔	من زعم ان القرآن محدث فقد کفر۔	جس شخص کا یہ خیال ہے کہ قرآن حادث ہے وہ کافر ہے۔
یزید بن ہرون	من زعم ان کلام اللہ مخلوق فھو واللہ الذی لا الہ ھو عندی زندیق	جو شخص کہتا ہے کہ کلام الہی مخلوق ہے وہ خدا کی قسم زندیق ہے
مزنی شاگرد شافعی	من قال ان القرآن مخلوق فھو کافر	جو شخص کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے
امام بخاری	نظرت فی کلام الیھود والنصاری والمجوس فما رایت قوما اضل فی کفرھم من الجھمیۃ وانی لا استجھل من لا یکفرھم۔	مین نے یہودیون عیسائیون مجوسیون سب کے کلام دیکھے ہین جہمیہ[1] کے برابر کوئی انمین سے کافر اجہل نہین۔ مین اسکو جاہل سمجھتا ہون جو جھمیۃ کو کافر نہ سمجھے۔
عبد الرحمن بن مہدی	لو رایت رجلا علی الجسر وبیدی سیف یقول القرآن مخلوق ضربت عنقہ	اگر میرے ہاتھ مین تلوار ہو اور کسی کو پل پر یہ کہتے سن لون کہ قرآن مخلوق ہے تو اسکی گردن ماردون۔

[1] جہمیہ کا اصلی جرم یہی ہے کہ وہ قرآن مجید کو حادث کہتے تھے ۱۲

Marfat.com

بعض محدثون نے جنہین امام بخاری بھی شامل ہین اس مسئلہ مین یہ تفریق کی تھی کہ قرآن مجید کا جو تلفظ کیا جاتا ہے یہ مخلوق اور حادث ہے، لیکن محدثین نے اسکی بھی سخت مخالفت کی، **ذُہلی** امام بخاری کے اُستاد تھے اور صحیح بخاری مین بہت سی حدیثین انکی روایت سے مذکور ہین۔ اُنہون نے امام بخاری کا جب یہ قول سُنا تو عام حکم دیدیا کہ جو شخص یہ لفظ کہے کہ "لفظی بالقرآن مخلوق" وہ ہماری مجلس مین نہ آنے پائے، چنانچہ اس واقعہ کو حافظ **ابن حجر** نے شرح بخاری مین نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ **ابن شداد** نے ایک تحریر مین لکھا تھا کہ "لفظی بالقرآن مخلوق" یہ تحریر امام **احمد بن حنبل** کے سامنے پیش ہوئی تو انہون نے اِس فقرہ کو کاٹ دیا اور کہا کہ قرآن جس صورت مین ہو غیر مخلوق ہے[51] **ابوطالب** نے کہا تھا کہ امام احمد بن حنبل قرآن کے تلفظ کرنے کو مخلوق کہتے ہین۔ امام احمد بن حنبل کو خبر ہوئی تو غصہ سے کانپنے لگے اور ابوطالب کو بُلا کر اِس بات کی بازپرس کی[52]۔

یہ تو ادہر کے فریق کا حال تھا۔ دوسری طرف یہ کیفیت تھی کہ تمام معتزلہ۔ قرآن کے قدیم کہنے کو کفر خیال کرتے تھے، یہان تک کہ مامون الرشید جیسے عادل بادشاہ نے اِس جرم پر اپنے زمانہ کے تمام بڑے محدثین کو نہایت سخت سزائین دین اور حکم دیا کہ توبہ نہ کرین تو قتل کردئے جائین۔

ایک اِس مسئلہ پر موقوف نہین، اِس قسم کے سیکڑون مسئلے تھے جنہین فریقین کو اسی شدت کا غلو تھا۔ قاضی **شریک صاحب** نے امام **ابویوسف** (شاگرد امام ابوحنیفہ

---

[51] کتاب الاسماء والصفات بیہقی صفحہ ۱۹۰ [52] کتاب الاسماء والصفات صفحہ [illegible]

کی شہادت کے قبول کرنے سے اِس بنا پر انکار کیا کہ وہ نماز کو ایمان کے مفہوم کا جزو نہیں سمجھتے[۱]۔ امام ابو حنیفہ سے بہت سے محدثین اسی جرم پر ناراض تھے کہ وہ اعمال کو داخل ایمان نہیں کہتے۔

ایک مدت تک یہی غلط فہمیاں قائم رہیں۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ حالت بدل چلی اور اگرچہ پچھلی بنیادیں بالکل منہدم نہ ہو سکیں تاہم اسقدر ہوا کہ پانچ چھ سو برس سے عقائد کا یہ مسئلہ مسلم ہو گیا ہے کہ لا نکفر احداً من اھل القبلۃ" یعنی "اہل قبلہ (جنہیں بہتر فرقے داخل ہیں) میں سے ہم کسی کو کافر نہیں کہتے"، یا وہ زمانہ تھا کہ محدث ابن حبان جو فن حدیث کے بہت بڑے امام گذرے ہیں اتنی بات پر جلا وطن کر دیے گئے کہ اُنہوں نے خدا کی نسبت کہا تھا کہ "وہ محدود نہیں ہے"[۲]، یا یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے ایمۂ فن خدا کی عظمت و شان کو اسی لفظ سے ادا کرتے ہیں۔ قدماء محدثین کے زمانہ تک یہ کہنا کہ "خدا ہر جگہ ہے"، خاص فرقہ جہمیہ کا مذہب سمجھا جاتا تھا اور کفر کا ہم پلہ خیال کیا جاتا تھا چنانچہ ابن القیم نے اجتماع الجیوش الاسلامیۃ میں کثرت سے ان محدثین کے اقوال خود ان کی تصنیفات سے نقل کیے ہیں، لیکن اب ایک مدت سے تقریباً تمام مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ زمانہ ابعد میں وہ غلو نہیں رہا

فرقہ مرجیہ محدثین کے نزدیک ایسا گمراہ فرقہ تھا کہ اس کی شہادت بھی مقبول نہ تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ علامۂ ذہبی کو میزان الاعتدال (تذکرہ مسعر بن کدام) میں یہ الفاظ لکھنے پڑے۔

---

[۱] میزان الاعتدال تذکرۂ قاضی ابو یوسف ۱۲ [۲] میزان الاعتدال ذکر محمد بن حبان۔

ارجا اور اعتزال کی نسبت علمار ین اہل حدیث کے اقوال

قلت الارجاء مذهب لعدة من اجلة العلماء لا ينبغي التحامل على قايله۔	مین کہتا ہون کہ مرجیہ بہت سے بڑے بڑے علمار کا مذہب ہے، اس قول کے قائلین پر دارو گیر نہ کرنی چاہیے۔

محدث خطّابی نے جنکی کتاب معالم السنن۔ فن حدیث کی نادر کتاب ہے اور جنکے اقوال کو امام بیہقی کتاب الاسمار والصفات مین نہایت کثرت سے سنداً نقل کرتے ہین، اس باب مین یہ فیصلہ کیا۔

لا يكفر اهل الاهواء الذين تأولوا فاخطؤا ويجيز شهادتهم ما لم يبلغ من الخوارج والروافض في مذهبه ان يكفر الصحابة ومن القدرية ان يكفر من خالفه من المسلمين[١] الخ	جن اہل بدعت نے تاویل کی اور تاویل مین غلطی کی وہ کافر نہین ہین، اور اُنکی گواہی جائز ہے۔ جب تک خارجی اور رافضی اس حد تک نہ پہنچ جائین کہ صحابہ کو کافر بتائین اور جبتک قدریہ اس حد تک نہ ہوجائین کہ اپنے فرقہ کے سوا تمام مسلمانون کو کافر کہین

امام غزالی نے املار فی مشکلات الاحیار، اور امام رازی نے اس آیت کی تفسیر مین ان الذین کفروا (سورہ بقر رکوع اول) نہایت تفصیل سے اس بحث کو لکھا اور ثابت کیا کہ یہ اختلافات کفر و اسلام کی بنا نہین ہو سکتے۔

معتزلہ کی نسبت علامہ جلال الدین دوانی شرح عقائد عضدی مین لکھتے ہین

[١] کتاب الاسمار والصفات بیہقی صفحہ ١٩٢

Marfat.com

واما المعتزلة فالمختار انهم لايكفرون۔	باقی معتزلہ تو صحیح یہی ہے کہ وہ کافر نہین ہین
علامۂ تقی الدین سبکی جو مشہور محدث گذرے ہین۔ لکھتے ہین۔	
وها ان الطائفتان الاشعرية والمعتزلة هما المتقاومتان وهما فحولة المتكلمين من اهل الاسلام والاشعرية اعدلهما۔[1]	یہ دونون گروہ یعنی اشعریہ اور معتزلہ برابر کے جوڑ ہین اور یہ دونون متکلمین کے سرگروہ ہین، اور اشعریہ ان دونون مین زیادہ اعتدال پر ہین۔

چونکہ معتزلہ اکثر حنفی المذہب ہوتے تھے، اسلئے طبقات الحنفیہ مین ان کے حالات مذکور ہین، ان موقعون پر انکا ذکر جب کیا جاتا ہے تو اسی شان سے کیا جاتا ہے جسطرح اور علماے حنفیہ کا۔ مثلاً حسین بن علی معتزلہ کی نسبت لکھا ہے کہ "فقہ اور کلام مین کوئی انکا ثانی نہین ہوا" زمخشری کی نسبت لکھا ہے۔ من اکابر الحنفیة۔

امام رازی نے سورۂ انعام کی تفسیر مین لکھا ہے کہ "میرے والد ماجد، شیخ القاسم انصاری کی زبانی بیان کرتے تھے کہ "اہل سنت وجماعت کا خیال۔ خدا کی قدرت کی وسعت پر ہے، اور معتزلہ کی نظر خدا کی تعظیم اور مبرا عن العیوب ہونے پر ہے' اسلئے غور سے دیکھو تو دونون خدا کی عظمت وتقدس کے معترف ہین۔ البتہ اسقدر ہے کہ کسی نے غلطی کی، اور کوئی صائب الراے ٹھیرا۔"

[1] شرح احیاء السلام مطبوعہ مصر جلد ثانی صفحہ ۱۱۔

Marfat.com

متآخرین پر موقوف نہین- زیادہ تفحص اور غور سے دیکھو تو قدما محدثین مین بھی بہت سے ایسے آزاد خیال نظر آتے ہین یہانتک کہ اُن مین سے بہت سے لوگون کو قدریہ ومعتزلہ کہا گیا -

قدما مین جو بزرگ قدری تھے

ثور بن زید دیلی - ثور بن یزید حمصی - حسان بن عطیہ - حسن بن ذکوان - داؤد بن حصین - زکریا بن اسحاق - سالم بن عجلان - سلام بن مسکین ازدی - سیف بن سلیمان مکی - شبل بن عباد مکی - شریک بن عبداللہ - عبداللہ بن عمرو - عبداللہ بن ابی لبید - عبداللہ بن ابی نجیح - عبدالاعلی بن عبدالاعلے - عبدالوارث بن سعید تنوری - عطا بن ابی میمون - عمر بن ابی زایدہ عمران بن مسلم قیصر - عمیر بن ہانی الدمشقی - عوف الاعرابی البصری - کہمس - محمد بن سوار البصری ھرون بن موسی الاعور - ہشام بن عبداللہ دستوائی - یحیی بن حمزۃ الحضرمی[۵۱]

ان تمام بزرگون کو حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری مین قدریہ[۵۲] مین سے محسوب کیا ہے،

علامہ ذہبی نے خاص اُن حفاظ حدیث کے حال مین جو فن حدیث کے ارکان مین اور جن پر احادیث کی تحقیق وتنقید کا مدار ہے، ایک کتاب چار ضخیم جلدون مین لکھی ہے جسکا نام تذکرۃ الحفاظ ہی جو حال مین چھپ کر شائع ہوئی ہے - اسمین بہت سے معتزلہ علما کے

۵۱ دیکھو مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری لحافظ ابن حجر مطبوعہ مصر صفحہ ۴۶۰ ۵۲ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ محدثین کے نزدیک قدریہ کا لفظ اکثر معتزلہ پر اطلاق کیا جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ محدث سمعانی نے کتاب الانساب مین نظام کو قدریہ ہی لکھا ہے اور اسی بنا پر ابن قتیبہ نے کتاب المعارف مین معتزلہ کا لفظ نام نہین لیا بلکہ بجاے اسکے قدریہ کا لفظ استعمال کیا - ۱۲

Marfat.com

نام لکھے ہین انمین سے چند مشاہیر کے نام یہ ہین - عطار بن یسار - سعید بن ابی عروبہ - قتادہ بن دعامہ - ہشام دستوائی - سعید بن ابراہیم - محمد بن اسحاق امام المغازی - سمان - ان مین سے عطار بن یسار - قتادہ - ہشام - سعید کی نسبت، امام احمد حنبل وغیرہ ائمہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ فن حدیث مین انکا نظیر نہ تھا اور وہ امام وقت تھے -

علم کلام عقلی

یہ وہ کلام ہے، جو فلسفہ کے مقابلہ مین ایجاد ہوا، اور درحقیقت ہمکو اسی علم کلام کی تاریخ لکھنی مقصود ہے -

عقائد مین بحث ونظر کی بنیاد جسطرح شروع ہوئی تم اوپر پڑھ آئے ہو - بنو امیہ کے زمانہ تک یہ مباحثے اور مناظرے مسلمانون ہی مین محدود رہے، لیکن عباسیون کے عہد مین یہ دائرہ زیادہ وسیع ہوا - عباسیہ کے زمانہ مین تعلیم کو نہایت وسعت ہوئی - مجوسی - یہودی - عیسائی وغیرہ اسلامی درس گاہون مین علوم عربیہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور اس وجہ سے مسلمانون کے مذہبی خیالات اور اعتقادات سے واقف ہونے کا انکو موقع ملتا تھا - اسکے ساتھ عباسیون نے (بنو امیہ کے برخلاف) لوگون کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی، جو شخص جو چاہتا تھا کہہ سکتا تھا - اس طرح دوسری قومون کو جرأت اور موقع حاصل ہوا کہ اسلامی عقائد پر ردوقدح کرسکین -

ان سب پر یہ مستزاد ہوا کہ خلیفہ منصور نے دنیا کی تمام زبانون کی علمی اور مذہبی کتابین عربی

Marfat.com

زبان مین ترجمہ کرائین، ان کو پڑھکر مسلمانون مین سیکڑون آدمیون کے عقیدے متزلزل ہوگئے، مورخ مسعودی نے مروج الذہب - قاہر باللہ کے حال مین لکھا ہے کہ عُبداللہ بن المقفع وغیرہ نے فارسی اور پہلوی زبانون سے مانی - ابن دیصان - مرقیون (ایہ مجوس) کی کتابون کے جو ترجمے کئے اور اسکے ساتھ خود مسلمانون مین سے ابن ابی العوجا حماد عجرد - یحیی بن زیاد - مطیع بن ایاس - نے ان کتابون کی تائید مین جو تصنیفات کین، اسکا یہ اثر ہوا کہ لوگون مین زندقہ والحاد پھیل گیا -

علم کلام کے پیدا ہونیکے اسباب

یہ اسباب اِس بات کے مقتضی تھے کہ علماے اسلام نے جسطرح اسی قسم کی ضرورتون سے نحو - لغة - تفسیر - بلاغت، اور دیگر فنون - مُدوّن اور ایجاد کیے تھے، اسیطرح، خود اپنی خواہش سے، علم کلام بھی ایجاد کرتے - لیکن کلام کی یہ اور زیادہ خوش قسمتی تھی کہ سلطنت کی طرف سے بھی تحریک ہوئی، یعنی خلیفہ مہدی (ہرون الرشید کا باپ) نے جو ۱۵۸ھ مین تخت نشین ہوا تھا - علماے اسلام کو حکم دیا کہ مذہب اسلام پر جو شبہات کیے جاتے ہین، اسکے جواب کے لئے کتابین تصنیف کیجائین [۱]

خلیفہ مہدی کے حکم سے علم کلام مین کتابون کی تصنیف ہوئی

تاہم اسوقت تک یہ علم علم کلام کے نام سے موسوم نہین ہوا تھا - مامون الرشید کے زمانہ مین جب معتزلہ نے فلسفہ مین مہارت حاصل کی اور فلسفیانہ مذاق پر اس فن کی تدوین کی تو انہون نے اسکا نام علم کلام رکھا - [۲]

---

[۱] مروج الذہب مسعودی ذکر خلافة قاہر باللہ مسعودی کے الفاظ یہ ہین وکان اول من امر الجدلیین من اهل البحث من المتکلمین بتصنیف الکتب علی الملحدین [۲] شہرستانی ملل ونحل مین لکھتے ہین - ثم طالع بعد ذلک شیوخ المعتزلة کتب الفلاسفة حین فسرت ایام المامون فخلطت مناهجها بمناهج الکلام وافردتها فنا من فنون العلم وسمتها باسم الکلام -

Marfat.com

اس امر مین اختلاف ہے کہ علم کلام کا نام کلام کیون رکھا گیا۔ مورخ ابن خلکان نے محمد ابوالحسین معتزلی کے تذکرہ مین سمعانی سے نقل کیا ہے کہ چونکہ سب سے پہلا اختلاف جو عقائد کے متعلق پیدا ہوا وہ کلام الٰہی کی نسبت پیدا ہوا، اس مناسبت سے علم عقائد کا نام کلام پڑ گیا، لیکن یہ صحیح نہین، نہ پہلا اختلاف کلام الٰہی کی نسبت پیدا ہوا، نہ بنوامیہ کے زمانہ تک اس فن کو کلام کہتے تھے۔

علم کلام کی وجہ تسمیہ

علامہ شہرستانی نے ملل ونحل مین لکھا ہے کہ اسکی وجہ یا تو یہ تھی کہ مسائل عقائد مین جس مسئلہ پر بڑے معرکے رہے، وہ کلام الٰہی کا مسئلہ تھا۔ یا اس وجہ سے کہ چونکہ یہ علم فلسفہ کے مقابلہ مین ایجاد ہوا تھا، اس لئے فلسفہ کی ایک شاخ (یعنی منطق) کا جو نام تھا وہی اس فن کا بھی نام رکھا گیا، کیونکہ منطق اور کلام مرادف اور ہم معنی الفاظ ہین، (یہی وجہ تسمیہ صحیح ہے)

علم کلام کے ساتھ مخالفت

علم کلام کے پیدا ہونے کے ساتھ محدثین اور ارباب ظاہر نے نہایت زور و شور سے مخالفت کی، امام شافعی۔ امام احمد حنبل۔ سفیان ثوری اور اکثر محدثین نے اس علم کو حرام بتایا، امام غزالی۔ احیاء العلوم، عقاید۔ کے ذکر مین لکھتے ہین۔

وَاِلَی التَّحرِیم ذَھَبَ الشَّافِعیُّ وَمَالِکٌ وَاَحمد بن حنبل وَسفیانُ وَجَمِیعُ اَھلِ الحَدِیثِ مِنَ السَّلَفِ۔

امام شافعی کا قول تھا کہ اہل کلام کو درے لگانے چاہئین، امام احمد حنبل کہتے تھے کہ اہل کلام زندیق ہین، اس قسم کی رائین اکثر ائمہ اسلام کی زبانی منقول ہین، زمانہ مابعد مین

Marfat.com

اگرچہ یہ امر تعجب کی نگاہ سے دیکھا گیا یہانتک کہ امام رازی کو تفسیر کبیر اور مناقب الشافعی مین، ان روایات کی تاویل، بلکہ انکار کرنا پڑا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہونا مقتضائے حالت تھا۔ قرونِ اولے مین اکثر علما یک فنہ ہوتے تھے۔ اہلِ نحو کو، فقہ سے ناواقفیت تھی فُقہا کو حدیث سے کم سروکار تھا۔ محدثین علوم عقلیہ سے ناآشنا تھے۔ علم کلام ایجاد ہوا تو اسمین فلسفہ کی بیسیون اصطلاحین شامل ہوگئین، محدثین ان اصطلاحات کو سنکر فلسفہ اور کلام مین تفریق نہ کرسکے اور چونکہ وہ فلسفۂ یونانی کو پہلے سے بُرا سمجھتے تھے علم کلام کو بھی اسی کا شریک حال سمجھے۔ محدثین کی زبانی عام طور سے یہ روایتین منقول ہین کہ "جب کسی کو جوہر۔ عرض۔ مادہ وغیرہ الفاظ استعمال کرتے سنو تو سمجھہ لو کہ وہ گمراہ ہے" محدث ابن السبکی کی عبارت ذیل سے اس دعوی کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

وفی کتب المتقدمین جرح جماعۃ بالفلسفۃ ظنا منھم ان علم الکلام فلسفۃ + فقد قیل فی احمد بن صالح + انہ تیفلسف والذی قال ھذا لا یعرف الفلسفۃ وکذلک قیل فی ابی حاتم الرازی وانما کان رجلا متکلما۔ وقریب من ھذا قول الذہبی فی المزی: انہ یعرف المعقول ولم یکن المزی ولا الذہبی یدریان شیئا من المعقول

(طبقات الشافعیۃ تذکرہ احمد بن صالح۔)

متقدمین کی تصنیفات مین بہت سے لوگون پر فلسفہ کی بنا پر جرح کیا گیا یہ سمجھکر کہ علم کلام اور فلسفہ ایک چیز ہے چنانچہ احمد بن صالح کی نسبت کہا گیا کہ وہ فلسفیانہ باتین کرتے ہین حالانکہ جسنے یہ کہا وہ فلسفہ کو جانتا ہی نہ تھا۔ اسیطرح ابوحاتم کی نسبت کہا گیا حالانکہ وہ صرف متکلم تھے۔ اسی کے قریب ذہبی کا قول مزی کے بارہ مین ہے کہ وہ معقول جانتے تھے۔ حالانکہ نہ ذہبی معقول کا ایک حرف جانتے تھے نہ مزی۔

Marfat.com

اس سے بڑھکر یہ کہ علم کلام کے لئے فلسفہ اور طبعیات وغیرہ مین مہارت پیدا کرنے کی ضرورت تھی، اور محدثین سرے سے فلسفہ کے پڑھنے کے مخالف تھے۔

مخالفت کے وجوہ

ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ علمائے کلام اپنی تصنیفات مین، مخالفون کے اقوال نقل کر کے جواب دیتے تھے، محدثین اس نقل کفر کو بھی جائز نہین رکھتے تھے۔ امام احمد حنبل کے زمانہ مین حرث محاسبی بڑے مشہور زاہد اور محدث تھے۔ محدثین بھی انکی تعریف مین رطب اللسان ہین، حضرت جنید بغدادی اُنہی کے مُرید تھے۔ انہون نے شیعون، اور معتزلیون کی رد مین ایک کتاب لکھی، امام احمد حنبل اتنی بات پر اُن سے اسقدر ناراض ہو گئے کہ اُن سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔[۱]

ناراضی کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ جو لوگ، کلام مین مشغول ہوتے تھے اُنکے عقیدے خواہ مخواہ محدثین کے عقائد سے کچھہ نہ کچھہ مختلف ہوجاتے تھے۔ مثلاً جب وہ اس قسم کی حدیثین سنتے تھے کہ حضرت آدم اور موسیٰ علیہ السلام مین مناظرہ ہوا، آسمان فرشتون کے بوجھہ سے چرچرا اُٹھا، خدا قیامت کے دن اپنی ران دوزخ مین ڈالے گا تب دوزخ کو تسکین ہوگی، تو یا تو ان حدیثون کو صحیح نہین تسلیم کرتے تھے، یا اُنکی تاویل کرتے تھے۔ محدثین کے نزدیک یہ حدیثین صحیح ثابت ہوچکی تھین، اس لئے انکا انکار کرنا یا تاویل کرنی رسول اللہ صلعم کے ارشاد کی توہین تھی۔ ایک دفعہ ہرون الرشید کے دربار مین ایک محدث نے آدم و موسیٰ علیہما السلام کی یہی حدیث بیان کی، ایک شخص بول اُٹھا کہ حضرت آدمؑ و موسیٰؑ جمع کیونکر

[۱] احیاء العلوم۔ محدثین نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ۱۲

ہوسکتے تھے؟ امیر ہرون الرشید جو محدثین کا ہم خیال تھا' اسقدر برہم ہوا کہ اس شخص کے قتل کر دینے کا حکم دیا' چنانچہ اس واقعہ کو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین کسیقدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

محدثین اور ارباب ظاہر کو کلام کی مخالفت مین جو شدت تھی' اس نے علم کلام کو بالکل بجھا دیا ہوتا لیکن خلفاے عباسیہ (بجز دو ایک کے) اور اُنکے ارکان دولت نے بڑی مستعدی کے ساتھ حمایت کی' اور شاہانہ حوصلہ سے اُسکو برابر ترقی دیتے رہے' عباسیہ کے علاوہ - دیلمیون نے بھی اسکی سرپرستی کی[۵۱] تاہم وہ قبول عام نہ حاصل کر سکا' اخیر زمانہ مین جب امام غزالی اور رازی نے اُسکو اپنی آغوش تربیت مین لیا تب جا کر مقبول عام ہوا'۔

بہرحال **مہدی** کے زمانہ مین علم کلام پیدا ہوا' اور جہانتک ہمکو معلوم ہے سب سے پہلے **ابوالہذیل** علاف نے اس فن مین کتاب لکھی - ابوالہذیل کا پورا نام محمد بن الہذیل بن عبداللہ بن مکحول' ہے ۱۳۱ھ مین پیدا ہوا اور ۲۳۵ھ مین وفات پائی - علامہ ابن خلکان اسکی نسبت لکھتے مین وکان حسن الجدال قوی الحجۃ کثیر الاستعمال للادلۃ والالزامات — علم کلام کا بانی

لکھتے مین وکان حسن الجدال قوی الحجۃ کثیر الاستعمال للادلۃ والالزامات	خوش تقریر اور قوی الحجۃ تھا' دلائل اور الزامات کا اکثر استعمال کرتا تھا۔

علامہ مقریزی نے تاریخ مصر مین اسکی نسبت لکھا ہے نظر فی الفلسفۃ وافقھم فی کتابہٖ[۵۲]۔

[۵۱] شہرستانی ملل ونحل مین لکھتے مین ولما رونق علم الکلام فابتداء کا من الخلفاء العباسیۃ ہرون والمامون والمعتصم والواثق والمتوکل انتہاؤہ من الصاحب ابن عباد وجماعۃ من الدیالمۃ ۱۲ [۵۲] مقریزی جلد دوم صفحہ ۳۴۶۔

ابوالہذیل نے علم کلام مین چھوٹی بڑی ساٹھہ کتابین لکہین جنمین نہایت دقیق مسائل پر بحثین کی ہین، یہ کتابین مدتون سے ناپید ہین، لیکن مجوسیون اور ملحدون سے اُسنے جو مناظرات کیے اور اُنمین جو تقریرین کین، وہ جستہ جستہ ابن خلکان، درر وغرر، اور شرح ملل ونحل مین مذکور ہین، ابوالہذیل کے مناظرات مین آج کل کی طرح صرف زبان آوری اور لسانی نہین ہوتی تھی بلکہ انکا یہ اثر ہوتا تھا کہ اکثر ملاحدہ اور مخالفین مذہب اپنے عقائد سے باز آجاتے تھے اور مسلمان ہوجاتے تھے۔ ابوالہذیل علاف

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ "ایک دفعہ بہت سے مجوسی۔ ابوالہذیل سے مناظرہ کرنیکے لیے آگئے، ابوالہذیل نے سب کو بند کردیا؟ انمین میلاس نام ایک مجوسی تھا۔ وہ اسیوقت اسلام لایا، ابوالہذیل کی ایک تصنیف جسکا نام میلاس ہے اسی میلاس کے نام پر ہے،" شرح ملل ونحل مین ہے کہ تین ہزار شخص اسکے ہات پر اسلام لائے" مامون الرشید کے دربار مین جسقدر علماے کلام تھے انمین سب سے پیشرو ابوالہذیل اور نظام[۱] تھے۔ حکومت کی طرف سے ابوالہذیل کے ساٹھہ ہزار درہم سالانہ مقرر تھے۔ لیکن ابوالہذیل یہ ساری رقم اہل علم پر صرف کردیتا تھا[۲]۔ ابوالہذیل کو معقولات کے علاوہ، علوم ادبیہ مین بھی کمال تھا ایک دفعہ وہ مامون الرشید کے دربار مین گیا۔ ثمامہ بن اشرس، جو مامون الرشید کے دربار کا مشہور فاضل تھا اور اُسنے ابوالہذیل کی تقریب کی تھی دربار مین حاضر تھا۔ ابوالہذیل، اثناے گفتگو مین ثمامہ سے خطاب کرتا تھا تو اسکا خالی نام لیتا تھا حالانکہ ثمامہ

---

[۱] مسعودی مین ہے وقرب الیہ کثیرا من الجدلیین والنظارین کابی الہذیل وابی اسحاق ابراہیم بن سیار النظام [۲] شرح ملل ونحل

اِس پایہ کا شخص تہا کہ خود مامون - نام کے بجاسے اُسکو لقب سے مخاطب کرتا تھا -
اسپر ثمامہ کو ملال ہوا - لیکن خود ثمامہ کا بیان ہے کہ ابوالہذیل نے جب سند کے موقع پر عرب
کے سات سو شعر زبانی پڑہ دیئے، تو مین نے بے اختیار کہا کہ تو میرا نام لے، یا لقب، تجہکو
سب جائز ہے[۵۱] - ابوالہذیل کے بعض مناظرات اِس موقع پر ذکر کے قابل ہین -

ایک دفعہ ایک شخص نے ابوالہذیل سے کہا کہ میرے دل مین قرآن مجید کے متعلق
بعض شبہات ہین جو کسی طرح رفع نہین ہوتے، وہ یہ کہ "قرآن مجید کی متعدد آیتین آپسمین متناقض
معلوم ہوتی ہین، اور بعض آیتون مین نحوی غلطیان نظر آتی ہین" - ابوالہذیل نے کہا ایک ایک
آیت پر الگ الگ بحث کیجاے - یا ایسا اجمالی جواب دیا جاسے کہ تمام شبہات رفع ہوجائین؟
معترض نے دوسری شق اختیار کی - ابوالہذیل نے کہا یہ امر تو مسلّم ہے کہ رسول اللہ صلعم -
عرب کے معزز اور شریف خاندان سے تھے - یہ بھی مسلم ہے کہ اُنکی فصاحت اور زباندانی
پر کسیکو اعتراض نہ تھا اسمین بھی شک نہین کہ اہل عرب نے آنحضرت کے جھٹلانے، اور
آپ پر نکتہ چینی کرنے کا کوئی پہلو اُٹھا نہین رکھا، اب غور کرو کہ اہل عرب نے آنحضرت پر
ہر طرح کے اعتراضات کئے، لیکن کسی نے یہ بھی کہا کہ اُنکی زباندانی صحیح نہین، یا یہ کہ انکی
باتون مین تناقض ہوتا ہے پھر جب اُن لوگون نے یہ اعتراض نہین کیے تو آج کون شخص
یہ اعتراض کرسکتا ہے[۵۲] -

قرآن مجید کے متعلق یہ اعتراضات، شرح مواقف وغیرہ مین بھی مذکور ہین، لیکن جو جواب

---

۵۱ شرح ملل نحل - ۵۲ شرح ملل نحل -

دیے ہین وہ ناکافی ہین، شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر مین لکھا ہے کہ "قرآن مجید کسائی اور قرّا کے مقرر کردہ اصول کا پابند نہیں" یہ اسی ابوالہذیل کے جواب کی طرف اشارہ ہے۔

اس زمانہ مین صالح بن قدوس ایک مشہور مجوسی تھا۔ وہ اس بات کا قایل تھا کہ مادۂ کائنات دو چیزین ہین۔ نور و ظلمت، یہ دونون ضدِ یکدگر ہین، اور انہی کے امتزاج سے عالم کا وجود ہوا، ابوالہذیل اور صالح کا اس مسئلہ پر مناظرہ ہوا ابوالہذیل نے پوچھا کہ امتزاج ان دونون سے جداگانہ شے ہے یا ایک ہی چیز ہے؟ صالح نے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ ابوالہذیل نے کہا، دو چیزین جو آپس مین ضد ہین، خود کیونکر مل سکتی ہین[51]، اسلیے کوئی تیسرا ملانے والا چاہیئے اور وہی واجب الوجود یا خدا ہے۔

ایک دفعہ صالح، مناظرہ مین بند ہوا، تو ابوالہذیل نے کہا کہ اب کیا ارادہ ہے؟ صالح نے کہا مین نے خدا سے استخارہ کیا اور پھر اسی عقیدہ پر قائم ہون کہ دو خدا ہین" ابوالہذیل نے کہا استخارہ کیا تو کس خدا سے کیا؟[52] یعنی جس خدا سے پوچھا ہوگا اُسنے دوسرے خدا کی (جو اسکا رقیب ہے) کاہے کو راے دی ہوگی، ابوالہذیل اور صالح کا ایک اور لطیفہ ابن خلکان نے نقل کیا ہے جسکو ہم قلم انداز کرتے ہین۔

ہشام بن الحکم

اسی زمانہ مین ہشام بن الحکم کوفی ایک مشہور متکلم تھا۔ وہ یحیی برمکی کے مجالس علمی کا افسر اور علوم عقلیہ کا ماہر تھا۔ ابوالہذیل مناظرہ مین اگر کسی سے دبتا تھا تو اسی سے دبتا تھا۔

[51] شرح ملل ونحل۔ [52] شرح ملل ونحل۔

Marfat.com

مسعودی نے اسکے متعدد مناظرے نقل کیے ہین جنمین اسنے ابوالہذیل پر فتح پائی۔
ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین اسکی بہت سی تصنیفات کا ذکر کیا ہے جنمین سے بعض کے یہ نام ہین[۵۱] - الرد علی الزنادقہ - الرد علی اصحاب الاثنین - الرد علی اصحاب الطبایع (یعنی میٹرلسسٹ کا رد) کتاب علی ارسطوطالیس فی التوحید - یہ کتابین آج ناپید ہین لیکن کتابون کے نام سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کیسے مہم مضامین پر تھین۔

خلیفہ مہدی کے علاوہ دربار کے اورامرا نے بھی علم کلام کی طرف توجہ کی یحیی بن خالد برمکی جو دولت عباسیہ کی روح ورواں، خلیفہ مہدی کا وزیر اعظم، اور سلطنت کا دست و بازو تھا اسنے خاص علم کلام کی مباحثات کے لئے دربار مین ایک مجلس مقرر کی جسکا تذکرہ مورخ مسعودی نے ان الفاظ مین کیا ہے۔

یحیی برمکی کی توجہ علم کلام پر

وَكَانَ يَحْيَى بن خَالِدٍ ذَا بَحْثٍ وَنَظَرٍ وَلَهُ مَجْلِسٌ يَجْتَمِعُ فِيهِ أَهْلُ الْكَلَامِ مِنْ أَهْلِ الْاِسْلَامِ وَغَيْرِهِمْ	یحیی بن خالد مناظرہ دان اور صاحب نظر تھا وہ ایک جلسہ کیا کرتا تھا جسمین ہر مذہب کے اہل کلام جمع ہوتے تھے۔

اس مجلس کا قیم (سکرٹری) ہشام بن الحکم[۵۲] ایک مشہور فاضل تھا۔ مجلس مین ہر مذہب وملت کے لوگ جمع ہوتے تھے اور ہر قسم کے علمی مضامین پر گفتگو ہوتی تھی مورخ مسعودی نے اس مجلس کے ایک جلسہ کا حال لکھا ہے جسمین علم الکلام کے ۱۳ مشہور علما جمع تھے انمین سے جن لوگون کے نام بہ تعین لکھے ہین یہ ہین، علی بن ہیثم

۵۱ فہرست صفحہ ۱۷۶ - ۵۲ فہرست ابن الندیم ذکر ہشام بن الحکم۔

Marfat.com

ابو مالک حضرمی - ابوالہذیل - **نظام** - مسعودی کے تصریح کے موافق اس مجلس کے جلسون مین جن مضامین پر گفتگو ہوتی تھی، اُنمین سے بعض یہ تھے - کون وظہور، قدم و حدوث، اثبات ونفی، حرکت وسکون، مماستہ ومباینتہ، وجود وعدم، جز وطفرہ، اجسام واعراض، تعدیل وتجریر، کم وکیف، مضاف وامامت،-

تنبیہ، علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین علم الکلام کے بیان مین لکھا ہے کہ "امام غزالی کے زمانہ تک کلام مین فلسفہ کی آمیزش نہ تھی، غزالی پہلے شخص ہین جنہنے فلسفہ کے انداز پر اس علم کی تدوین کی" لیکن یہ موخ مذکور کی سخت غلطی ہے - آگے چلکر بہت سے واقعات سے بداہتہً اس خیال کی غلطی ثابت ہوگی یحیی بن خالد کے جلسہ کے ذکر مین جن مضامین کا تذکرہ **مسعودی** نے کیا ہے فلسفہ کے مسائل اس سے زیادہ کلام مین کیا شامل ہو سکتے ہین ؟- ابن خلدون کی غلطی

خلیفہ مہدی کے بعد ۱۶۹ھ مین **ہادی** تخت نشین ہوا - اور صرف ایک برس تین مہینے حکومت کی، اس کے بعد ہرون الرشید اعظم مسند آرا ہوا، اُس کا زمانہ اگرچہ نہایت شان وشوکت اور اوج وترقی کا زمانہ خیال کیا جاتا ہے اور درحقیقت جس بزم مین جعفر برمکی، قاضی ابویوسف، امام محمد - ابونواس، اسحاق موصلی، کسائی جیسے لوگ کرسی نشین ہونگے اُسکا صدر نشین کس پایہ کا ہوگا ؟ لیکن علم کلام کو اسکے عہد مین کچھ ترقی نہین ہوئی علماے کلام گرفتار ہوکر قیدخانہ بھیجدیے گئے اور حکم دیدیا گیا کہ علم کلام کے متعلق کوئی کچھ لکھنے نہ پاوے[1] - تاہم بعض اسباب ایسے پیش آئے کہ مجبوراً ہارون الرشید

[1] یہ روایتین اگرچہ مستند شرح ملل ونحل مین مذکور ہین لیکن اور قرائن سے انکی تصدیق ہوتی ہے جلال الدین سیوطی کی ادیکھو صفحہ ۱۴۰

کو علم کلام کی قدر کرنی پڑی - غیر ممالک مین جب یہ چرچا پھیلا کہ لوگون کو علم کلام سے روکدیا گیا ہے تو سندھ کے راجہ نے ہرون الرشید کو ایک خط لکھا جسکا مضمون یہ تھا کہ مسلمانون نے اپنا مذہب جو پھیلایا ہے، تلوار کے زور سے پھیلایا ہے، اگر اسلام دلائل وبراہین سے ثابت ہوسکتا ہو تو آپ کسی عالم کو بھیجیے، وہ اگر مجھے قایل کردے گا تو مین اسلام قبول کرونگا" ہرون الرشید نے ایک فقیہ کو بھیجا - راجہ کے درباریون سے ایک شخص مناظرہ کے لئے مقرر ہوا، اسنے فقیہ سے پوچھا کہ آپ کا خدا قادر ہے یا نہین ؟ فقیہ نے کہا ہان قادر ہے - اسنے کہا اپنا جیسا پیدا کرسکتا ہے یا نہین، یعنی اگر نہین کرسکتا تو اسکی قدرت عام نہ ہوئی، فقیہ نے کہا اس قسم کی بحثین علم کلام سے تعلق رکھتی ہین، اور ہم لوگ اس علم کو برا خیال کرتے ہین - راجہ نے ہرون الرشید کو لکھا کہ مین نے پہلے صرف گمان کی بنا پر لکھا تھا لیکن اب عین الیقین ہوگیا، ہرون الرشید نے حکم دیا کہ متکلمین بلائے جائین - اور انکے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جائے، متکلمین دربار مین آئے تو ان مین سے ایک لڑکے نے اس شبہہ کو حل کردیا اور کہا کہ یہ ایسا سوال ہے جسطرح کوئی کہے کہ خدا اس پر قادر ہے یا نہین کہ خود جاہل یا عاجز بن جائے - خدا ایسی شے پیدا کرسکتا ہے جو حادث اور ممکن ہو - ہرون الرشید نے حکم دیا کہ وہی لڑکا، مناظرہ کے لئے بھیجا جائے - درباریون نے کہا ممکن ہے کہ اور مشکل مباحث پیش آئین جنکے جواب سے یہ عہدہ برا نہو سکے بالآخر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۰) یہ فقرے وَبُغْضُ المِرَاءِ فِي الدِّيْنِ وَالكَلَامِ فِي مُعَارَضَةِ النَّصِّ اس شخص کے لئے بالکل کافی ہین جو علامہ موصوف کی زبان سمجھتا ہو -

Marfat.com

معمر بن عباد جو مشہور متکلم تھا اس خدمت کے لئے انتخاب کیا گیا[۵۱]

مامون الرشید کا دور

ہرون کے بعد، **مامون** کا دور آیا[۵۲] اُس کے علمی کارنامون کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے، علم کلام کے متعلق اُس نے جو جو کام کئے اِس کتاب مین وہ بھی تفصیل سے نہین لکھے جا سکتے، مورخ مسعودی - قاہر باللہ کے حالات مین ایک ہرباری مورخ کی زبانی، مامون کی نسبت لکھا ہے۔

وَجالَسَ المُتَكلِّمِینَ وَقَربَ اِلیہ كثیراً مِنَ الجدلِیّینَ والنظّارِینَ كابی الهذیلِ وَاَبی اسحاقَ ابراهیم بن سیّار النظّامِ وَغیرِهم مِمَّن وافقهم وخالفهم وَالزم مجلسہ الفقهاء واهل المعرفۃ من الادباء واقدمهم من الامصارِ واجرى علیهم الارزاقَ فرغبَ النّاسُ فی صنعۃِ النظرِ وتعلّموا البحثَ والجدالَ وَوَضعَ كُلّ فریقٍ مِنهم كُتباً ینصرُ مذهبہ ویؤید بها قولہ۔

مامون الرشید نے متکلمین کی صحبت اختیار کی اور اکثر ارباب مناظرہ مثلاً ابو الہذیل - نظام وغیرہ کو اپنا مقرب بنایا - انہین سے بعض، مامون الرشید کے ہم عقیدہ تھے اور بعض مخالف - مامون الرشید نے فقہا اور اُدبا کو دربار مین داخل کیا اور دور دور سے اِن کو بلوایا اور اِن کی تنخواہین مقرر کین - اس وجہ سے تمام لوگون کو مناظرہ اور مباحثہ کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور ان فنون کی تعلیم پھیل گئی - اور ہر فرقہ نے اپنے مذہب کی تائید مین کتابین لکھین -

مامون نے علمی مناظرات کے لئے ہر ہفتہ مین ایک خاص دن مقرر کیا تھا جسکی

۵۱ از ملل ونحل مرتضیٰ - زیدی - ذکر معمر بن عباد ۵۲ مامون کی مستقل خلافت سنہ ۱۹۸ھ سے شروع ہوتی ہے۔

ط

کیفیت، مورخ مسعودی نے یہ بیان کی ہے کہ "منگل کے دن ہر فرقہ کے لوگ آستانِ خلافت مین جمع ہوتے تھے، اُن کے لیے ایک خاص کمرہ فرش فروش سے آراستہ طیار رہتا تھا پہلے دسترخوان چنا جاتا تھا۔ کھانے سے فارغ ہوکر لوگ وضو کرتے تھے، پھر خوشبویون کی انگھیٹیان آتی تھین۔ لوگ کپڑے بساتے تھے اور مطیب و معطر ہوکر دار المناظرہ مین جاتے تھے۔ مامون انکو اپنے قریب جگہہ دیتا تھا اور مناظرہ شروع ہوتا تھا۔ مناظرہ مین حاکمی اور محکومی کا کچھہ لحاظ نہین ہوتا تھا۔ بلکہ لوگ نہایت آزادی سے بحثین کرتے تھے۔ دوپہر ڈھلنے پر یہ صحبت ختم ہوتی تھی"۔

ایک مذہبی کانفرنس

ہارون الرشید کی روک ٹوک کی وجہ سے، اسلام کے مخالفون نے مشہور کردیا تھا کہ اسلام، دلائل سے نہین بلکہ صرف تلوار سے پھیل سکتا ہے۔ مامون الرشید نے اس شبہہ کے مٹانے کے لیے ایک بڑی مجلسِ مناظرہ منعقد کی، تمام اطراف و دیار سے ہر مذہب و ملت کے لوگ بلائے۔ مجوسیون کا پیشوا اعظم **یزدان بخت، مرو** سے طلب ہوکر آیا۔ اور مامون نے اسکو خاص ایوان خلافت کے قریب اُتارا۔

مسلمانون کی طرف سے ابوالہذیل جسکا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے، وکیل مقرر ہوا، اور علانیہ فتح حاصل کی۔ یزدان بخت۔ جب مناظرہ مین بند ہوا تو مامون نے جوش مین آکر کہا کہ "یزدان بخت، مسلمان ہوجا، اسنے کہا کہ آپ کسیکو بزور مسلمان نہین کرتے، اور مین مسلمان ہونا نہین چاہتا۔ مامون نے کہا ہان یہ صحیح ہے۔[۵۷]

---

۵۷ اس مناظرہ کا ذکر فہرست ابن الندیم اور شرح ملل ونحل صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ دایرۃ المعارف حیدرآباد مین ہے۔

Marfat.com

ابو الہذیل کے بعد اسکے شاگرد ابراہیم بن سیار نظام نے جو مامون الرشید کا استاد اور ندیم خاص تھا علم کلام کو نہایت ترقی دی - شہرستانی نے ملل ونحل مین اُس کے فلسفہ دانی کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہین "وقد طالع کثیرًا من کتب الفلاسفه وخلط کلامهم بکلام المعتزلة" یورپ کے نامور محققون کی راے ہے کہ جن چیزون کو لوگ جوہر کہتے ہین وہ جوہر نہین بلکہ چند اعراض کا مجموعہ ہے - یا یون کہو کہ جسکو لوگ عرض سمجھتے ہین وہ بھی جوہر ہین مثلاً خوشبو، یا روشنی، کو عرض کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ بھی جوہر ہین، خوشبو چھوٹے چھوٹے ذی مقدار ذرات ہین جو پھول وغیرہ سے نکلکر پھیلتے ہین اور ہمارے دماغون مین آتے ہین، یہ دونون خیال اوّل اوّل **نظام** ہی نے ظاہر کیے، اور درحقیقت وہی اس تحقیقات کا موجد کہا جاسکتا ہے - شہرستانی نے ملل ونحل مین جہان اُسکے مخصوص اصول اور مسائل لکھے ہین - ساتوان اصول یہ لکھا ہے

نظام

اِنَّ الجوهر مؤلّفٌ مِن اَعراضٍ اجتمعتْ	جوہر چند اعراض سے بنا ہے جو یکجا ہو گئے ہین،
ووافق هشام بن الحکم فی قوله اِنَّ الالوان	اس نے ہشام بن الحکم سے اس مسئلہ مین موافقت کی کہ
والطعوم والروائح اجسامٌ[1]	رنگ - مزہ - خوشبو سب اجسام ہین -

[1] بظاہر یہ دونون رائین متناقض معلوم ہوتی ہین لیکن شرح مقاصد (صفحہ ۲۹۸) مین لکھا ہے کہ نظام کا یہ دعویٰ ہے کہ "اجسام - رنگ - بو - وغیرہ سے مرکب ہین" اس بنا پر نظام کا یہ قول کہ جسم - چند اعراض کا مجموعہ ہے، اسکے یہ معنی ہین کہ جسم ان چیزون سے مرکب ہے جسکو لوگ اعراض سمجھتے ہین - گو وہ درحقیقت اعراض نہین - ۱۲

Marfat.com

وہ جزء لایتجزی کا بھی منکر تھا اور اس مسئلہ کے متعلق اُسکا مناظرہ تمام فلسفہ کی کتابون مین مذکور ہے۔

لطیفہ اس موقع پر پہنچکر اس لطیفہ کے لکھنے کے بغیر آگے نہین بڑہا جاتا کہ **نظام** کی ان دقیقہ سنجیون کی یہ داد دیگئی کہ ان مسائل کی بنا پر اسکو کافر قرار دیا گیا۔ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب مین لکھا ہے کہ "قدریون (یعنی معتزلیون) مین کوئی شخص کفر کے مختلف اقسام کا ایسا جامع نہین گذرا جیسا نظّام تھا۔ اس نے اپنے شباب مین مجوسیون دہریون، اور فلسفیون کی صحبت اُٹھائی اسلیے جُزء لایتجزی کا مسئلہ اُسنے ملحد فلسفیون سے لیا اور یہ مسئلہ کہ عادل شخص۔ ظلم پر قدرت نہین رکہتا مجوسیون سے سیکھا اور یہ مسئلہ کہ رنگ مزہ۔ خوشبو۔ آواز اجسام ہین فرقہ ہشامیہ سے اخذ کیا، اور اسطرح مجوسیون اور فلسفیون کے مذہب کو مسلمانون کے مذہب مین خلط ملط کر دیا[۵۱]" یہ صرف سمعانی کا خیال نہین، رجال کی کتابون مین عموماً جہان نظام کا ذکر آیا ہے اسی قسم کے مسایل کی بنا پر اسکو زندیق اور ملحد کہا گیا ہے۔

نظام نے فلسفہ مین یہ کمال پیدا کیا تہا کہ ایک موقع پر اسنے جعفر برمکی سے کہا کہ

---

۵۱ اصل عبارت یہ ہے وما فی القدریۃ اجمع منہ لانواع الکفر کان عاشر فی شبابہ قوما من الثنویۃ وقوما من الدھریۃ القائلین بتکافوء الادلۃ وشرذمۃ من الفلاسفۃ فاخذ قولہ بالجزء الذی لا یتجزی من ملحدۃ الفلاسفۃ وقولہ بان فاعل العدل لا یقدر علی الظلم من الثنویۃ واخذ قولہ بان الالوان والطعوم والروائح والاصوات اجسام من الہشامیۃ ۱۲

Marfat.com

مین نے ارسطو کی ایک کتاب کا رد لکھا ہے، اسکے جواب مین جعفر نے کہا کہ تم رد کیا لکھوگے تم تو اُسکی کتاب کو پڑھ بھی نہین سکتے، نظام نے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہین، ارسطو کی کتاب کو اول سے آخر تک زبانی سنادون، یا آخر سے اول تک، چنانچہ یہ کہکر اُس نے ارسطو کی عبارت پڑھنی شروع کی اور ساتھہ ساتھہ اسکا رد بھی کرتا گیا۔[۹۱]

جاحظ کہا کرتا تھا کہ "لوگ کہتے ہین کہ ہمیشہ ہزار برس مین ایک شخص ایسا پیدا ہوا کرتا ہے جسکا تمام عالم مین نظیر نہین ہوتا - واقعی اگر یہ صحیح ہے تو یہ شخص نظام ہی تھا"، نظام نے تحقیقات مذہب کے لئے دوسرے مذاہب کی آسمانی کتابون پر بھی نہایت عبور حاصل کیا تھا - توریت - انجیل - زبور اُس کو زبانی یاد تھی بلکہ ان کی تفسیرون سے بھی کافی واقفیت رکھتا تھا۔[۹۲]

نظام کی فضل وکمال کی بلندپایگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جاحظ جیسا بے نظیر فاضل، اسی نظام کا شاگرد، اور خانہ زاد غلام تھا،

مامون کے بعد معتصم تخت نشین ہوا، وہ اُمی محض اور سپاہیانہ مذاق رکھتا تھا لیکن جب اسکے بعد ۲۲۷ھ مین اسکا بیٹا الواثق باللہ مسند آرا ہوا تو مامون کی علمی مجلسین پھر تازہ ہوگئین، مورخ مسعودی اسکے حالات مین لکھتا ہے۔ واثق باللہ

كَانَ الْوَاثِقُ مُحِبًّا لِلنَّظَرِ مُبْغِضًا لِلتَّقْلِيدِ مُحِبًّا لِلْإِشْرَافِ عَلَى عُلُومِ النَّاسِ	خلیفہ واثق باللہ غور اور فکر کو پسند کرتا تھا اور تقلید سے نفرت رکھتا تھا۔ حکما اور اطباے قدیم وجدید کی معلومات اور خیالات سے

[۹۱] ملل ونحل یحییٰ بن مرتضیٰ زیدی - [۹۲] ملل ونحل یحییٰ زیدی

وارایهم ممّن تقدّم وتأخّر من الفلاسفة والمتطبّبین یجری بحضرته انواعاً من علومهم فی الطّبعیّات وما بعد ذلک من الالهیات۔	واثق ہونے کا بہت شایق تہا چنانچہ اسکی مجلس مین طبعیات اور الہیات کے اکثر چرچے رہتے تھے

واثق نے متکلمین اور فقہا کے مناظرات کے لئے ایک مجلس مقرر کی تھی جسمین ہر قسم کے مضامین پر نہایت دقیق بحثین ہوتی تھین۔ مورخ مسعودی نے اِن مجالس کے علمی مناظرات، کتاب اخبار الزمان وغیرہ مین نقل کیے ہین لیکن افسوس ہے کہ وہ کتابین دستیاب نہین۔ مروج الذہب مین مورخ مذکور یہ الفاظ لکھکر رہ گیا۔

وما کان یجری من المباحثة فی مجلسه الّذی عقد للنّظر بین الفقهاء والمتکلّمین فی انواع العلوم من العقلیّات والسّمعیات فی جمیع الفروع والاصول وقد اتینا علی ذکرها فیما سلف من کتبنا۔

مہدی۔ مامون، اور واثق کی شاہانہ حوصلہ مندیون، اور برامکہ اور دیگر وزرا و امرا کی قدردانیون نے علم کلام کو اسقدر وسیع کر دیا کہ حکومت کے سایۂ عاطفت سے اٹھہ جانے پر بھی ایک مدت تک وہ ترقی کرتا گیا اور اسکی تصنیفات و تالیفات تمام عالم مین پھیلتی گئین مہدی سے لیکر واثق تک جو علماے کلام پیدا ہوئے انکی تاریخ لکھی جاے تو ایک مستقل کتاب طیار ہوگی، انہین سے جاحظ۔ محمد بن عبداللہ اسکافی۔ المتوفی سنہ ۲۲۳ھ۔ جعفر بن المبشر۔ علی بن رمانی۔ جعفر بن حرب المتوفی سنہ ۲۳۶ھ سیرافی حسن بن عبداللہ

ابوموسی الفرار المتوفی ۲۲۶ھ زیادہ نامور ہین[۹۱]۔

علم کلام کی ترقی کے ذکر مین خاندان نوبخت کا ذکر بھی ضرور ہے۔ فضل بن نوبخت ہرون الرشید کے خزانۃ الحکمۃ[۹۲] کا افسر تھا اور فارسی زبان کی کتابون کا عربی مین ترجمہ کیا کرتا تھا — خاندان نوبخت

اسمٰعیل جو نوبخت کا پوتا تھا بہت بڑا عالم اور علم کلام کا ماہر تھا۔ اسکے ہان ایک خاص مجلس مقرر ہوا کرتی تھی جہان متکلمین جمع ہوتے تھے اور مسائل کلام پر مباحثے کرتے تھے، علم کلام مین اسکی بہت سی تصنیفات ہین جنمین سے کتب ذیل کا تذکرہ ابن الندیم[۹۳] نے کیا ہے۔ کتاب ابطال القیاس۔ نقض کتاب عبث الحکمۃ علی الراوندی۔ نقض التاج علی الراوندی۔ کتاب تثبیت الرسالۃ۔

اسمٰعیل کا بھانجا حسن بن موسی اس خاندان مین سب سے زیادہ نامور ہوا۔ ابن الندیم نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ وہ متکلم بھی تہا اور فلاسفر بھی، فلسفۂ یونانی کی بہت سی کتابین اسی کے حکم اور اہتمام سے ترجمہ کی گئین، ابوعثمان دمشقی۔ اسحاق۔ ثابت بن قرۃ۔ جو مشہور مترجم گذرے ہین اسکے دربار مین ہمیشہ حاضر رہتے تہے[۹۴]۔ اس کی ایک تصنیف کا تذکرہ آگے آئے گا۔

---

۹۱ جاحظ کا حال تو سیکڑون تصنیفات مین مذکور ہے، باقی اورون کا ذکر مروج الذہب اور شرح ملل ونحل مین اجمالاً کیا گیا ہے ۹۲ خزانۃ الحکمۃ وہ محکمہ تہا جسمین تمام دنیا کے علوم وفنون کی کتابین ترجمہ کی جاتی تہین، اسکا مفصل حال ہماری کتاب رسائل شبلی مین مذکور ہے۔ ۹۳ کتاب الفہرست صفحہ ۱۷۶۔ ۹۴ آل نوبخت کے لئے دیکھو ابن الندیم صفحہ ۱۷۶، ۱۷۷، ۴ و ۲۷۴ و ۲۴۴۔

علم کلام اگرچہ ابتدا سے برابر ترقی کرتا جاتا تھا لیکن چوتھی صدی میں وہ درجۂ کمال تک پہنچ گیا۔

چوتھی صدی کے متکلمین

اسوقت تک علم کلام پر مستقل تصنیفات لکھی جاتی تھیں لیکن قرآن مجید کی کوئی مفصل تفسیر اس اصول پر نہیں لکھی گئی تھی کہ قرآن مجید میں جو کچھ مذکور ہے عقل کے موافق ہے، اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہے۔ اس ضرورت کو اس صدی کے چند مشہور عالموں نے پورا کیا یعنی ابو مسلم اصفہانی۔ ابوبکر اصم۔ ابو القاسم بلخی۔ قفال کبیر۔

ابو مسلم کا نام محمد بن بحر اصفہانی ہے۔ علامہ ذہبی نے محمد بن علی بن مہر یزد لکھا ہے ابن الندیم نے اسکو مشہور بلغاء[51] کی فہرست میں داخل کیا ہے اور لکھا ہے کہ "کان کاتباً مترسلاً بلیغاً متکلماً جدلاً" اسکی تفسیر کا نام جامع التاویل لمحکم التنزیل ہے اور صاحب کشف الظنون کے بیان کے موافق ۱۴ جلدوں میں ہے۔ ابو مسلم نے ۳۲۲ھ میں وفات پائی[52]

یہ تفسیر اس رتبہ کی ہے کہ باوجودیکہ اسکے مصنف پر اعتزال کا داغ ہے تاہم امام فخر الدین رازی اسکی نسبت لکھتے ہیں۔ "و ابو مسلم حسن الکلام فی التفسیر کثیر الغوص علی الدقائق واللطائف"[53] یعنی ابو مسلم کا کلام تفسیر میں نہایت خوب ہوتا ہے۔ وہ باریک اور لطیف باتوں کو ڈھونڈ کر نکالتا ہے" بہت سے مسائل میں ابو مسلم منفرد ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ناسخ و منسوخ ہونے کا وہ قطعاً منکر ہے، امام رازی تمام اُن آیتوں کی تفسیر میں جنکو لوگوں نے منسوخ مانا ہے ابو مسلم کا قول اور اسکی توجیہ نقل کرتے ہیں اور ہر جگہ ان کے طرز بیان

[51] فہرست ابن الندیم صفحہ ۱۳۶ - [52] کشف الظنون [53] تفسیر کبیر سورۂ آل عمران آیت قال رب اجعل لی آیۃ

Marfat.com

سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ **ابومسلم** کی اس رائے کے ساتھ متفق ہیں۔

ابوالقاسم بلخی کا پورا نام عبداللہ بن احمد بن محمود **کعبی** ہے ابن خلکان نے اسکا نام اس عنوان سے لکھا ہے **العالم المشہور** اور اُسکے حالات کے ذیل میں لکھا ہے وَكَانَ مِن كِبَارِ المُتَكَلِّمِين۔ امام رازی تفسیر میں اسکے اقوال اکثر نقل کرتے ہیں۔ کشف الظنون میں ہے کہ اسکی تفسیر بارہ جلدوں میں ہے اور اُس سے پہلے اتنی بڑی تفسیر کسی نے نہیں لکھی تھی، ۳۱۷ھ میں وفات پائی۔

تفسیر کے سوا اوسکی اور بہت سی تصنیفات ہیں، مثلاً عیون المسائل **مقالات**۔ اہل کتاب اور فلسفیوں سے اکثر مناظرے کئے اور اُنکو شکستیں دیں۔ خراسان میں اسکی قوت تقریر سے بہت سے لوگ راہ راست پر آئے[۱]۔

ابو بکر اصم کا نام عبدالرحمن بن کیسان ہے، اسکے زیادہ حالات معلوم نہیں، کشف الظنون میں اسکی تفسیر کا ذکر ہے اور امام رازی اسکی تفسیر سے اکثر نقل کرتے ہیں۔

قفال۔ بہت بڑے مشہور عالم ہیں۔ انکا پورا نام محمد بن علی بن اسمٰعیل ہے، وہ تفسیر، حدیث، فقہ اور علوم ادبیہ کے امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ محدثین نے انکا تذکرہ نہایت مدح کے ساتھ کیا ہے۔ علامہ ابن السبکی۔ طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں

كَانَ اِمَامًا فِي التَّفْسِيرِ اِمَامًا فِي الْحَدِيث۔ اِمَامًا فِي الْكَلَام۔ اِمَامًا فِي الْاُصُول۔ اِمَامًا فِي الْفُرُوع یعنی وہ تفسیر میں۔ حدیث میں۔ کلام میں۔ اصول میں۔ فروع میں۔

---

[۱] شرح ملل ونحل حالات کعبی۔

Marfat.com

امام تھے - علامہ موصوف نے اور بہت سے محدثین کے اقوال انکی شان مین نقل کیے ہین
قفال امام ابوالحسن اشعری کے معاصر تھے، اور امام اشعری نے اُن سے
فقہ پڑہی تھی - ۳۶۵ھ مین وفات پائی - ایک پُرلطف بات یہ ہے کہ چونکہ اُنھون نے
اُصول عقلیہ کے مطابق تفسیر لکھی اس لیئے لوگون نے انکی نسبت اعتزال کی بدگمانی کی
لیکن مشکل یہ تھی کہ تمام شافعیہ اُنکو امام وقت تسلیم کرتے تھے - اس لیئے یہ تاویل کرنی پڑی
کہ ابتدا مین وہ معتزلی تھے پہر اشعری ہوگئے چنانچہ ابن عساکر سے اس مضمون کی ایک
روایت منقول[۱] ہے -

ابو سہل صعلوکی سے کسی نے انکی تفسیر کی نسبت پوچھا - انہون نے کہا - وہ مقدس
بھی ہے اور نجس بھی نجس اسوجہ سے کہ مذہب اعتزال کی تائید کی ہے"

پانچوین صدی

پانچوین صدی مین اگرچہ مختلف اسباب کی وجہ سے جنکی تفصیل آگے آئیگی علم کلام
کو زوال شروع ہوچکا تھا - تاہم بعض بعض متکلمین بڑے بڑے رتبہ کے ہوے، انمین
سے ابو الحسین محمد بن علی البصری - ابو اسحاق اسفرائنی - قاضی عبدالجبار معتزلی بہت بڑے
درجہ کے لوگ تھے، ابو الحسین بصری اس رتبہ کا شخص تھا کہ ابن خلکان کا بیان ہے
کہ اصول فقہ مین امام رازی کی کتاب المحصول اُسکی ایک تصنیف کا خلاصہ ہے جسکا نام
معتمد ہے ابن خلکان نے اُسکی نسبت یہ الفاظ لکھے ہین -
کان جیّد الکلام - امام وقتہ - انتفع الناس بکتبہ - یعنی انکا کلام نہایت عمدہ ہوتا ہے

[۱] طبقات الشافعیہ ذکر قفال -

Marfat.com

وہ اپنے وقت کے امام تھے لوگوں نے ان کی تصنیفات سے فائدہ اٹھایا۔

انکی اور بہت سی تصنیفات ہیں جنہیں سے تصفح الادلۃ - دو جلدون مین - اور غرر الادلہ ایک ضخیم مجلد مین ہے ابو الحسین نے ۴۳۶ھ مین وفات پائی - قاضی صیمری سے جو علماے حنفیہ مین بہت بڑے نامور فقیہ گذرے ہین انکے جنازہ کی نماز پڑہائی -

ابو اسحاق اسفرائنی کا نام ابراہیم بن محمد ہے - شافعیون مین کوئی شخص انکا ہمسر نہ تھا - محدثین بھی انکو امام وقت تسلیم کرتے تھے - ۴۱۸ھ مین وفات پائی - خاص علم کلام مین انہون نے جو کتاب لکھی وہ (۵) جلدون مین ہے اور اسکا نام جامع الحلی فی اصول الدین والرد علی الملحدین[1] ہے -

اس صدی مین علم کلام کی تاریخ کا ایک نیا صفحہ شروع ہوتا ہے - اس وقت تک فقہا و محدثین، علم کلام سے بالکل الگ تھے، اکثر تو اس فن کو ذریعہ گمراہی جانتے تھے، جنکو اسقدر شدت نہ تھی وہ کم سے کم بیکار و لغو خیال کرتے تھے، ممالک مشرقیہ مین اب بھی یہی حالت تھی لیکن اسپین کو یہ فخر نصیب ہوا کہ حدیث اور کلام نے ایک بزم مین جگہہ پائی - علامہ ابن حزم ظاہری جو ۳۸۴ھ مین قرطبہ (کارڈوا) مین پیدا ہوے اور سلطان منصور محمد بن ابی عامر کے دربار مین وزارت کا رتبہ حاصل کیا، فقہ و حدیث کے امام تھے، محدثین عموماً انکی جلالت شان کے معترف ہین امام ذہبی نے طبقات الحفاظ مین انکا نہایت مفصل تذکرہ لکھا ہے - اور حدیث مین انکو امام فن تسلیم کیا ہے، مسلمانون

[1] ابو اسحاق کا مفصل تذکرہ ابن خلکان اور طبقات الشافعیہ مین ہے -

مین جن لوگون کا فضل وکمال، معمولی طاقت بشری سے بالاتر خیال کیا گیا ہے، ایک انمین علامہ موصوف بھی ہین، انکی تصنیفات قریباً چار سو ہین اور اسی ہزار صفحون مین ہین - انمین سے ایک نہایت ضخیم کتاب الایصال ہے، جسمین فقہ کے تمام مسائل اس التزام کے ساتھ لکھے ہین کہ ہر مسئلہ کے متعلق صحابہ، تابعین، مجتہدین، اور ائمہ حدیث کی رائین نقل کی ہین، پھر ہر ایک کے دلائل بیان کیے ہین، اور انمین محاکمہ کیا ہے، اسی قسم کی دوسری کتاب محلی ہے جو بالکل مجتہدانہ انداز پر لکھی ہے، وہ کسی کے مقلد نہ تھے اور تصنیفات مین بھی یہی انداز ہے -

اسپین مین علم کلام

منطق وفلسفہ کا پڑھنا اگرچہ اسپین مین خطرناک تھا، یہان تک کہ فلسفہ کے لفظ کو بھی بولکر کہتے تھے[۵۱] لیکن علامہ ابن حزم نے رائے عام کی پروا نہ کرکے محمد بن حسن کنانی سے ان فنون کی تحصیل کی، اور یہ کمال پیدا کیا کہ ایک کتاب منطق مین اس طرز پر لکھی کہ تمام اصطلاحین بدل دین اور ہر مسئلہ کی مثال، فقہی مسائل سے دی، اس کتاب کا نام تقریب ہے[۵۲] -

ابن حزم نے علم کلام مین دو کتابین لکھین، ایک مین توراۃ اور انجیل کی تحریف کا بیان ہے - ابن خلکان کا دعوی ہے کہ اس مضمون پر یہ پہلی تصنیف ہے - دوسری کتاب کا نام الفصل فی الملل والاہوا والنحل ہے، اسمین دہریہ، فلاسفہ، مجوس، نصاری، یہود کے اصول عقاید بیان کیے ہین پھر انکا رد کیا ہے، اسلامی تمام فرقون کے عقاید بھی تفصیل

۵۱ نفح الطیب ۵۲ ابن خلکان مین ابن حزم کے حال مین یہ پوری تفصیل ہے -

سے لکھے ہین اور تقریظ و تنقید کی ہے۔ یہ کتاب مصر مین چھپ رہی ہے اور پہلا حصہ چھپکر شایع ہوگیا ہے۔

علامہ ابن حزم چونکہ کسیکے مقلد نہ تھے، اور ائمہ مجتہدین پر نہایت آزادی اور بیباکی سے نکتہ چینیان کرتے تھے اس لئے تمام فقہا اُن کے دشمن ہوگئے اور اعلان کرادیا کہ کوئی اُن سے ملنے نہ پاے، اسپر بھی اکتفا نہ کرکے شہر بدر کرادیا اور بیچارے نے اسی آوارگی کی حالت مین صحراے لبلہ مین وفات پائی، تاریخ وفات ۲۸ شعبان ۴۵۶ھ ہے“

یہ ابن خلکان کا بیان ہے۔ لیکن ہماری راے یہ ہے کہ ابن حزم کا بڑا جرم منطق و کلام کی طرف رخ کرنا تھا۔

اسپین مین ابن حزم کے سوا (ابن رشد کے زمانہ تک) علم کلام کی طرف کسی نامور شخص نے توجہ نہین کی، اسکی وجہ خود ابن حزم ایک رسالہ مین جو اسپین کی مفاخر مین ہے لکھتے ہین ”ہمارے ملک مین چونکہ مختلف فرقے نہین ہین، نہ مسایل عقاید پر بحثین ہوتی ہین اس لئے یہان اور علوم کی طرح علم کلام کو ترقی نہین ہوئی، تاہم یہان بعض معتزلہ مثلاً خلیل بن اسحاق یحیی بن السمینۃ۔ موسی بن حدیر۔ احمد بن حدیر۔ نے اس فن مین کتابین لکھین، خود مین نے اپنے محدثانہ عقیدہ پر متعدد کتابین لکھین[۱]“

علم کلام کے دور اول کا یہ نفس باز پسین تھا۔ جسکے بعد اسکا بالکل خاتمہ ہوگیا حقیقت یہ ہے کہ علم کلام کا تنزل درحقیقت چوتھی صدی کے اخیر سے شروع ہوچکا تھا، یعنی اسوقت

---

[۱] نفح الطیب مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۲۰۔

Marfat.com

علم کلام کا تنزل

سے جبکہ دولت عباسیہ کے زور و اقتدار مین فرق آچلا تھا **علم کلام** حکومت کے سایہ مین پیدا ہوا تھا، اور حکومت ہی کے دامن مین پلا تھا، عوام شروع ہی سے اُسکو بُری نظر سے دیکھتے تھے لیکن چونکہ سلطنت حامی تھی کچھ کر نہین سکتے تھے، خلفاے عباسیہ کو شاہنشاہی کے ساتھ، خلافت یعنی مذہبی افسری بھی حاصل تھی۔ جمعہ مین وہ خود خطیب اور امام ہوتے تھے عیدین مین خود نماز پڑہاتے تے، احکام فقہیہ مین خود اجتہاد کرتے تے، اِس بنا پر وہ فقہا سے دبتے نہ تھے۔

چوتھی صدی سے اُنکی حکومت و اقتدار مین زوال آنا شروع ہوا اور عنانِ سلطنت دیلم اور ترک کے ہات مین آگئی، ترک اپنے زور و قوت کی وجہ سے تمام عالم پر چھا گئے لیکن جسقدر اُن کے دست و بازو قوی تے اسیقدر دل و دماغ ضعیف تہا۔ مذہبی علوم سے وہ بالکل عاری تہے، اور اسوجہ سے حکومت مین مذہب کا جو حصّہ ملا ہوا تھا اُس سے انکو دستبردار ہونا پڑا، وہ نہ امامت کرسکتے تھے، نہ خطبہ دے سکتے تھے، نہ کسی مسئلہ پر راے قائم کرسکتے تے، اِس بنا پر مذہبی حکومت فقہا کے ہات مین آگئی، یا یہ حالت تھی کہ خلقِ قرآن کے مسئلہ پر مامون الرشید نے تمام علما کو مناظرہ کی دعوت دی اور شرط کی کہ کوئی شخص مجھکو معتقد کردے تو مین اپنے عقیدہ سے باز آجاؤن یا یہ حالت ہوئی کہ محمود غزنوی نے جب تحقیق حق کے لیے حنفیہ اور شافعیہ مین مناظرہ کرایا تو انکے لیے ایک عربی دان عیسائی کو طلب کرنا پڑا۔

غرض ترکون کا زور بڑہتا تھا کہ علم کلام مین ضعف آگیا، خیالات کی آزادی [illegible]

Marfat.com

اور عقلی روشنی بالکل ماند پڑ گئی۔

دور دوم

اشاعرہ

علم کلام کا یہ طریقہ، اگرچہ ابتداءً نقلی تھا، لیکن امام غزالی کے زمانہ سے عقلی ہو گیا، اس بنا پر۔ ہمکو اگرچہ امام غزالی ہی کے زمانہ سے اسکی تاریخ شروع کرنی چاہیے لیکن چونکہ امام غزالی نے اس طریقہ کی بنیاد، امام اشعری کے داغ بیل پر رکھی تھی اسلیئے ہم اشعری ہی سے ابتدا کرتے ہین۔

امام اشعری کا نام علی بن اسمعیل ہے، سنہ ۲۷۰ھ مین بمقام بصرہ پیدا ہوے اور سنہ ۳۳۰ھ مین بمقام بغداد وفات پائی۔ انہون نے ابتداءً مین **عبدالوہاب جبّائی** معتزلی سے تعلیم پائی تھی۔ ایک دن خواب مین ہدایت ہوئی جسکی بنا پر انہون نے بصرہ کی جامع مسجد مین جا کر اعلان دیا کہ مین نے معتزلہ کے عقائد سے توبہ کی، اسکے بعد بغداد جا کر حدیث و فقہ کی تکمیل کی اور معتزلہ کی رد مین نہایت کثرت سے کتابین لکھین۔ شافعیون مین انکی بڑی قدر و منزلت ہوئی اور سیکڑون ہزارون علما اُن کے شاگرد ہو گئے[1] ان مین سے مشہور بزرگون کے نام یہ ہین۔ ابو سہل صعلوکی۔ ابو بکر قفال۔ ابو زید مروزی

---

[1] امام اشعری کے حالات و عقائد مین محدث بن عساکر دمشقی نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسکا نام تبیین کذب المفتری ہے یہ کتاب یورپ مین چھپ گئی ہے فرنچ زبان مین اسکا ترجمہ بھی ہو گیا ہے۔

Marfat.com

زاہربن احمد - حافظ ابوبکر جرجانی - شیخ ابومحمد طبری - ابوعبداللہ طامی - ابوالحسن باہلی - بندار بن حسن صوفی - یہ لوگ اگرچہ خود بھی مشہور اور نامور تھے، لیکن اُنکے شاگرد مثلاً ابوبکر باقلانی ابواسحاق اسفرائنی - ابوبکر بن فورک - اور پھر اُنکے شاگرد امام الحرمین، وغیرہ اِن سے بھی زیادہ نامور ہوئے - اِن لوگون کی عظمت و اقتدار کی وجہ سے امام اشعری - کی تصنیفات تمام دنیا مین پھیل گئین، اور اُنکا مرتبہ علم کلام، تمام دنیا کا علم کلام بن گیا -

امام اشعری - تک اِس علم کلام مین فلسفہ کی آمیزش نہ تھی - علامہ باقلانی نے چند مسائل اسمین اضافہ کئے مثلاً یہ کہ جوہر فرد ثابت ہے - خلا ممکن ہے - عرض - عرض کے ساتھ قائم نہین ہوسکتا - عرض دو زمانہ تک نہین رہ سکتا - باقلانی - کے بعد امام الحرمین (امام غزالی کے اُستاد) نے علم **کلام** پر ایک مبسوط کتاب لکھی - پھر اُسکو مختصر کرکے اُسکا نام **ارشاد** رکھا امام الحرمین اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام تھے اور عراق سے لیکر عرب تک اُنہی کے فتوی چلتے تھے - اِس بنا پر اُنکی تصنیفات گھر گھر پھیل گئین[۵۱] -

اِس زمانہ تک محدثین و فقہا مین منطق و فلسفہ کا مطلق رواج[۵۲] نہ تھا اور اسوجہ سے یہ علم کلام جو کچھ تھا صرف اسلامی فرقون کے رد و ابطال مین تھا جنکو یہ لوگ مبتدعہ کہتے تھے - غیر مذہب والون کی رد مین کچھ لکھا بھی جاتا تھا تو استدلال مین اسلامی ہی روایتین اور سندین پیش کیجاتی تھین - امام غزالی - المنقذ من الضلال مین لکھتے ہین -

۵۱ ابن خلدون نے مقدمہ مین علم کلام کی تاریخ پر ایک مضمون لکھا ہے - یہ واقعات زیادہ تر اسی سے ماخوذ ہین -

۵۲ مقدمہ ابن خلدون ذکر علم کلام -

Marfat.com

ثم انی ابتدأت بعلم الکلام فحصّلتہٗ و عقلتہٗ وطالعت کتب المحققین منھم وصنفت فیہ ما اردت ان اصنف فصادفتہٗ علماً وافیاً بمقصودہٖ غیر وافٍ بمقصودی وانما مقصودہٗ حفظ عقیدۃ اھل السنۃ وحراستھا عن تشویش اھل البدعۃ۔
وھذا قلیل النفع فی جنب من لا یُسلّم سوی الضروریات شیئاً اصلاً

پھر مین نے علم کلام کو دیکھنا شروع کیا۔ چنانچہ اس کو حاصل کیا، اور سمجھا، اور محققین کی کتابین دیکھین، اور خود بھی جو تصنیف کرناچاہا تصنیف کیا۔ لیکن دیکھا تو وہ علم اپنے مقصد کے لئے کافی ہے لیکن میرے مقصد کے لئے کافی نہین۔ اسکا مقصد صرف اس قدر ہے کہ اہل سنت کے عقیدہ کو بدعتیون کی رخنہ اندازی سے محفوظ رکھا جائے۔
اور اُس شخص کے مقابلہ مین چندان مفید نہین۔ جو بدیھیات کے سوا اور کسی چیز کو تسلیم نہ کرتا ہو۔

بہرحال اس علم کلام کا ایک دفتر تیار ہوگیا۔ اور امام ابوالحسن اشعری، اسکے بانی قرار پائے۔ امام ابوالحسن اشعری کی تصنیفات مین سے مقالات الاسلامیین ہم نے دیکھی ہے اور کتاب الابانۃ وغیرہ کی عبارتین۔ ابن القیم نے اجتماع الجیوش الاسلامیۃ مین بالفاظھا نقل کی ہین۔ ان کتابون مین اہل سنت کے جو عقیدے قرار دیے ہین۔ امام غزالی نے احیاء العلوم کے دیباچہ مین قواعد العقائد کے نام سے شامل کئے ہین، امام غزالی کے بعد امام رازی نے ان مسائل کو زیادہ صاف کیا، امام رازی کے بعد سب انہی کے خوشہ چین ہوتے آئے۔

اس علم کلام کے جو مہمات مسائل ہین اور جو اشعریون کے نزدیک سنت اور اعتزال

مین حد فاصل ہین- انکو ہم اس مقام پر امام غزالی و رازی و اشعری کے اصل الفاظ مین لکھتے ہین-

١- انہ یجوز علی اللہ سبحانہ ان یکلف الخلق ما لا یطیقونہ خلافاً للمعتزلة -	خدا کو جایز ہے کہ انسان کو اس کام کی تکلیف دے جو اسکی طاقت سے باہر ہے-
٢- ان للہ عزّ وجلّ ایلام الخلق وتعذیبہم من غیر جرم سابق ومن غیر ثواب لاحق خلافاً للمعتزلة-	خدا کو حق ہے کہ وہ مخلوقات کو عذاب دے بغیر اسکے کہ ان کا کوئی جرم ہو یا انکو ثواب ملے -
٣- انہ تعالیٰ یفعل بعبادہ ما یشاء فلا یجب علیہ رعایة الاصلح لعبادہ -	خدا اپنے بندون کے ساتھ جو چاہے کرے اس کے لئے یہ ضرور نہین کہ وہ کام کرے جو مخلوقات کے لئے مناسب ہون -
٤- ان معرفة اللہ سبحانہ وطاعتہ واجبة بایجاب اللہ وشرعہ لا بالعقل خلافاً للمعتزلة-	خدا کا پہچاننا شریعت کی رو سے واجب ہے نہ عقل کی رو سے -
٥- المیزان وھو حق ووجھہ ان اللہ تعالیٰ یحدث فی صحایف الاعمال وزناً -	ترازو حق ہے اور وہ اسطرح کہ خدا نامہ اعمال کے دفترون مین وزن پیدا کریگا -
(یہ تمام عقاید انہی عبارتون کے ساتھ احیاء العلوم امام غزالی مین مذکور ہین)	
٧- قال اصحابنا دلت الایة علی انہ تعالیٰ	ہمارے اصحاب (اشاعرہ) اس بات کے قایل ہین

Marfat.com

لا یراعی مصالح الدین والدنیا (تفسیر کبیر سورہ مایدہ۔ آیت ولیزیدن کثیراً منھم ما انزل الیك من ربك طغیاناً وکفراً۔)	کہ آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ۔ دین اور دنیا کی مصلحتوں کا لحاظ نہیں رکھتا۔
٦۔ انّ البنیة لیست شرطاً فی الحیواۃ فالنّار علی ماھی علیه یجوز ان یخلق الله الحیواۃ والعقل والنّطق فیھا وعند المعتزلة ذلك غیر جایز۔[٥]	زندگی کے لیے کوئی جسم بخاص بناوٹ شرط نہیں، مثلاً آگ میں خدا عقل اور زندگی و گویائی پیدا کرسکتا ہے معتزلہ اسکے خلاف ہیں۔
٧۔ لا یمتنع ان یحضر عندنا جبال شاھقة واصوات عالیة ونحن لا نبصرھا ولا نسمعھا ولا یمتنع ایضاً ان یبصر الاعمی اللذی یکون بالمشرق بقة بالمغرب وبالجملة فبینکر جمیع تاثیرات الطبایع والقوی (مطالب عالیہ امام رازی بحث شبہات برنبوت)	یہ جایز ہے کہ ہمارے سامنے اونچے پہاڑ موجود ہوں، اور بلند آوازیں آتی ہوں، اور ہمکو دکھائی اور سنائی نہ دیں اسیطرح یہ بھی جایز ہے کہ ایک اندھا مشرق میں بیٹھا ہوا مغرب کے ایک مچھر کو دیکھ لے مختصر یہ کہ امام اشعری طبیعت اور قوی کی تمام تاثیرات کے منکر ہیں۔ (مطالب عالیہ)
٨۔ امّا اھل السّنة فقد جوزوا ان یقدر السّاحر علی ان یطیر فی الھواء ویقلب	اہل سنت کے نزدیک جادوگر اسبات پر قادر ہے کہ ہوا میں اڑے، آدمی کو گدھا اور گدھے کو

[٥] تفسیر کبیر تفسیر سورہ فرقان آیت اذا راتھم من مکان بعید۔

Marfat.com

الانسان حمارًا والحمار انسانًا (تفسیر کبیر قصۂ ہاروت وماروت)	آدمی بنادے، (تفسیر کبیر قصہ ہاروت وماروت)
(۱۰) لا تاثیر لقدرۃ العبد فی افعالہ	آدمی کے افعال مین - آدمی کی قدرت کا کچھ اثر نہین -
(۱۱) ان اللہ یرید الکفر من الکافر والعصیان من العاصی -	کافر کا کفر اور گنہگار کا گناہ خود خدا نے چاہا تھا

(یہ عقاید تمام کتب عقاید مین مذکور ہین)

یہ وہ عقائد ہین جو اشعریہ کے ساتھ مخصوص ہین - ان کے سوا اور بھی عقاید ہین جنکو اجمالاً امام غزالی نے احیاء العلوم کے شروع مین نقل کردیا ہے اور پھر انکی تفصیل کی ہے ہم اس موقع پر انکو احیاء العلوم سے نقل کرتے ہین -

رکن اوّل

ذات الٰہی

اس کے اصول عشرہ یہ ہین - خدا موجود ہے - واحد ہے - قدیم ہے - جوہر نہین ہے جسم نہین ہے - عرض نہین ہے کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہین ہے کسی مکان مین نہین ہے - وہ نظر آسکتا ہے - ہمیشہ رہے گا -

Marfat.com

رکن دوم

صفات الہی

اس کے اصول عشرہ یہ ہین۔ خدا زندہ ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ صاحب ارادہ ہے سنتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ بولتا ہے۔ حوادث کا محل نہین۔ اسکا کلام قدیم ہے۔ اسکا علم وارادہ قدیم ہے۔

رکن سوم

افعال الہی

اسکے اصول عشرہ یہ ہین۔ افعال عباد کا خالق خدا ہے۔ افعال عباد اُنہی کے مکتسب ہین۔ خدا نے ان افعال کا ہونا چاہا۔ خدا نے خلق واختراع جو کیا یہ اُسکا احسان ہے۔ خدا کو جائز ہے کہ تکلیف مالا یطاق دے۔ خدا کو جائز ہے کہ بے گناہ کو عذاب دے۔ خدا پر مصلحت کی پابندی نہین۔ واجب وہی چیز ہے جو شرع کی رو سے واجب ہے۔ انبیا کا مبعوث ہونا ممکن ہے۔ محمد رسول اللہ کی نبوت معجزات سے ثابت ہے۔

رکن چہارم

سمعیات

اسکے اصول عشرہ یہ ہین۔ قیامت۔ منکر نکیر۔ قبر کا عذاب۔ میزان قیامت۔ پل صراط

Marfat.com

بہشت و دوزخ کا وجود - احکام امامت - صحابہ کی فضیلت بہ ترتیب خلافت - امامت کے شرائط - امام مشروط موجود نہ ہو تو سلطان وقت کے احکام -

امام اشعری کے وہ عقاید جو اُن کے مخصوص عقاید ہین یا جنکو انہون نے اعتزال اور سنّت مین حد فاصل قرار دیا، اس خاص حیثیت سے لحاظ کے قابل ہین کہ ان سے علم کلام کی ایک نئی تاریخ شروع ہوتی ہے، امام اشعری سے پہلے دو فریق تھے، ارباب نقل، وعقل، امام اشعری نے بیچ بیچ کا طریقہ اختیار کرنا چاہا - اور اسلیئے ایسے عقیدے اختیار کیئے جو انکی دانست مین عقل اور نقل دونون سے ربط رکھتے تھے، امام اشعری ارباب نقل کے طریقہ سے اپنے خاص طریقہ تک جس طرح درجہ بدرجہ پہونچے، اسکو دو ایک مثال کے ضمن مین ہم بیان کرتے ہین -

- ارباب نقل عموماً رویت باری کے قایل تھے، حکما اور معتزلہ کو انکار تھا لیکن ارباب نقل جہان رویت باری کے قایل تھے اس بات کے بھی قایل تھے کہ خدا عرش پر متمکن ہے، ذو جہۃ ہے، قابل اشارہ ہے، - امام اشعری نے حکما اور معتزلہ کے برخلاف ارباب نقل کا عقیدہ اختیار کیا لیکن اس بات کے قایل نہ ہو سکے کہ خدا متحیز اور قابل اشارہ ہے کیونکہ علوم عقلیہ کی وجہ سے اسقدر اُنکے نزدیک مُسلّم ہو چکا تھا کہ متحیز ہونا، حادث کا خاصہ ہے - اور خدا حادث نہین ہے - اب یہ مشکل پیش آئی کہ اگر خدا متحیز نہین تو نظر بھی نہین آسکتا کیونکہ جو چیز متحیز نہین وہ نظر نہین آسکتی، بمجبوراً انکو یہ ماننا پڑا کہ کسی شے کے نظر آنے کے لیئے اسکا متحیز یا قابل اشارہ ہونا ضرور نہین، رفتہ رفتہ انکو علم المناظر کے تمام اصولون سے

Marfat.com

انکار کرنا پڑا، شرح مواقف مین ہے۔

اِنّ الاشاعرۃ جوّزوا رویۃ ما لا یکون مقابلاً ولا فی حکمہ۔	اشاعرہ اس بات کو جایز رکھتے ہین کہ ایک چیز با وجود سامنے نہ ہونیکے نظر آسے۔

اب تیسری مشکل یہ پیش آئی کہ اگر خدا نظر آسکتا ہے تو ہمیشہ اُسکو نظر آنا چاہیئے کیونکہ جب اسکا وجود ہی رُویت کے لیئے کافی ہے تو حالت منتظرہ کیا ہے، اور قیامت کی کیا تخصیص ہے، مجبوراً یہ پہلو اختیار کرنا پڑا کہ کسی شے کے نظر آنیکے تمام شرایط کے موجود ہونے کے ساتھ بھی ممکن ہے کہ وہ نظر نہ آسے۔

شرح مواقف مین ہے۔

لا نُسلّم وجوب الرّویۃ عند اجتماع الشّروط الثّمانیۃ۔	ہم یہ تسلیم نہین کرتے کہ آٹھون شرایط کے پای جانیکے ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ وہ شے نظر آسے۔

۲- ارباب نقل عموماً معجزات کے قایل تھے، لیکن اسکے ساتھ سلسلۂ اسباب اور علۃ و معلول، کے منکر نہ تھے بلکہ اس بات کے قایل تھے کہ معجزہ کے وقت خدا استثنار کے طور پر علۃ و معلول کا سلسلہ توڑ دیتا ہے، امام اشعری اسقدر جان چکے تھے کہ جو چیز علۃ تسلیم کرلیجاسے اس سے معلول کبھی مختلف نہین ہوسکتا اس لیئے انہون نے سرے سے اس سلسلہ ہی کا انکار کیا۔ غرض اسیطرح سلسلہ بہ سلسلہ، وہ تمام مسایل عقاید پیدا ہوتے گیئے جنکا ذکر اوپر گذرا، امام غزالی کے زمانہ سے پہلے پہلے، اس علم کلام کا پورا سلسلہ مرتب و مدون ہوچکا تھا۔

Marfat.com

اشعری علم کلام کا یہ پہلا دور تھا - دوسرا دور امام غزالی سے شروع ہوتا ہے جنہوں نے علم کلام کا قالب بدل دیا -

امام غزالی کی خصوصیات

ہم نے امام غزالی کی مستقل سوانح عمری لکھی ہے - اُسمین اُنکے ایجاد کردہ علم کلام سے مفصل بحث کی ہے، اس موقع پر جو باتین اجمالی طور پر ذکر کے قابل ہین یہ ہین -

(۱) امام صاحب پہلے شخص ہین جنہوں نے فلسفہ کی رد مین مستقل کتاب لکھی -

(۲) اب تک فقہا و محدثین - منطق و فلسفہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اسوجہ سے عام نصاب تعلیم مین، یہ علوم سرے سے داخل نہ تھے، امام صاحب نے منطق کا سیکھنا فرض کفایہ قرار دیا - اور فلسفہ کی نسبت تصریح کی کہ چند مسایل کے سوا، باقی باتین مذہب کے خلاف نہین -

(۳) امام صاحب کی بدولت، فلسفہ کو قبولیت کی سند ملی اور مذہب و فلسفہ کی تعلیم ساتھہ ساتھہ ہونے لگی - اس طرز تعلیم نے امام رازی - شیخ الاشراق - علامہ آمدی - عبدالکریم شہرستانی جیسے لوگ پیدا کئے جو معقول و منقول دونون انجمن کے صدر نشین تھے

(۴) امام صاحب نے ابتدا مین، اشعری طریقہ کی حمایت کی لیکن بالآخر انکی یہ راے قایم ہوگئی کہ اشعری طریقہ جمہور کے لئے اچھا ہے لیکن نہ وہ اصل حقیقت پر مشتمل ہے، نہ اس سے حقیقی تشفی ہوسکتی ہے -

(۵) اس بنا پر امام صاحب نے اشاعرہ کے طریقہ سے الگ، مسایل عقاید کی تشریح کی - اس مذاق کے موافق جو کتابین لکھین اُن مین سے چند یہ ہین - جواہر القرآن -

Marfat.com

منقذ من الضلال - مضنون صغیر و کبیر - معارج القدس - مشکوٰۃ الانوار -

(۶) امام صاحب کی یہ راے تھی کہ اسرارِ شریعت عام طور پر ظاہر نہین کیجا سکتے، اس بنا پر اُنہون نے اُنہی کتابون کو اشاعت دی جو اشاعرہ کے اعتقاد کے موافق تہین اور اپنے خاص مذاق کے موافق جو کتابین لکھین انکی نسبت تاکید کی کہ عام طور پر شایع نہ کی جائین -

(۷) اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عام طور پر، امام صاحب کا شمار اشاعرہ ہی مین کیا جاتا ہے، اور اسوجہ سے علم کلام کا جو قدیم سلسلہ چلا آتا تھا اسمین کوئی معتدبہ تغیر بجز اسکے نہین ہوا کہ کلام مین، فلسفہ شامل ہوگیا -

امام غزالی کے بعد اس طرز مین، علامہ محمد بن عبد الکریم نے بڑی شہرت حاصل کی، چنانچہ قوم کی زبان سے انکو افضل کا خطاب ملا - شہرستانی

علامہ موصوف ۴۷۹ھ مین پیدا ہوئے - فقہ کی تکمیل احمد بن خوافی سے کی - اصول کو ابو القاسم قشیری سے حاصل کیا جو مشہور صوفی گذرے ہین - علم کلام کی تکمیل ابو القاسم انصاری سے کی - ۵۱۰ھ مین بغداد گئے اور تین برس تک قیام کیا - یہان اُنکی بڑی قدر و منزلت ہوئی، ان کے وعظ نے خواص کے سوا، عوام مین بھی انکا سکہ بٹھا دیا علامہ موصوف نے فن حدیث مین بھی کمال پیدا کیا چنانچہ مشہور محدث سمعانی انکے شاگرد ہین - علم کلام مین علامہ موصوف کی متعدد تصنیفات ہین نہایۃ الاقدام فی علم الکلام المناہج والبیان - کتاب المضارعہ - تلخیص الاقسام لمذاہب الانام، لیکن انکی زیادہ شہرت

Marfat.com

جس کتاب کی وجہ سے ہوئی وہ ملل ونحل ہے، اس کتاب کے دو حصے ہین، پہلے حصہ مین تمام اسلامی فرقون کے پیدا ہونے اور ترقی پانے کی تاریخ لکھی ہے۔ اسکے ساتھ اُنکے اعتقادات اور مسایل نہایت تفصیل سے لکھے ہین، دوسرے حصہ مین تمام اور مذاہب کی تاریخ لکھی ہے اور خصوصاً حکماے یونان کا حال نہایت شرح وبسط سے لکھا ہے۔

حکماے یونان مین سے ایک ایک کے فلسفہ کا خلاصہ اس جامعیت اور تحقیق سے لکھا ہے جس سے حیرت ہوتی ہے۔ اس کتاب کو یورپ نے نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھا چنانچہ فرنچ زبان مین اسکا ترجمہ کیا گیا اور اصل عربی کے ساتھ چھاپا گیا۔

علامۂ موصوف اگرچہ محدث واعظ اور فقیہ تھے۔ تاہم چونکہ فلسفہ دانی کے مجرم تھے اسلئے بدگمانی کے حملہ سے نہ بچ سکے۔ طبقات الشافعیہ مین علامۂ سمعانی سے منقول ہے کہ ان پر الحاد کا گمان کیا جاتا تھا۔ شہرستانی

صاحب کافی لکھتے ہین۔

لولا تخبطہ فی الاعتقاد ومیلہ الی اہل الزیغ والالحاد لکان ہو الامام فی الاسلام [۵۱]	اگر اُنکے اعتقاد مین تخبطُ نہ ہوتا، اور ملحدون کیطرف مایل نہ ہوتے تو وہ اسلام کے امام ہوتے۔

محدث ابن السبکی کو لوگون کی اس بدگمانی پر اس لحاظ سے تعجب ہے کہ علامۂ موصوف کی تصنیفات بالکل اسکے مخالف ہین، انکی راے ہے کہ علامۂ سمعانی کی کتاب مین کسی نے یہ عبارت الحاق کردی ہے [۵۲] - یہ صحیح ہے۔

۵۱ طبقات الشافعیہ۔ ۵۲ علامۂ شہرستانی کے یہ حالات ابن خلکان اور طبقات الشافعیہ سے ماخوذ ہین۔

Marfat.com

یک زندہ دل نرفت سلامت زخردہ گیر | کین ماجرا بہ خضر علیہ السلام رفت

امام رازی

شہرستانی کے بعد علم کلام کا تاج امام فخر الدین رازی[۵۱] کے سر پر رکھا گیا امام موصوف کا نام محمد بن عمر ہے، ۵۴۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں اپنے والد سے تعلیم پائی۔ کمال سمعانی سے فقہ کی تحصیل کی۔ فقہ کے بعد معقولات کا شوق ہوا، اس زمانہ میں مجد الدین جیلی ان علوم و فنون میں نہایت کمال رکھتے تھے اور امام صاحب کے وطن یعنی رے میں مقیم تھے امام صاحب نے انکی خدمت میں تحصیل شروع کی، چند روز کے بعد مجد الدین جیلی، درس دینے کے لئے مراغہ میں طلب کئے گئے، امام صاحب بھی ساتھ گئے اور مدت تک انکی خدمت میں فلسفہ اور علم کلام کی تحصیل کرتے رہے، فارغ التحصیل ہو کر خوارزم کا رخ کیا وہان مسایل عقاید میں علما سے مناظرہ ہوا جسکی وجہ سے لوگ انکے مخالف ہو گئے اور وہان سے نکلنا پڑا خوارزم سے نکلکر ماورار النہر پہنچے۔ وہان بھی یہی قصہ پیش آیا۔ مجبور ہو کر رے اپنے وطن میں واپس آئے۔ یہان ایک نہایت دولتمند تاجر رہتا تھا۔ اسنے اپنی بیٹیون کی شادی، امام صاحب کے صاحبزادون سے کر دی، چند روز کے بعد وہ مر گیا، چونکہ اسکی اولاد ذکور نہ تھی۔ تمام مال و متاع امام صاحب کے قبضہ میں آیا۔

امام صاحب یا تو بالکل تنگ حال تھے یا دفعتہً اسقدر دولتمند ہو گئے کہ شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان نے اُن سے ایک رقم کثیر قرض لی، جب قرضہ ادا کیا تو اپنی طرف سے صلہ کے طور پر بہت بڑی رقم اسپر اضافہ کی۔ مالی حالت کے ساتھ امام صاحب کا علمی جاہ و جلال

[۵۱] امام رازی کے حالات ابن خلکان اور طبقات الاطبا سے لئے گئے ہین۔

Marfat.com

اس رتبہ پر پہنچا کہ سلاطین عہد خود انکی خدمت مین فخریہ حاضر ہوتے تھے - محمد بن تکش خوارزمشاہ جو اس زمانہ کا سب سے بڑا فرمانروا تھا، اور جسنے خراسان - ماوراء النہر - کاشغر عراق کے اکثر حصے فتح کر لیے تھے اکثر اُن کے دربار مین حاضر ہوتا تھا -

ایک دفعہ جب وہ ہرات کو گئے تو وہان کا فرمانروا حسین خرمین اُنکے استقبال کو نکلا، اور بڑی تعظیم و تکریم سے ساتھ لاکر ایوان شاہی مین اُتارا - پھر ایک بڑا دربار کیا جسمین تمام علماء اور امراء وغیرہ حاضر تھے - امام صاحب صدر مین تشریف فرما ہوئے اُنکے داہنی بائین و ترکی غلامون کی صفین، تلوارین ٹیک کر کھڑی ہوئین، یہ غلام خود امام صاحب کے مملوک تھے اور ہمیشہ اُنکے رکاب مین رہتے تھے - مجلس جم چکی تو حسین شاہ، والی ہرات آیا اور امام صاحب کی خدمت مین آداب بجالایا - امام صاحب نے اسکو اپنے پہلو مین جگہہ دی - تھوڑی دیر کے بعد - شہاب الدین غوری (فاتح ہندوستان) کا بھانجا سلطان محمود آیا - امام صاحب نے اس کو دوسرے پہلو مین جگہہ دی، لوگ آ چکے تو امام صاحب نے نفس کی حقیقت پر نہایت فصاحت و بلاغت سے تقریر کی - اتفاق سے عین تقریر مین، ایک کبوتر جسپر ایک باز نے حملہ کیا تھا اس طرف آنکلا، اور تھک کر ٹھیک امام صاحب کے سامنے گرا، باز آدمیون کا ہجوم دیکھ کر اوس طرف نکل گیا، اور کبوتر کی جان بچگئی، مجمع مین شرف الدین شاعر بھی حاضر تھا، اس نے امام صاحب کیطرف مخاطب ہوکر برجستہ یہ شعر پڑھا جو اُسیوقت موقع کی مناسبت سے موزون ہوا تھا ؎

مَنْ نَبَّأَ الوَرْقَاءَ اَنَّ مَحَلَّكُم	حَرَمٌ وَاَنَّكَ مَلْجَأٌ لِلْخَائِفِ
کبوتر کو یہ کسنے بتا دیا تھا کہ آپ کا آستانہ	حرم ہے اور یہ کہ آپ خوف زدہ لوگون کے پناہ ہین

Marfat.com

امام صاحب اس بدیہہ گوئی پر نہایت محظوظ ہوئے، شاعر کو پاس بُلا کر بٹھایا اور جلسہ کے ختم ہونے کے بعد اسکو خلعت اور زر کثیر انعام کے طور پر دیا۔

امام صاحب زیادہ تر ہرات مین ایوان شاہی مین قیام رکھتے تھے۔ یہ عظیم الشان عمارت، جو ہر قسم کے ساز و سامان سے آراستہ تھی، خوارزم شاہ نے انکو ہبہ کر دی تھی،

یہ تو دُنیوی جاہ و جلال کا نمونہ تھا۔ فضل و کمال کی یہ حالت تھی، کہ ممالک اسلامی کے ہر گوشہ سے لوگ سیکڑون ہزارون کوس کا سفر کر کے آتے تھے، اور مختلف علوم و فنون کے مسائل اُن سے حل کر کے چلے جاتے تھے۔ جب اُنکی سواری نکلتی تھی تو تر یباً تین سو علماٗ اور مستعدین، رکاب کے ساتھ چلتے تھے۔

امام صاحب کا حلیہ یہ تھا۔ متوسط القامۃ۔ دوہرا بدن۔ چوڑا سینہ۔ گھن کی ڈاڑہی۔ آواز بلند اور پُر ہیبت، غرۂ شوال ۶۰۶ھ یکشنبہ کے دن۔ ہرات مین وفات پائی۔

وہ جس طرح تفسیر۔ اُصول اور فقہ کے امام تھے، فلسفہ اور عقلیات مین بھی، اُنکے بعد کوئی شخص ان کا ہمسر نہین پیدا ہُوا، اور اس خصوصیت مین تو قدمٗا بھی اُنکی ہم پایگی کا دعویٰ نہین کر سکتے کہ فلسفہ کے پیچیدہ اور دقیق مسایل اس طرح آسان کر دیے کہ فلاطون اور ارسطو کا سارا بھرم کُھل گیا۔

اس موقع پر ہم اُن کے علمی کمالات کی تفصیل نہین کر سکتے، خاص علم کلام کے متعلق اُنکے جو کارنامے ہین اُنکی تفصیل لکھنے پر اکتفا کرتے ہین۔

۱۔ علم کلام کے متعلق اُنکا بہت بڑا کارنامہ فلسفہ کا رد ہے۔ لیکن زور طبع کی وجہ سے

Marfat.com

علم کلام مین امام رازی کے کارنامے

اسمین انہون نے اسقدر غلو کیا کہ ضروری غیر ضروری کی کچھہ تمیز نہ رکھی بلکہ تمام فلسفہ کو اعتراضات کے تیرون سے چھلنی کردیا، فلسفہ کے سیکڑون مسایل فی نفسہ صحیح تھے، اور مذہب کے مخالف بھی نہ تھے، امام صاحب نے اُن کو بھی نہ چھوڑا، یہان تک کہ جن مسایل پر اعتراض کرنا ممکن نہ تھا مثلاً اثبات باری - توحید باری، وغیرہ اُن پاس پیرایہ مین اعتراض کرتے مین کہ یہ مسایل گو فی نفسہ صحیح ہین لیکن فلاسفہ کا استدلال صحیح نہین، اگرچہ امام صاحب اِس عالمگیر حملہ آوری مین کامیاب نہین ہوسکتے تھے چنانچہ - محقق طوسی - باقر داماد وغیرہ نے ان کے مقابلہ مین فلسفہ کی حمایت کی، تاہم اُن کے اعتراضات کے تھپڑون نے فلسفہ کی عمارت کو بہت کچھہ متزلزل کردیا، علامہ قطب الدین رازی نے جو امام صاحب اور محقق طوسی کے بیچ مین حَکَم ہوکر محاکمہ پر ایک مستقل کتاب لکھی - امام صاحب کے بہت سے اعتراضون کے مقابلہ مین سپر ڈالدی -

۲ - سب سے پہلے امام صاحب ہی نے کلام کو فلسفہ کے انداز پر لکھا - اور فلسفہ کے سیکڑون مسایل علم کلام مین مخلوط کردیے، ان کے بعد متاخرین نے رفتہ رفتہ، علم کلام کو بالکل فلسفہ بنادیا -

۳ - امام صاحب نے علم کلام مین جو کتابین تصنیف کین، ان مین سے بعض کے یہ نام ہین - مطالب عالیہ - نہایۃ العقول - اربعین فی اصول الدین محصّل - البیان والبرہان مباحث عمادیۃ - تہذیب الدلایل - تاسیس التقدیس - ارشاد النظار الی لطایف الاسرار اجوبۃ المسایل النجاریۃ تحصیل الحق - زبدۃ - لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ و الصفات -

Marfat.com

کتاب القضاء و القدر - تعجیز الفلاسفۃ - عصمۃ الانبیا - کتاب الخلق و البعث -
خمسین فی اصول الدین -

انمین سے تین پہلی کتابین ہماری نظر سے گذری ہین - انکی فلسفیانہ تصنیفات بھی
جنمین وہ فلسفہ کا رد کرتے جاتے ہین مثلاً شرح اشارات - مباحث مشرقیہ ایک لحاظ
سے علم کلام مین محسوب ہو سکتے ہین -

۴ - امام صاحب نے علم کلام کی بنیاد اشاعرہ کے عقاید پر قایم کی، اور اس سینہ زوری
سے اسکی حمایت کی کہ اشاعرہ کے جو مسائل تاویل کے محتاج تھے، انمین تاویل کا سہارا بھی
نہ رکھا، اور پھر انکی صحت پر سیکڑون دلیلین قایم کین، مثلاً اشاعرہ اسباب کے قایل تھے کہ
انسان اپنے افعال پر قدرت موثرہ نہین رکھتا - تاہم جبر سے بچنے کے لئے انہون نے
کسب کا پردہ لگا رکھا تھا - امام صاحب نے یہ پردہ بھی اُٹھا دیا اور صاف صاف جبر کا دعوی کیا
چنانچہ تفسیر کبیر مین جابجا اس دعوی کی تصریح کی ہے - اور اسپر دلیلین قایم کی ہین -
اسی طرح خدا کے افعال کا بغیر کسی مصلحت و حکمت کے ہونا - حسن و قبح کا عقلی نہ ہونا
زندگی کے لئے جسم کا مشروط نہ ہونا - دیکھنے کے لئے لون و جسم و جہت کا مشروط نہ ہونا
کسی شے مین کسی خاصیت کا نہ ہونا - اشیاء مین سبب و مسبب کا سلسلہ نہ ہونا، وغیرہ
وغیرہ ان تمام مسایل پر سیکڑون دلیلین قایم کین اور انہی مسایل کو اعتزال اور سنیت کا معیار قرار
دیا چنانچہ اُن کی تمام کتب کلامیہ اور تفسیر کبیر انہی مباحث سے بھری پڑی ہے -
حقیقت یہ ہے کہ یہ مسایل اس قدر رواج عام پا گئے تھے کہ ان سے انکار کر کے

Marfat.com

کوئی شخص زندگی بسر نہین کرسکتا تھا، انہی مسائل کی طرف امام غزالی نے الجام العوام مین اشارہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہین[۵۱]۔

الثانیۃ ان یحصل بالادلۃ الوھمیۃ الکلامیۃ المبنیۃ علی امور مسلمۃ صدق بھا لاشتھارھا بین اکابر العلماء وشناعۃ انکارھا ونفرۃ النفوس عن ابداء المراء فیھا	اعتقاد کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ علم کلام کے دلائل سے حاصل ہو جو وہمی ہین، اور جو ایسے مسائل پر مبنی ہین جنکی تصدیق لوگ اس وجہ سے کرتے ہین کہ وہ علمائے کبار مین مقبول عام ہو چکے، اور اُن سے انکار کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی ان مین شک، وشبہہ کرے تو لوگ اُس سے نفرت کرنے لگتے ہین۔

۵۔ امام صاحب نے اصل حقیقت کے اظہار کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے (۱) جو لوگ اسرار شریعت سے بحث کرتے تھے، اور معقول و منقول مین تطبیق دیتے تھے امام صاحب نے اُنکا نام حکمائے اسلام رکھا۔ تفسیر مین ایک جگہ لکھتے ہین

اجتج حکماء الاسلام بھذہ الایۃ[۵۲] ایک اور موقع پر لکھتے ہین المقام الثانی وھو قول حکماء الاسلام[۵۳]	حکمائے اسلام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ دوسری بحث یہ ہے اور وہ حکمای اسلام کی رائے ہے۔

[۵۱] الجام العوام صفحہ ۲۹ [۵۲] تفسیر آیت الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا [۵۳] تفسیر کبیر سورۂ رعد آیت لہ معقبات من بین یدیہ۔

Marfat.com

ایک اور موقع پر لکھتے ہین و ھو ان جماعۃ من حکماء الاسلام[1] -	اور وہ یہ ہے کہ حکماے اسلام کے ایک گروہ نے -

امام صاحب اِس گروہ کا نام تعظیم کے لہجہ مین لیتے ہین، اور اِن کے اقوال پر نکتہ چینی نہین کرتے بلکہ اکثر جگہہ کنایتہً اور بعض جگہہ صراحتہً انکی تحسین کرتے ہین -

اِن حکما کی زبان سے جن مسایل کو بیان کیا ہے، وہ درحقیقت امام صاحب کے اصلی خیالات ہین، اور وہ علم کلام کی جان ہین - مثلاً قرآن مجید کی اِس آیت کی تفسیر مین لہٗ مُعقّبات الخ مین یہ یہ سوال قایم کیا ہے کہ نامۂ اعمال کے لکھے جانے اور اُنکے تولے جانے سے کیا مراد ہے اور اس سے کیا حاصل ہے؟ اِسکے جواب مین لکھتے ہین کہ یہان دو مختلف رائین ہین - متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ فی الواقع نامۂ اعمال تولے جائین گے اور اس سے غرض یہ ہوگی کہ قیامت مین تمام حاضرین پر یہ آشکارا ہو جائے کہ فلان شخص کے اعمال اچھے ہین، اور فلان شخص کے بُرے "

"حکماے اسلام کی یہ راے ہے کہ انسان جب کوئی کام اچھا یا بُرا کرتا ہے تو اُسکے دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے اور جسقدر یہ افعال مکرّر سرزد ہوتے ہین اِس اثر کا نقش گہرا ہوتا جاتا ہے - یہان تک کہ دل مین نیکی یا بُرائی کا ایک ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے، اسی کا نام کتابتِ اعمال ہے اور چونکہ ہر فعل کچھہ نہ کچھہ اثر پیدا کرتا ہے اِس لئے ہر فعل گویا ایک نقش اور ایک تحریر ہے " (تفسیر کبیر - سورہ رعد)

[1] تفسیر کبیر سورہ ابراہیم آیت قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم -

Marfat.com

یا مثلاً قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر مین قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورۂ ابراہیم) لکھا ہے کہ اہل سنت وجماعت کا یہ مذہب ہے، کہ نبوت ایک منصب ہے خدا جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے، اسکے لئے یہ ضرور نہین کہ پیغمبر مین کوئی خاص قدسی یا اشراقی قوت ہو جسمین وہ دوسرون سے ممتاز ہو" اسکے مقابلہ مین حکماے اسلام کی یہ راے بیان کی ہے کہ "انسان مین جب تک خاص روحانی اور قدسی صفتین نہین ہوتین وہ پیغمبر نہین ہوتا" حکماے اسلام کی اس راے کو ان لفظون سے شروع کیا ہے، واعلم انّ هذا المقام فيه بحثٌ شريفٌ دقيقٌ وهو انّ جماعة من حكماء الاسلام الخ یعنی جاننا چاہئے کہ اس مقام مین ایک دقیق اور نفیس بحث ہے - وہ یہ کہ حکماے اسلام نے الخ

یا مثلاً قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر مین وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (انعام) عام مفسرین کا مذہب بیان کر کے لکھتے ہین وللحکماء فی تفسیر هذه الاٰية كلامٌ عجيب یعنی اس آیت کی تفسیر مین حکمار نے عجیب تقریر کی ہے یا مثلاً اس آیت کی تفسیر مین رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورۂ آل عمران) لکھا ہے کہ قیامت مین انسان کو اپنی گمرہی اور بدکاری پر جو ندامت ہوگی، حکماے اسلام اسی کو عذاب روحانی سے تعبیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ روحانی عذاب جسمانی عذاب سے زیادہ سخت ہے -

بعض جگہ اس گروہ (حکماے اسلام) کو ارباب نظر اور ارباب معقولات سے تعبیر کرتے ہین، مثلاً اس آیت کی تفسیر مین وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ الخ (سورۂ اعراف) مفسرین مین اختلاف ہے، ارباب روایت کہتے ہین کہ خدا نے

Marfat.com

جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو انکی بیٹھہ پر ہاتہہ پھیرا جس سے چیونٹی کیطرح لاکھون جاندار جھڑے، خدانے اُن سے اپنی خدائی کا اقرار لیا، اور پھر انکو حضرت آدم کے بیٹھہ مین واخل کردیا'
امام صاحب اس قول کو نقل کرکے لکھتے ہین کہ قدما رمفسرین مثلاً سعید بن المسیب اور سعید بن جبیر وغیرہ کا یہی مذہب ہے۔

پھر لکھتے ہین کہ ارباب نظر اور ارباب معقول کا یہ قول ہو کہ خدانے انسان کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ گویا وہ خدائی کی شہادت دے رہا ہے' یہ شہادت زبانی نہین بلکہ حالی ہے''۔ امام صاحب اس قول کو نقل کرکے لکھتے ہین وھٰذا القولُ الثانی لاطعن فیہ البتۃ یعنی اس قول پر کچھہ اعتراض نہین ہو سکتا۔

غرض اس پیرایہ مین، اکثر مسایل اعتقادات کے ایسی تشریح و توضیح کی ہے جو فلسفہ اور عقل کے مطابق ہے۔

۲۔ علم کلام کے متعلق سب سے بڑا کام جو امام صاحب نے کیا وہ قرآن مجید کی تفسیر تھی امام صاحب سے پہلے جسقدر تفسیرین لکھی گئی تہین ان مین سے ایک بھی عقلی مذاق پر نہین لکھی گئی تھی یعنی قرآن مجید کے جن مقامات پر مخالفون کی طرف سے اعتراضات وارد کیے جاتے تھے، ان کے جواب کسی نے عقلی اصول کے موافق نہین دیے تھے بلکہ صرف نقل و روایت پر اکتفا کیا تھا۔ معتزلہ نے بے شبہہ اس قسم کی متعدد تفسیرین لکھین تہین، لیکن وہ اسقدر بدنام تھے کہ اُن کی معقول باتون کی طرف بھی کوئی رخ نہین کرتا تھا۔ اشاعرہ کے گروہ مین سے سب سے پہلے امام صاحب نے اس طرز پر تفسیر لکھی، اور اس رتبہ کی لکھی کہ

Marfat.com

آج تک اس سے بہتر نہین لکھی جاسکی - اگرچہ جیساکہ ان کا عام انداز ہے وہ وسعت بیان اور تبحر علمی کے رو مین رطب ویابس کی تمیز نہین کرتے، اور سیکڑون ایسی اوچھی اور سرسری باتین لکھہ جاتے ہین جو ان کے رتبہ کے بالکل شایان نہین ہوتین - تاہم ان حشو اور زوائد کے ساتھہ سیکڑون ایسے دقیق اور معرکۃ الآرا مسائل حل کیے ہین جنکا کسی اور کتاب مین نام و نشان ہی نہین ملتا -

اِس تفسیر مین کتب کلامیہ کی نسبت بہت زیادہ آزادی اور بے تعصبی سے کام لیا ہے جابجا (جیساکہ ابھی گذرا) حکماے اسلام کی رائین نقل کرتے ہین اور گو وہ اشاعرہ کے خلاف ہوتی ہین تاہم انکی تحسین اور تصویب کرتے ہین، اس سے بڑھکر یہ کہ اپنے خاص مخالفین یعنی معتزلہ کی تفسیرون سے مدد لیتے ہین - اکثر جگہہ اُن کے اقوال نقل کرتے ہین اور کسی قسم کی جرح و قدح نہین کرتے بلکہ بعض جگہہ بے اختیار انکی تعریف زبان سے نکل جاتی ہے - سورۂ آل عمران آیت قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ آیَۃً کی تفسیر مین ابومسلم اصفہانی کا قول (جو اور مفسرون کے خلاف ہے) نقل کیا ہے اور بے اختیار یہ الفاظ قلم سے ٹپک پڑے ہین -

وَ اَبُو مُسْلِمٍ حَسَنُ الْکَلَامِ فِی التَّفْسِیْرِ کَثِیْرُ الْغَوْصِ عَلَی الدَّقَائِقِ وَ اللَّطَائِفِ -	ابومسلم کا کلام تفسیر مین خوب ہوتا ہے - وہ اکثر باریک اور لطیف باتون کو تہ تک ڈھونڈ نکالتا ہے -

حالانکہ ابومسلم مشہور معتزلی ہے، اور اسکی تفسیر تمامتر عقلی اصول کے موافق لکھی گئی ہے ایک نہایت مہتم بالشان اور قابل قدر کام جو امام صاحب نے اس تفسیر مین کیا ہے وہ

قرآن مجید کے قصص اور روایات کی صحیح تشریح ہے۔ قرآن مجید مین انبیاے بنی اسرائیل اور اُمم سابقہ کے بہت سے قصے اجمالاً مذکور ہین، ان قصون کے متعلق یہودیون مین نہایت دور از کار اور خلاف عقل سیکڑون روایتین مشہور تھین، یہودی جب اسلام لائے توانہون نے وہ تمام قصے، قرآن مجید کی تفسیر مین شامل کردیے، اور اُن کو قرآن مجید مین چسپان کردیا یہ قصے دلچسپ اور عام فریب تھے اور چونکہ وہ واعظون، اور مذکرون کی گرمی محفل کے لئے جادو کا کام دیتے تھے، ان کو بے انتہا قبول اور فروغ ہوا، نوبت یہ پہنچی کہ تمام تفسیرین ان قصون سے بھرگئین، محدث ابوجعفر محمد بن جریر طبری اس پایہ کے محدث اور مفسر تھے کہ اُن کی تفسیر کی نسبت تمام محدثین وفقہا کا قول ہے کہ اسلام مین اس سے بہتر تفسیر نہین لکھی گئی، تاہم یہ تفسیر[۵۱] بھی اس قسم کے قصون سے خالی نہین، زُہرہ جو بابل کی ایک فاحشہ عورت تھی اسکا اسم اعظم کے اثر سے آسمان پر چلا جانا، اور وہان جاکر ستارہ بنجانا اس تفسیر مین بھی مذکور ہے اور بے سند مذکور ہے۔

اسی طرح حضرت یوسف کا آمادہ گناہ ہونا، حضرت ایوب پر شیطان کا قابو پانا اور انکے مال ومتاع وخاندان کو برباد کرنا۔ حضرت آدم کا اپنے بیٹون کا نام شیطان کے کہنے سے عبدالحارث (حارث شیطان کا نام ہے) رکھنا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین دفعہ جھوٹ بولنا۔ ذوالقرنین کا اُس مقام تک پہونچنا جہان آفتاب پانی کے چشمہ مین غروب ہوتا ہے۔ حضرت داؤد کا اوریا کی بیوی پر مائل ہونا وغیرہ وغیرہ، یہ تمام روایتین تفسیرون مین داخل کرلی گئی ہین

---

۵۱ یہ تفسیر آجکل مصر مین چھپ رہی ہے اور ایک جلد چھپکر آگئی ہے جو ہمارے پیش نظر ہے۔

Marfat.com

اور مذہبی روایتون کا عنصر بنگئی تہین یہی روایتین تہین جنہون نے مخالفین اسلام کو اسلام پر حملہ کرنے کا سب سے زیادہ موقع دیا تھا۔ سب سے پہلے معتزلہ نے ان روایتون سے انکار کیا، لیکن معتزلہ کا کسی چیز سے انکار کرنا لوگون کو اُس چیز کے قبول کرنے پر اور زیادہ ضد دلاتا تہا۔ امام رازی کے زمانہ تک یہ دوراز کار قصے اسی طرح مسلم چلے آئے امام صاحب نے نہایت دلیری اور بے باکی سے ان بیہودہ قصون سے انکار کیا، اور نہایت قوی دلیلون سے ثابت کیا کہ یہ قصے سرتاپا غلط ہین۔

حضرت ابراہیم کے قصہ کے متعلق تفسیر مین لکھتے ہین کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ حضرت ابراہیم کے تین دفعہ جھوٹ کہنے کا واقعہ تو خود احادیث سے ثابت ہے، اس سے کیونکر انکار کیا جا سکتا ہے؟ مین نے جواب دیا کہ حدیث کے راویون کو سچا مانو، تو حضرت ابراہیم کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم کو سچا مانو، تو راویون کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ اب تمکو اختیار ہے، ان مین سے جسکو چاہو جھوٹا مانو اور جسکو چاہو سچا"۔

امام صاحب نے اس تفسیر مین عقاید کے اور سب سے مہتم بالشان مسائل کو عقلی اصول کے موافق حل کیا ہے۔ اس کتاب کے اور حصون مین ہم مناسب موقعون پر ان کا ذکر کرین گے۔

امام صاحب نے اگرچہ معقول کے مقابلہ مین منقول کا پلہ بھاری رکھا، اور معتزلہ وغیرہ کی رد مین مستقل کتابین لکھین تاہم فقہا و محدثین نے ان کے متعلق یہ رائین قایم کین۔

علامۂ ذہبی میزان مین لکھتے ہین۔

Marfat.com

الفخر بن الخطیب صاحب التصانیف
رأس فی الذکاء والعقلیات لکنه عری
من الآثار وله تشکیکات علی مسائل من
دعائم الدین تورث حیرة نسأل الله ان
یثبت الایمان فی قلوبنا۔

فخر ابن الخطیب۔ ذہانت اور عقلیات مین راس و
رئیس ہین لیکن حدیث سے بالکل بے بہرہ ہین۔
اور اُن مسایل پر جو مذہب کے ستون ہین ایسے شکوک
پیدا کئے جن سے حیرت پیدا ہوتی ہے۔ خدا سے
دعا ہے کہ ہمارے دلون مین ایمان کو قایم رکھے۔

حافظ ابن حجر لسان المیزان مین ابن الربیب کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

وکان یعاب بایراد الشبه الشدیدة
ویقصر فی حلها حتی قال بعض المغاربة
یورد الشبه نقداً ویحلها نسیئة۔

ان پر یہ عیب لگایا جاتا تھا کہ وہ نہایت قوی شبہات
پیدا کرتے ہین اور اسکے جواب مین عاجز ہو جاتے
ہین چنانچہ بعض مغربیون نے کہا کہ انکے اعتراضات
نقد ہوتے ہین اور جواب اُدہار۔

پھر اکسیر فی اصول التفسیر کے حوالہ سے لکھتے ہین۔

عن شیخه سراج الدین الرمساجی
المغربی الله صنف کتاب المآخذ فی
مجلدین بیّن فیهما ما فی تفسیر الفخر من
الزیف والبهرج وکان ینقم علیه کثیراً
ویقول یورد شبه المخالفین فی المذهب
والدین علی غایة ما یکون من التحقیق

سراج الدین مغربی نے ایک کتاب جسکا نام ماخذ ہے
دو جلدون مین لکھی جسمین اونہون نے امام رازی کی
تفسیر کی فروگذاشتین اور غلطیان ظاہر کین۔
وہ امام رازی پر سخت اعتراض کرتے تھے اور کہتے
تھے کہ مخالفین مذہب کے اعتراضات نہایت قوت
اور زور دیکر بیان کرتے ہین اور اہل سنت کیطرف سے

Marfat.com

ثم یورد مذهب اهل السنة الحق علی غایة من الوهی - قال الطوفی ولعمری ان هذا دابه فی کتبه الکلامیة حتی اتهمه بعض الناس -	جواب دیتے ہین تونہایت کمزور - طوفی کہتے ہین کہ یہ انکا انداز ہے جو ان کی تمام کتب کلامیہ مین پایا جاتا ہے چنانچہ اس بنا پر بعض لوگون نے ان پر بدگمانی کی -

حافظ ابن حجر نے اس عبارت کے بعد طوفی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام فخرالدین رازی پر بدگمانی صحیح نہین، کیونکہ اگر ان کے کچھہ اور خیالات ہوتے تو اُس کے ظاہر کرنے مین انکو ڈر کسکا تھا" لیکن طوفی کو یہ معلوم نہین کہ امام صاحب پر یہ مصیبت پڑ چکی تھی، حافظ ابن حجر اسی کتاب مین لکھتے ہین وھموا به فاستتر یعنی لوگون نے انکے دار و گیر کا قصد کیا لیکن وہ روپوش ہو گئے" امام صاحب کی بددینی کے ثبوت پر اُنکے جن مسایل سے استدلال کیا گیا ہے انکو حافظ ابن حجر نے اسی کتاب مین ابن خلیل کی زبانی نقل کیا ہے -

ان مذهب الجبر هو المذهب الصحیح وقال بصحة بقاء الاعراض وبنفی صفات الله الحقیقیة وزعم انها مجرد نسب و اضافات کقول الفلاسفة وسلک طریق ارسطو فی دلیل التمانع ونقلوا عنه انه قال عندی کذا وکذا مایة شبهة علی القول بحدوث العالم -	جبر یہ ہی مذہب صحیح ہے - اعراض باقی رہتی ہین خدا کی صفات صرف نسب اور اضافات کا نام ہے جیسے کہ فلاسفہ کہتے ہین - نیز یہ کہ امام رازی نے برہان تمانع مین ارسطو کا طریقہ اختیار کیا - اُن سے یہ بھی منقول ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عالم کے حادث ہونے پر مجھکو سنوا اعتراضات ہین -

Marfat.com

امام رازی کے بعد بلکہ خود اُن کے زمانے مین اسلام کی تباہی کے سامان پیدا ہوچکے تھے یعنی تاتاریون کا طوفان اُٹھنا شروع ہوچکا تھا، اس کے علاوہ امام رازی کی شہرت کے آگے ایک مدت تک کسی کا نام روشن ہونا مشکل تھا، تاہم چونکہ اسلام کے علمی قالب مین کچھ کچھ جان باقی تھی، بعض اشخاص ایسے پیدا ہوئے جنکا تذکرہ علم کلام کی تاریخ مین فروگذاشت نہین کیا جا سکتا - انہین سب سے نامور علامہ سیف الدین آمدی ہین -

علامہ آمدی

انکا پورا نام ابوالحسن علی سیف الدین آمدی ہے - ۵۵۱ھ مین پیدا ہوئے اور ۶۳۱ھ مین وفات پائی - فقہ و اصول وغیرہ بغداد مین پڑہا - معقولات کی تحصیل شام مین کی اور اسمین نہایت کمال پیدا کیا - شام سے مصر گئے اور یہان مدرسہ قرافہ مین نائب مدرس مقرر ہوے، ان کے فضل وکمال کی شہرت روز بروز بڑھتی گئی لیکن یہی شہرت ان کے لئے بلاے جان ہوئی - ابن خلکان کا بیان ہے کہ انکی عام مقبولیت نے فقہار کو ان کا دشمن بنا دیا - یہانتک کہ فقہار نے ایک محضر طیار کیا جسمین اُن پر بدینی - الحاد - زندقہ - فلسفہ پرستی کا الزام لگایا گیا - اس محضر پر تمام فقہار نے دستخط کیے - اور طرہ یہ کہ خود علامہ آمدی کے پاس بہیجا کہ آپ بھی اسپر صاد کیجیے - علامہ موصوف نے یہ شعر اسپر لکہدیا ؎

حسدوا الفتیٰ اذ لم ینالوا سعیہ — فالقوم اعداء لہ وخصوم

علامہ موصوف - شہادت کے ذوق شناس نہ تھے - ورنہ اپنے قاتلون کے ہمزبان بنکر دستخط کر دیتے اور یہ کہتے ؎

بروز حشر اگر پرسند خسرو را چرا کشتی — چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہمان گویم

Marfat.com

بہرحال علامۂ موصوف، مصر سے بھاگ کر شام گئے اور حماۃ مین قیام کیا۔ پھر دمشق مین آئے اور مدرسۂ عزیزیہ مین مدرس مقرر ہوے، لیکن زمانہ ناسازگار تھا چند روز کے بعد معزول کیے گئے آخر خانہ نشین ہوکر بیٹھ رہے اور اسی حالت مین وفات پائی۔

انکی تصنیفات کثرت سے ہین، فلسفیانہ تصنیفات مین، اکثر جگہ ارسطو پر رد کرتے ہین، لیکن امام رازی کی طرح بے احتیاطی سے نہین بلکہ خاص اُنھی باتون کو لیتے ہین جو واقع مین اعتراض کے قابل ہین۔ علم کلام مین اگرچہ وہ اشاعرہ کے پیرو ہین لیکن بعض بعض جگہ، آزادی سے اُن پر نکتہ چینی بھی کرتے ہین۔

علم کلام مین دقایق الحقایق۔ رموز الکنوز۔ ابکار الافکار انکی مشہور کتابین ہین[1]۔

علامۂ آمدی کے بعد پھر کوئی شخص اس رتبہ کا نہین پیدا ہوا جو ذکر کے قابل ہو۔ قاضی عضد، علامۂ تفتازانی وغیرہ نے علم کلام مین بڑی بڑی ضخیم کتابین لکھین اور انھی کتابون کے چند اجزا جو آجکل درس نظامیہ مین داخل ہین، ہمارے علما کا سرمایۂ کمال ہین لیکن اولاً تو جو کچھ ہے۔ امام رازی اور آمدی کی خوشہ چینی ہے، دوسرے ان کتابون مین فلسفہ کے خالص مسایل، اسقدر شامل کر دیے ہین کہ فلسفہ وکلام مین فرق نہین معلوم ہوتا۔

علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ مین سچ لکھا۔

ولقد اختلطت الطریقتان عند ھولاء المتاخرین والتبست مسایل الکلام	متاخرین نے دونون طریقون کو اسقدر رگڈمڈ کر دیا اور فلسفہ وکلام مین اسقدر التباس ہوگیا اور

[1] علامہ آمدی کے مفصل حالات ابن خلکان۔ طبقات الاطبا اور طبقات الشافعیہ مین مذکور ہین۔

بمسایل الفلسفۃ بحیث لا یتمیّز احدُ الفنّین من الآخر ولا یحصُل علیہ طالبُہ من کتبھم -	مین تمیز نہین ہوسکتی - طالب العلم کو ان کتابون سے علم کلام حاصل نہین ہوسکتا -

اشعری علم کلام جس زور شور سے ترقی کر رہا تھا، اس سے امید تھی کہ اسکے ابتدائی نقص نکل جائینگے - اور وہ کمال کے رتبہ تک پہنچکر رہے گا - لیکن غارتگران تاتار کے عروج نے، دفعۃً تمام امیدون کا خاتمہ کر دیا، اس ناگہانی حادثہ کی وجہ سے اسکی علمی ترقی تو رک گئی لیکن اسکی اشاعت مین فرق نہ آیا - بلکہ ایسے اسباب جمع ہوتے گئے کہ رفتہ رفتہ اسنے تمام اسلامی دنیا کو چھا لیا، اس اشاعت اور ترقی کے اسباب **مقریزی** نے تاریخ مصر مین لکھے ہین، ہم اسکی عبارت بعینہٖ نقل کرتے ہین - بیچ بیچ مین بعض مترادف اور غیر ضروری الفاظ چھوڑ دیے ہین -

اشعری طریقہ کی اشاعت اور ابتداری اسباب

ثمّ اٰملک السلطان صلاح الدّین کان ھو و قاضیہ عبدُ الملکِ علیٰ ھذا المذھب وحفظ صلاح الدین فی صباہ عقیدۃً الّفھا لہ قطب الدّین - وصار یحفظُھا صغار اولادہ فلذٰلک عقدوا الخناصر وشدّ والبنان علیٰ مذھبِ الاشعری	جب سلطان صلاح الدین بادشاہ ہوا تو وہ اور اس کے دربار کا قاضی عبد الملک، اسی مذہب (اشعری) پر تھے - صلاح الدین نے بچپن مین وہ مجموعہ عقاید حفظ کیا تھا جو قطب الدین نے اسکے لئے طیار کیا تھا - صلاح الدین کے بچے بھی اسی مجموعہ کو حفظ کرتے تھے - اسیکا

لہ جلد دوم صفحہ ۳۵۸

Marfat.com

وحملوا فی ایام دولتھم کافۃ الناس علی التزامہ فتمادی الحال علی ذلک جمیع ایام الملوک من بنی ایوب ثم فی ایام موالیھم الملوک من الاتراک واتفق مع ذلک توجہ محمد بن تومرت واخذہ عن ابی حامد الغزالی مذھب الاشعری فلذلک صارت دولۃ الموحدین ببلاد الغرب تستبیح دماء من خالف عقیدۃ بن تومرت فکم اراقوا بسبب ذلک من دماء خلائق لا یحصیہا الا اللہ فکان ھذا ھو السبب فی اشتھار مذھب الاشعری وانتشارہ فی امصار الاسلام۔

اثر تہا کہ صلاح الدین اور اس کے خاندان نے اشعری مذہب کی ترویج پر کمر باندہی اور تمام لوگون کو اسکے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ یہی حالت تمام خاندان بنی ایوب اور اُنکے ترکی غلامون کے زمانہ سلطنت مین قایم رہی۔ اِسکے ساتھہ اوہر یہ اتفاق پیش آیا کہ محمد بن تومرت نے امام غزالی سے اشعری مذہب سیکہا تہا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ موحدین کی سلطنت (ابن تومرت نے یہ سلطنت قایم کی تہی) مین اُن لوگون کا خون حلال سمجہا جاتا تہا جو ابن تومرت کے مخالف عقیدہ رکہتے تہے۔ چنانچہ اس بنا پر۔ ان لوگون نے اسقدر بیشمار لوگون کو قتل کیا جنکی تعداد بجز خدا کے کوئی نہین جانتا۔ یہ سبب تہا جسکی وجہ سے اشعری مذہب تمام ممالک اسلامیہ مین پہیل گیا۔

ایک اور موقع پر۔ مورخ مذکور۔ امام اشعری کے عقاید کو نقل کر کے لکہتے ہین۔

Marfat.com

فهذه[1] جملة من اصول عقیدته التی علیها الآن جماهیر اهل الامصار الاسلامیة والتی من جهر بخلافها اریق دمه	یہ اشعری کے عقاید کے چند اصول ہین - اور آج تمام دنیا ی اسلام کا یہی عقیدہ ہے - اور جو شخص اسکی مخالفت کا اظہار کرتا ہے قتل کر دیا جاتا ہے

اشاعرہ کے علم کلام پر ایک اجمالی نظر

اشاعرہ کے علم کلام مین تین قسم کے مسائل ہین -

(۱) خالص فلسفہ کے مسائل -

(۲) فلسفہ کے وہ مسایل جنکو متکلمین مخالف مذہب قرار دیتے ہین -

(۳) خالص اسلامی مسایل -

پہلی قسم کو تو علم کلام سے کچھ واسطہ نہین - دوسری قسم بھی درحقیقت علم کلام سے الگ ہے کیونکہ جن مسائل کو مخالف مذہب سمجھا ہے انکو درحقیقت مذہب سے تعلق نہین - اب صرف خالص اسلامی مسائل رہ جاتے ہین -

ان مسایل مین سے جو مسئلے اشعریہ کے مخصوص مسائل ہین، اور جنکو ہم اوپر نقل کر آئے ہین ان کے اثبات مین اگرچہ امام غزالی و رازی نے بہت کچھ کوششین صرف کین لیکن وہ مسائل ہی اس قسم کے تھے کہ انکے اثبات مین جو کوشش کیجاتی رائگان جاتی -

[1] مقریزی جلد دوم صفحہ ۳۶۰ -

Marfat.com

تم خود انصاف کرو، کہ یہ باتین کہ خدا تکلیف مالایطاق دیتا ہے، مسببات اسباب پر مبنی نہین، جسم شرطِ حیات نہین ہے - جادو سے آدمی گدہا بن جاتا ہے، کس کے ثابت کیئے ثابت ہو سکتے ہین -

باقی تمام مسائل جنہین گویا تمام اسلامی فرقے متحد ہین یعنی اثبات باری - توحید - نبوت قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا - اثبات معاد - ان مسائل کو جسطرح دلائل عقلیہ سے ثابت کیا ہے اس کے اندازہ کرنے کے لیئے ہم بعض مہمات مسایل کو مع اُنکے دلایل کے نقل کرتے ہین -

وجود باری - اسکی دلیل یہ ہے کہ عالم حادث ہے اور جو حادث ہے محتاج علۃ ہے، اس لیئے عالم محتاج علۃ ہے اور اسی علۃ کو ہم خدا کہتے ہین - اس دلیل کا دوسرا جزو محتاج دلیل نہین جزءِ اول کے ثبوت کی متعدد دلیلین ہین - اوّل تو عالم مین جو کچھ ہے وہ یا جوہر ہے یا عرض ہے - عرض کے حادث ہونے مین تو کسیکو شبہہ نہین ہو سکتا - جوہر اس لیئے حادث ہے کہ کوئی جوہر کبھی عرض سے خالی نہین ہو سکتا اور جب عرض حادث ہے تو ضرور ہے کہ جوہر بھی حادث ہو ورنہ اگر جوہر قدیم ہوگا، اور یہ مسلم ہو چکا ہے کہ جوہر بغیر عرض کے نہین ہوتا تو عرض کا بھی قدیم ہونا لازم آئے گا -

دوسری دلیل یہ ہے کہ تمام اجسام یا متحرک ہین یا ساکن - اور حرکۃ و سکون دونون حادث چیزین ہین، اس لیئے تمام اجسام بھی حادث ہونگے - حرکۃ کا حادث ہونا تو اس لیئے ظاہر ہے کہ حرکۃ کی معنی ہی یہ ہین کہ ایک حالت یا ایک مقام سے دوسری حالت یا مقام مین انتقال

Marfat.com

کیا جائے۔ سکون اس لئے حادث ہے کہ حادث نہو تو قدیم ہوگا اور جو چیز قدیم ہے وہ کبھی زایل نہین ہوتی تو لازم آئیگا کہ جو چیز ساکن ہو اوسکا سکون کبھی زایل نہ ہونے پائے۔

اثبات باری کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اجسام تمام متحد الحقیقتہ ہین اور باوجود اس کے انکی خصوصیات مختلف ہین اس لئے ان خصوصیات کا کوئی مخصص ضرور ہے، اور وہی خدا ہے، مثلاً آگ اور پانی، اصل حقیقت کے لحاظ سے متحد ہین اس لحاظ سے چاہئے تھا کہ آگ کا کام جلانا تھا تو پانی بھی جلا سکتا۔ لیکن ایسا نہین بلکہ دونون کی الگ الگ خاصیتین ہین، اس لئے ضرور ہے کہ یہ خاصیتین کسی مخصص نے پیدا کی ہون اور وہی خدا ہے۔

(اثبات باری کی اور دلیلین بھی کتابون مین مذکور ہین لیکن مقدم یہی ہین)

توحید باری۔ یعنی خدا ایک ہے، کیونکہ اگر دو ہون اور خدائی کے تمام صفات دونون مین یکسان درجہ پر پائے جائین تو لازم آئیگا کہ کوئی چیز مخلوق نہ ہو۔ اس لئے کہ تمام مخلوقات، کو دونون کے ساتھ یکسان نسبت ہوگی، اس صورت مین اگر دونون نے ایک چیز کو پیدا کیا تو ایک معلول کے لئے دو علۃ تام کا وجود لازم آئیگا۔ اور اگر صرف ایک نے پیدا کیا تو ترجیح بلا مرجح ہوگی۔

نبوت۔ نبوت کے معنی اشاعرہ کے نزدیک یہ ہین کہ خدا اپنے بندون مین جسکو چاہتا ہے احکام الٰہی کی تبلیغ کا حکم دیتا ہے اسکے لئے اُس شخص مین پہلی سی کسی قسم کی قابلیت اور صفائی نفس کی ضرورت نہین [1]

[1] شرح مواقف باب النبوات۔

Marfat.com

نبوت کا ثبوت معجزہ پر موقوف ہے، معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ فعل خارق عادت ہو۔ خدا کی طرف سے ہو۔ اسکا معارضہ ناممکن ہو۔ مدعی نبوت کی طرف سے ظاہر ہو۔ مدعی نبوت کے دعویٰ کے موافق ہو۔ وہ فعل دعوی نبوت کے پہلے سرزد نہ ہوا ہو۔ ان شرائط کے ساتھ جس سے معجزہ صادر ہو وہ نبی ہے معجزہ کا دلیل نبوت ہونا اس بنا پر ہے کہ جب کسی سے معجزہ سرزد ہوتا ہے تو خدا خود حاضرین کے دل مین اس بات کا یقین پیدا کر دیتا ہے کہ وہ پیغمبر برحق ہے۔

آنحضرت کی نبوت کا ثبوت ۔ یہ مسلم ہے کہ آپ کے زمانہ مین اہل عرب نے فصاحت و بلاغت مین یہ ترقی کی تھی کہ تمام دنیا کو اپنے مقابلہ مین اَلکُن سمجھتے تے اور انکا یہ سمجھنا بجا تھا۔ ایسے زمانہ مین قرآن مجید نازل ہوا اور اس دعویٰ کے ساتھ نازل ہوا کہ اگر تمام دنیا بلکہ تمام انس و جن متفق ہو جائین تب بھی اسکے مثل کوئی کلام مثل نہین کر سکتے۔ تمام عرب نے اس دعوی کے مقابلہ کے لیے اپنی کل قوت صرف کروی لیکن ایک چھوٹی سی چھوٹی سورہ کا بھی جواب نہ ہوسکا۔ اس لیے یہ امر ضرور قابل تسلیم ہوگا کہ وہ خدا کی طرف سے تھا اور معجزہ تھا ورنہ تمام عرب اُس کے مقابلہ سے کیونکر عاجز آسکتا تھا۔

معاد و کیفیات معاد ۔ یعنی قیامت مین تمام انسانون کا اُنھی اجسام سابقہ کے ساتھ محشور ہونا۔ اعمال کا ترازو مین تولا جانا۔ پل صراط سے اُترنا۔ جنت و دوزخ مین جانا وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

ان سب باتون کے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سب باتین ممکنات سے ہین اور چونکہ شارع علیہ السلام نے انکا یقین دلایا ہے اسلئے وہ یقینی ہین۔

اشعری علم کلام کا بڑا حصہ فلسفہ یونان کا رد ہے۔ اسمین شبہ نہین کہ فلسفہ کے جو مسایل اسلام کے خلاف ہین ان کا رد کرنا علم کلام کی جان ہے۔ لیکن متکلمین کو ہمین نہایت سخت غلطیان پیش آئین۔ جن مسائل کو وہ فلسفہ یونان کے مسایل سمجھے وہ درحقیقت انکے مسایل ہی نہ تھے۔ اور جو مسایل درحقیقت انکے تھے وہ بلحاظ اغلب اسلام کے مخالف نہ تھے۔

ماتریدیہ

یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ فرقہ حنفیہ جو تمام فرقہ ہاے اسلامیہ سے تعداد مین زاید ہے اعتقادات کے لحاظ سے ماتریدیہ ہے تاہم علم کلام مین اشعریہ کے مقابلہ مین ماتریدیہ کی شہرت نہایت کم ہے، اس عدم شہرت کا یہان تک اثر ہوا کہ آج اکثر علماے حنفیہ اشاعرہ ہی کے ہم عقیدہ ہین حالانکہ قدیم زمانہ مین کسی حنفی کا اشعری ہونا نہایت تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ علامہ بن الاثیر۔ تاریخ کامل واقعات ۴۶۶ھ مین لکھتے ہین وھذا مما یستطرف ان یکون حنفیاً اشعریا یعنی یہ نہایت عجیب بات ہے کہ کوئی شخص حنفی ہوکر اشعری ہو۔

ماتریدیہ کی گمنامی کی وجہ یہ ہوئی کہ علماے حنفیہ نے علم کلام مین بہت کم تصنیفات کین، اس فن مین جس قدر مشہور اور معرکہ آرا کتابین ہین وہ شافعیہ کی تصنیفات ہین جو عموماً

Marfat.com

اشعریہ تھے۔

علم کلام کی یہ شاخ **ابو منصور ماتریدی** کی طرف منسوب ہے جنکا پورا نام محمد بن محمد بن محمود ہے وہ ماترید ایک قصبہ کے رہنے والے تھے جو سمرقند کے مضافات مین ہے۔ انھون نے امام ابونصر عیاضی، ابوبکر احمد بن اسحاق بن صالح جوزجانی نصیر بن یحییٰ بلخی۔ اور محمد بن مقاتل رازی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اور دو واسطہ سے قاضی ابو یوسف اور امام محمد کے شاگرد تھے ۳۳۳ھ مین وفات پائی۔[۵۱]

انکی تصنیفات حسب ذیل ہین۔

کتاب التوحید۔ کتاب المقالات۔ رد اوایل الادلہ للکعبی۔ بیان وہم المعتزلہ۔ تاویلات القرآن۔ تاویلات القرآن کا ناتمام نسخہ ہماری نظر سے گذرا ہے۔

امام ماتریدی نے اشعری کے ان تمام اصول سے جنکو ہم نے مختصات اشاعرہ مین گنا دیا ہے اختلاف کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ انکا علم کلام اشعری کے علم کلام سے جداگانہ خیال کیا جاتا ہے، علماء نے ان دونون بزرگون کے مختلف فیہ مسایل کا شمار کیا ہے۔ بعضون نے ۴، بعضون نے ۱۳۔ اور بعضون نے ۴۰ کی تعداد بیان کی ہے لیکن علامہ ابن البیاضی نے زیادہ استقصا کیا تو ۵۰ مسئلے مختلف فیہ نکلے۔[۵۲] چنانچہ مہتم بالشان مسائل ذیل مین درج ہین۔

---

۵۱ یہ تمام حالات شرح احیاء العلوم جلد ۲ صفحہ ۵ سے ماخوذ ہین۔ ۵۲ شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۱۲

Marfat.com

امام ماتریدی کے وہ مسایل جنمین وہ امام اشعری کے مخالف ہین

ا - اشیاء کا حسن و قبح عقلی ہے -

۲ - خدا کسیکو تکلیف مالایطاق نہین دیتا -

۳ - خدا ظلم نہین کرتا - اور اسکا ظالم ہونا عقلاً محال ہے -

۴ - خدا کے تمام افعال مصالح پر مبنی ہین -

۵ - آدمی کو اپنے افعال پر قدرت اور اختیار حاصل ہے، اور یہ قدرت اُن افعال کے وجود مین اثر رکھتی ہے -

۶ - ایمان کم اور زیادہ نہین ہوتا -

۷ - زندگی سے نا امیدی کی حالت مین بھی توبہ مقبول ہے -

۸ - حواس خمسہ سے کسی چیز کو محسوس کرنا - علم نہین ہے - بلکہ ذریعہ علم ہے -

۹ - اعراض کا اعادہ نہین ہوسکتا -

اشاعرہ ان تمام عقاید کے مخالف ہین

دور سیوم

ابن رشد

متاخرین نے اگرچہ علم کلام کو وہمیات اور احتمالات کا مجموعہ بنا دیا تھا - لیکن اُن کے

Marfat.com

اِس احسان کا انکار نہین ہوسکتا کہ منطق وفلسفہ کو اُنہی کی بدولت قبولیت کی سند ملی، اِس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مذہبی گروہ جو ابتک علوم عقلیہ سے بالکل پرہیز کرتا تھا ان علوم سے آشنا ہوتا چلا۔ اِس نتیجہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ اشعری عقاید گو تمام دنیا پر چھا گئے تھے لیکن کہین کہین انکی عالمگیر حکومت سے بغاوت کی صدا بھی اُٹھتی تھی۔ اسپین (اندلس) مین جب ملثمین کی سلطنت امام غزالی کے اشارہ اور ہدایت سے اُن کے شاگرد مہدی نے برباد کی اور اسکی جگہہ عبدالمومن کو تخت وتاج ملا، تو سلطنت کا مذہب، اشعری قرار دیا گیا[۵۱] اِس تعلق سے منطق وفلسفہ کو بھی رواج ہوا اور آدھی صدی بھی نہین گذرنے پائی تھی کہ بڑے بڑے حکما اور فلاسفہ پیدا ہو گئے جنمین سے ابن باجہ۔ ابن طفیل۔ ابن رشد اِس درجہ کے لوگ تھے کہ ممالک مشرق مین فارابی کے سوا، اور کوئی شخص اِن کا ہمسر نہین گذرا، بوعلی سینا نے فلسفہ یونان کی تشریح مین جو غلطیان کی تھین، اور جنکی بنا پر سیکڑون غلط مسایل قایم ہو گئے تھے، انہی لوگون نے اِن غلطیون کا اظہار کیا اور اصل حقیقت کی تشریح کی۔ ان مین سے ابن رشد نے علم کلام پر بھی توجہ کی، اور اسی بنا پر ہم اس کا حال کسی قدر تفصیل سے لکھتے ہین۔

ابن رشد کا پورا نام ابوالولید محمد بن احمد بن رشد ہے۔ قرطبہ مین سنہ ۵۲۰ھ ۱۱۲۶ء مین پیدا ہوا اسکا خاندان ایک علمی خاندان تھا، اسکا دادا جسنے سنہ ۵۲۰ھ مین وفات پائی اندلس کا قاضی القضاۃ تھا۔ ابن رشد نے قرطبہ مین تعلیم پائی۔ پہلے فقہ۔ ادب۔ اور طب حاصل کی

---

[۵۱] ان واقعات کو نہایت تفصیل کے ساتھ ہم نے الغزالی مین لکھا ہے۔

پہر فلسفہ کا شوق ہوا اور ابن ماجہ کی خدمت مین رہ کر اس فن مین کمال حاصل کیا۔ عبدالمومن جو اسوقت اندلس مین فرمانروا تھا علم و فضل کا بڑا قدردان تھا۔ ابن رشد کو اسنے اپنے دربار مین بلایا، اور قضا کی خدمت دی۔ خدمت قضا کے علاوہ اپنا خاص ندیم اور مشیر مقرر کیا روز بروز اسکی وقعت بڑھتی گئی یہانتک کہ قاضی القضاۃ کا منصب ملا حالانکہ اس وقت اسکی عمر ۲۷ برس سے زیادہ نہ تھی۔ عبدالمومن کے بعد اسکا بیٹا یوسف تخت نشین ہوا، اسنے بھی ابن رشد کی نہایت قدردانی کی، یوسف کو فلسفۂ یونان کی طرف نہایت میلان تھا اور چونکہ فلسفۂ یونانی کی جسقدر کتابین، عربی زبان مین ترجمہ ہوئی تھین وہ مغلق، ناتمام اور کثیر الغلط تھین۔ یوسف نے ابن رشد کو حکم دیا کہ ابن طفیل کے مشورہ اور شرکت سے تصانیفِ ارسطو کی مفصل شرح لکھے، چنانچہ ابن رشد نے نہایت محنت اور اہتمام سے اس کام کو شروع کیا۔

۵۶۵ھ مین یوسف نے اسکو اشبیلیہ کے قضا کی خدمت دی، دو برس تک وہ اس منصب پر رہا۔ اس اثنا مین مشاغل قضا کے ساتھ وہ تصنیف و تالیف مین بھی مشغول رہتا تھا۔ چنانچہ ارسطو کی کتاب الحیوان کی شرح اسی زمانہ مین لکھی، قضا کے تعلق سے اسکو مختلف صوبون مین دورہ کرنا پڑتا تھا۔ قرطبہ۔ مراکش۔ اشبیلیہ مین وہ دورہ کرتا رہتا تھا۔ ۵۷۸ھ مین جب ابن طفیل نے وفات پائی تو یوسف نے اسکے بجائے ابن رشد کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا۔ یوسف نے ۵۸۰ھ مین وفات پائی اور اسکا بیٹا منصور تخت نشین ہوا۔ منصور بھی ابن رشد کی نہایت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ ابن رشد۔ اب ضعیف

Marfat.com

ہو چلا تھا۔ اِس لئے اُس نے نوکری سے استعفا دیکر قرطبہ مین قیام کیا اور ہمہ تن تصنیف وتالیف مین مشغول ہوا۔

ابن رشد نے بخلاف اور اپنے ہم عصرون کے، مذہبی خیالات مین زیادہ آزادی سے کام لیا، امام غزالی نے فلسفہ کے رد مین جو کتاب لکھی تھی اُسکا رد لکھا۔ اشاعرہ پر نہایت سختی سے اپنی تصنیفات مین حملے کئے اِن باتون کا یہ اثر ہوا کہ فقہا اسکے دشمن ہوگئے اور بھی چند اس قسم کے اسباب پیدا ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ منصور نے اُس کو جلا وطن کردیا۔

فلسفہ کی ترویج سے فقہا اسقدر برہم ہوگئے تھے کہ ملک کے امن و امان مین خلل پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا، مجبوراً منصور نے حکم دیا کہ فلسفہ کی کتابین جلادی جائین چنانچہ سیکڑون کتابین جلادی گئین، ابن رشد گھر بار سے الگ جزیرہ لوسینا مین نظر بند رکھا گیا، اُسکے ساتھ اور حکما بھی یعنی ابوجعفر ذہبی، ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم۔ ابوالربیع کفیف۔ ابوالعباس، کو بھی سزا ملی، چونکہ منصور دراصل ابن رشد سے ناراض نہ تھا۔ اس لئے ظاہر مین اُس سے توبہ کراکے، اُس کا قصور معاف کیا، اور پھر دربار مین جگہ دی، ابن رشد نے ۵۹۵ھ مین وفات پائی۔[۱]

[۱] ابن رشد کا حال طبقات الاطبا رمین اجمالاً مذکور ہے بعض اور تصنیفات مین بھی اسکا مختصر حال ہے لیسان آثار الادہار مین جو بیروت کی ایک جدید تصنیف ہے۔ اسکا نہایت مفصل تذکرہ اور اسکے تصنیفات پر ریویو ہے مین نے زیادہ حالات اس سے لئے ہین۔ آثار الادہار کا ماخذ یورپ کی تصنیفات مین

ابن رشد نے فلسفہ یونان کی توضیح اور تشریح کے متعلق جو کام کیے اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یورپ مین ایک مدت تک یہ فقرہ ضرب المثل رہا کہ "انسان، اصول فطرت کو اُسوقت تک نہین سمجھ سکتا جب تک ارسطو کی تصانیف کو نہ سمجھے اور ارسطو کی تصانیف اُسوقت تک نہین سمجھ سکتا جب تک ابن رشد کی تصانیف کو نہ سمجھے"

فرانس کے مشہور فاضل **پروفیسر رینان** نے ایک خاص کتاب ابن رشد کے حالات اور اُس کے تصانیف اور فلسفہ پر چار پانسو صفحون مین لکھی ہے، اس کتاب مین اُسنے تفصیل سے بتایا ہے کہ جرمن۔ فرانس وغیرہ کے فلاسفہ کتنی مدت تک ابن رشد کی پیروی کرتے اور اپنے آپ کو ابن رشد کی طرف منسوب کرتے رہے۔

چونکہ ہم اس کتاب مین ابن رشد کے فلسفہ سے بحث نہین کر سکتے۔ اسلئے علم کلام کے متعلق اس نے جو اصلاح اور ایجاد کی صرف اُسکے لکھنے پر اکتفا کرتے ہین۔

ابن رشد کو اگرچہ قدرت نے درحقیقت اسلئے پیدا کیا تھا کہ ارسطو کے فلسفہ کو جس کو خود یونانیون نے اچھی طرح نہین سمجھا تھا اور جسکو بوعلی سینا کی غلط تعبیری نے بالکل بدل دیا تھا، صحیح اور اصلی صورت مین دکھائے لیکن متعدد خارجی اسباب ایسے جمع ہو گئے تھے کہ اسکو علم کلام کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اس زمانہ مین فلسفہ اسقدر اشاعت پا چکا تھا کہ بہت سے لوگ مذہبی اعتقادات کی طرف سے بیدل ہو گئے تھے، چنانچہ اس بنا پر فقہا و محدثین نے سرے سے منطق و فلسفہ کا پڑہنا ہی حرام قرار دیدیا تھا۔

ابن رشد خود بھی اگرچہ فلسفہ کا دلدادہ تھا لیکن ساتھ ہی اسکا یہ بھی خیال تھا کہ فلسفہ

Marfat.com

اور شریعت ایک ہی عمارت کے دو ستون ہین، اس لئے نہ وہ مذہبی ضعف کو گوارا کر سکتا تہا نہ فلسفہ اور منطق کو حرام سمجہ سکتا تہا - اس ضرورت سے اسکو معقول و منقول کی تطبیق دینے کی ضرورت پیش آئی -

اس خیال کی تحریک اسوجہ سے بہی ہوئی کہ وہ بہ یک واسطہ امام غزالی کا شاگرد تھا، اور اس موضوع پر امام غزالی کی تصنیفات اُسکے پیش نظر رہی تہین - علم کلام مین اُسنے دو مختصر کتابین لکہین، فصل المقال و تقریر ما بین الشریعۃ والحکمۃ من الاتصال - الکشف عن مناہج الادلۃ فی عقاید الملۃ - یہ دونون کتابین یورپ مین مدت ہوئی چھپی تہین - اور اب مصر والون نے انہی کی نقل چہاپ دی ہے -

پہلے کتاب مین اس سوال کو زیر بحث قرار دیکر کہ فلسفہ اور منطق کا سیکہنا جایز ہے یا نہین ؟ یہ جواب دیا ہے کہ "واجب اور کم از کم مستحب ہے" - کیونکہ قرآن مجید مین خدا نے جابجا عالم کائنات سے اپنے وجود پر استدلال کیا ہے اور اس طرز استدلال کا حکم دیا ہے - چنانچہ اسی قسم کی آیتون سے فقہا نے استنباط کیا ہے کہ استنباط مسایل مین قیاس سے کام لینا ضرور ہے، جب ان آیتون سے قیاس فقہی کا جواز نکلتا ہے تو کوئی وجہ نہین کہ قیاس برہانی کیون جایز نہ ہو - اسکے بعد اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ نصوص قرانی مین تاویل کرنی جایز ہے یا نہین، تاویل کے متعلق مسلمانون مین دو فریق تہے، ایک تاویل کو محض ناجایز بتاتا تہا، دوسرا جواز کا قایل تہا، لیکن دونون فرقون کے نزدیک جواز و ناجواز کا مدار خود نصوص کے لحاظ سے تھا، اشخاص اور مخاطب کو اسمین کچہ دخل نہ تہا،

Marfat.com

ابن رشد نے ایک تیسرا پہلو اختیار کیا - وہ یہ کہ تاویل جن نصوص مین جایز ہی ہے، وہ بھی صرف ان لوگون کے لئے مخصوص ہے جو صاحب نظر اور ماہر فن ہین، عام لوگون کو بالکل ظاہری معنی کی تلقین کرنا چاہیئے اور اگر انکو کچھ شک وشبہ ہو تو انکو سمجھا دینا چاہیئے کہ یہ نصوص، متشابہات مین داخل ہین جنپر اجمالی ایمان لانا کافی ہے، ابن رشد نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حقیقی اور اصلی معنی عوام کے خیال مین آہی نہین سکتے، اسلیے انکو اصلی معنی کی تلقین کرنا گویا نصوص قرآنی سے انکار کرانا ہے - مثلاً اگر عوام سے کہا جاسے کہ خدا ہے لیکن نہ اسکا کوئی مقام ہے، نہ جگہہ ہے، نہ جہت ہے، تو اس قسم کا وجود اُن کے خیال مین نہین آسکتا اس لیے یہ کہنا گویا یہ کہنا ہے کہ خدا سرے سے ہے ہی نہین - جو نصوص محتاج تاویل ہین انمین غور و فکر کی اجازت بھی صرف انھی لوگونکو ہے جو مجتہد الفن ہین - اس رتبہ کے لوگ اگر تاویل مین غلطی بھی کرینگے تو کچھ مواخذہ نہین لیکن جو شخص، اجتہاد کا درجہ نہین رکھتا اسکی غلطی قابل معافی نہین، اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی حکیم حاذق معالجہ مین غلطی کرجائے تو قابل مواخذہ نہو گا لیکن اگر ایک نیم حکیم غلطی کرجاے تو اسکو غلطی کی سزا دیجائیگی -

اس کتاب مین علامۂ موصوف نے اشاعرہ کے علم کلام پر نہایت سختی سے گرفت کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ انکا طریقہ نہ عقلی ہے نہ نقلی - نقلی اسلیے نہین کہ وہ نصوص مین تاویل کرتے ہین اور محدثین کی طرح الفاظ کے ظاہری معنی نہین لیتے، عقلی اس لیے نہین کہ جسقدر عقلی دلائل انکی کتابون مین مذکور ہین، منطق و فلسفہ کے معیار پر ٹھیک نہین اُترتے -

دوسری کتاب مین - پہلے اشاعرہ - معتزلہ - اور باطنیہ کے معتقدات اور طریقۂ استدلال کی

غلطی ثابت کی ہے، پھر اثبات باری - توحید - صفات باری، حدوث عالم، بعثت انبیا - قضا و قدر، جور و عدل - معاد کی حقیقت بیان کی ہے اور ان پر عقلی و نقلی دلیلین پیش کی ہین -

یہ رسالہ اگرچہ مبسوط نہین لیکن ایک خاص امر مین، تمام قدیم تصنیفات و تالیفات پر اس کو امتیاز حاصل ہے اور اس کی بنا پر علامہ موصوف کو ایک خاص طریقہ کا موجد کہا جا سکتا ہے -

علم کلام مین عام طریقہ یہ تھا کہ مسایل عقاید پر جو عقلی استدلال پیش کرتے تھے وہ اپنی ایجاد ہوتے تھے، بخلاف اسکے علامہ موصوف نے مسایل مذکورہ بالا پر جو دلیلین قایم کین سب خاص قرآن مجید سے اخذ کین، علامہ موصوف کا دعوی ہے اور اسکو اسنے بخوبی ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کے دلایل جس طرح خطابی اور اقناعی ہین یعنی عام آدمی کو ان سے تسلی ہو جاتی ہے، اسیطرح وہ قیاسی اور برہانی بھی ہین یعنی منطق کے اصول اور معیار پر پورے اتر سکتے ہین - ان دلائل کو ہم اس کتاب کے دوسرے حصہ مین ذکر کرینگے -

ابن رشد نے جن مسایل مین جمہور اشاعرہ سے مخالفت کی، ان مین سے ایک معجزہ کا دلیل نبوت ہونا تھا - تمام اشاعرہ تسلیم کرتے آتے تھے کہ نبوت کے صحت کی دلیل معجزہ ہے، ابن رشد کو اصل معجزہ سے انکار نہین لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہین کرتا کہ اس سے نبوت پر استدلال ہو سکتا ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ استدلال دو مقدمون سے مرکب ہے -

صغری یہ کہ فلان شخص سے معجزہ صادر ہوا -

Marfat.com

کبریٰ یہ کہ جس شخص سے معجزہ صادر ہو وہ نبی ہے۔

یہ دونون مقدمے بحث طلب ہین۔ پہلا اس لیے کہ یہ کیونکر ثابت ہو کہ جو امر خارق عادت وجود مین آیا ہے، وہ کسی صنعت، اور کسی خاصۂ طبعی کا نتیجہ نہین ہے دوسرے مقدمہ کا ثابت ہونا اوّل اس بات پر موقوف ہے کہ نبوت اور رسالت کا وجود ثابت کیا جائے کیونکہ جو شخص سرے سے نبوت ہی کا قایل نہ ہو، وہ اس مقدمہ کو کیونکر تسلیم کرے گا۔ نبوت کا وجود بھی تسلیم کیا جائے تو یہ کلیہ کیونکر ثابت ہو کہ معجزہ نبی ہی سے صادر ہوتا ہے، شاید یہ کہا جائے کہ تجربہ اور عادت اسپر شاہد ہے۔ یعنی ابتدا سے آج تک معجزہ جب صادر ہوا ہے تو انبیا ہی سے صادر ہوا ہے، لیکن اس صورت مین یہ دلیل صرف پچھلے انبیا کے لیے مفید ہوگی، سب سے پہلے جو نبی مبعوث ہوا ہوگا اسکی نبوت کیونکر ثابت ہوگی کیونکہ اُس سے پہلے کوئی نبی ہی نہین آیا نہ کوئی معجزہ صادر ہوا تو لوگون کو یہ کیونکر معلوم ہو کہ انبیا وہ ہین جن سے معجزات صادر ہوا کرتے ہین۔ اس سے بڑھکر یہ کہ اشاعرہ تسلیم کرتے ہین کہ انبیا کے سوا اورون سے ہر قسم کی خرق عادت، صادر ہو سکتی ہے، اگر یہ مان لیا جائے تو پھر نبوت کی کیا تخصیص رہتی ہے، اشاعرہ کہتے ہین کہ معجزہ مین، اور دیگر خرق عادات مین یہ فرق ہے کہ معجزہ صرف اُس شخص سے صادر ہوتا ہے جو نبوت کا مدعی ہوتا ہے اور واقعی نبی ہوتا ہے، اگر اور کوئی شخص جو درحقیقت نبی نہین ہے نبوت کا مدعی ہو تو معجزہ اُس سے سرزد نہو گا۔ لیکن یہ عجیب تفریق ہے، جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ ہر قسم کے خرق عادات، انبیا کے سوا، اورون سے بھی سرزد ہو سکتی ہین تو

Marfat.com

یہ تفریق کون تسلیم کریگا کہ خرق عادت ہر شخص سے سرزد ہوسکتی ہے صرف اُس شخص سے نہو گی جو نبوت کا غلط دعوی کرتا ہو،

یہ ابن رشد کی تقریر کا محصل ہے - لیکن ہمارے نزدیک ابن رشد کا یہ اعتراض صحیح نہین، اشاعرہ نے صاف تصریح کی ہے کہ معجزہ کی دلالت عقلی نہین بلکہ عادی ہے، چنانچہ شرح مواقف وغیرہ مین اسکا ایک خاص عنوان قائم کیا ہے، اس صورت مین ابن رشد نے اگر لزوم عقلی پر اعتراض کیا تو اشاعرہ پر کوئی اعتراض نہین وارد ہوتا، اشاعرہ صرف یہ کہتے ہین کہ جب معجزہ صادر ہوتا ہے تو اکثر لوگون کو نبوت کا یقین ہوجاتا ہے، اور اس سے کون انکار کرسکتا ہے -

اشاعرہ کی مذہبی حکومت اگرچہ تمام دنیا پر چھا گئی تھی لیکن حنابلہ[۵۱] ہمیشہ اُنکے مخالف رہے، حنابلہ نہایت ظاہر پرست تھے یہانتک کہ مجسمہ اور انمین براے نام فرق رہ گیا تھا، اشاعرہ اُن نصوص قرآنی کی جس سے بظاہر خدا کا ذوجہتہ - اور جسمانی ہونا ثابت ہوتا ہے - تاویل کرتے تھے، حنابلہ کو یہ ناگوار تھا اور یہ ناگواری اس حد تک پہنچی تھی کہ دونون فرقون مین اکثر کشت وخون کی نوبت پہنچ جاتی تھی چنانچہ ابن اثیر نے اس قسم کے بہت سے واقعات اپنی تاریخ مین لکھے ہین -

اس خاص مسئلہ مین اگرچہ اشاعرہ حق پر تھے لیکن مخالفت نے ایک عمدہ نتیجہ کی بنیاد ڈالی - اشاعرہ کا زور اسقدر بڑھ گیا تھا کہ تمام دنیا مین کسیکو انکی مخالفت کی جرات باقی نہین

ابن تیمیہ

---

۵۱ وہ فرقہ جو امام احمد بن حنبل کا پیرو تھا

Marfat.com

رہی تھی۔ معتزلہ بالکل دب گئے تھے، محدثین اگرچہ ایک مدت تک اشاعرہ سے بالکل الگ رہے لیکن آخر رفتہ رفتہ وہ بھی ہمزبان ہوتے گئے اور کم سے کم یہ کہ علانیہ اُنکی مخالفت نہین کرتے تھے۔ صرف حنابلہ اپنی ضد پر قایم رہے، البتہ یہ کمی تھی کہ حنابلہ نے ابھی تک اشاعرہ کے اُن عقاید کو ہات نہین لگایا تھا جو واقع مین اعتراض کے قابل تھے، اب اسکا بھی موقع آگیا - امام غزالی کی بدولت، فلسفہ و منطق نے محدثین و فقہا کی بزم مین بار پایا تھا، اور اس مقدس گروہ مین بھی، بڑے بڑے اہل نظر اور حکیم پیدا ہونے لگے تھے یہان تک کہ ساتوین صدی مین علامہ ابن تیمیہ پیدا ہوئے جو بہت بڑے محدث، اور اسکے ساتھ بہت بڑے منطقی تھے، اُنہون نے علم کلام مین کمال حاصل کیا اور علم کلام کے جتنے طریقے مروج تھے سب پر محققانہ نظر ڈالی، اشاعرہ کے علم کلام کو دیکھا تو اُن مسایل پر بھی نظر پڑی جن پر اب تک کسی نے نکتہ چینی نہین کی تھی، حالانکہ در اصل نکتہ چینی کے قابل وہی مسایل تھے - چنانچہ علامہ موصوف نے نہایت آزادی اور بے باکی سے ان تمام مسایل کا ابطال کیا۔

علامہ موصوف کا نام احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ الحرانی ہے، حران مین جو شام کا ایک شہر ہے ۱۰ - ربیع الاول ۶۶۱ھ مین پیدا ہوے - دس گیارہ برس کی عمر مین، علوم ضروریہ سے فراغت حاصل کی، ۱۷ برس کی عمر مین یہ لیاقت حاصل کی کہ لوگ ان سے فتوی لینے لگے، اسی زمانہ مین تصنیف و تالیف شروع کی، اور اس رتبہ کی کتابین لکھین کہ اُن کے تمام ہمعصر علما حیرت مین رہ گئے - اکیس ۲۱ برس کی عمر مین تدریس کی خدمت

Marfat.com

سپرد کی گئی۔

ان کے فضل و کمال سے اگرچہ کوئی شخص انکار نہین کر سکتا تھا لیکن چونکہ طبیعت مین آزادی اور اعتدال سے زیادہ سختی تھی، اس لئے علمار کا ایک گروہ کثیر ان کا مخالف ہو گیا یہان تک کہ دربار شاہی مین شکایتین پیش ہوئین، اور ان کے قتل کے فتوے لکھے گئے، اس بنا پر انکو دربار مین بلایا گیا لیکن چونکہ وہ شاہی جاہ و حشم کی مطلق پروا نہین کرتے تھے۔ نہایت آزادی اور دلیری سے سوال و جواب کیے، اور اپنی بات پر قائم رہے۔ آخر شام سے جلاوطن کر کے مصر مین بھیجے گئے اور قیدخانہ مین رکھے گئے۔ چند روز کے بعد رہائی ملی، ۶۹۹ھ مین تاتاریون نے جب بلاد شام کا رخ کیا تو علامہ موصوف نے واعظ اور مجاہد کی حیثیت سے آمادگی ظاہر کی اور صرف انکی تحریص۔ اور دلیری اور پامردی کی وجہ سے، سلاطین اور امراے اسلام مین یہ ہمت پیدا ہوئی کہ وہ تاتاریون کے سینہ سپر ہو سکے۔ اسی مہم کے لئے علامہ موصوف نے مصر کا سفر کیا اور کئی برس تک مستقل اس کوشش مین سرگرم رہے یہان تک کہ خود معرکہ جنگ مین شریک ہوئے۔ ۷۰۴ھ مین کسروانیون سے جہاد کیا اور فتح حاصل کی۔

اگرچہ ان کی اسلامی ہمدردی اور استقامت کا سکہ دلون پر جمتا جاتا تھا لیکن چونکہ بعض مسائل مین رائے عام کی مخالفت کی تھی علما زیادہ برہم ہوئے اور دربار شاہی مین استغاثہ کیا۔ چنانچہ فیصلہ کے لئے بہت بڑی مجلس مناظرہ منعقد ہوئی جسمین خود نائب السلطنت شریک تھا۔ مناظرہ مین اگرچہ انکو فتح ہوئی لیکن عام برہمی اسقدر پھیل گئی تھی کہ انکو آزادی رائے

Marfat.com

سے روکا گیا اور چونکہ یہ باز نہ آتے تھے قید کئے گئے۔ قید سے اگرچہ بار بار رہائی ہوئے لیکن آخر دفعہ جب قید ہوئے تو مر کر چھوٹے۔ قید خانہ مین بھی تصنیف کا سلسلہ جاری رہا آخر قلم دوات وغیرہ تمام چیزون کی بندی کر دی گئی مجبور ہو کر شب و روز عبادت کرنی شروع کی یہان تک کہ بیمار ہوئے۔ اور بیس دن بیمار رہکر ذو قعدہ ۷۲۸ھ مین وفات کی۔

وفات کی خبر سننے کے ساتھ ہر طرف سے بے شمار خلقت ٹوٹ پڑی قلعہ جسمین وہ قید تھے، وہان اسقدر کثرت ہوئی کہ تل دھرنے کو جگہہ نہ تھی۔ جنازہ نکلا تو اس شان سے نکلا کہ کم و بیش دو لاکھہ آدمی ساتھہ تھے۔ شہر کی تمام دکانین بند ہو گئین اور لوگون کے جوش عقاد کا یہ حال تھا کہ لوگ۔ رومال اور چادرین دور سے پھینکتے تھے کہ انکے لاش سے چھو کر متبرک ہو جائین۔

ان کی زندگی کے حالات نہایت دلچسپ ہین، اور اس قسم کی حیرت انگیز آزادی دلیری حق گوئی، اور اخلاص۔ سے معمور ہین جسکی مثالین، دنیا مین بہت کم مل سکتی ہین۔ لیکن ان کی تفصیل کا یہ موقع نہین۔ ابن رجب نے انکی مفصل سوانح عمری۔ دو جلدون مین لکھی ہے۔ طبقات الحفاظ۔ اور ذیل بن خلکان وغیرہ مین بھی انکے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھہ ملتے ہین۔ ناظرین انکی طرف رجوع کر سکتے ہین۔ یہان ہمکو صرف انکے علمی کارنامون کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

علامہ موصوف کی ذہانت۔ قوت حافظہ۔ تبحر علمی اور وسعت نظر حقیقت مین فوق الفطرۃ تھی، تصنیف کا روزانہ اوسط تیس چالیس صفحے سے کم نہ تھا۔ جو تصنیف ہوتی تھی وہ بالکل

Marfat.com

مجتہدانہ مذاق پر ہوتی تھی، تصنیفات کی تعداد کم و بیش پانسو ہے جنمین اکثر ضخیم اور کئی کئی جلدون مین ہین - علامۂ ذہبی جو بہت بڑے محدث گزرے ہین اور علامۂ موصوف کے ہم عصر تھے اپنی تصنیفات مین ان کا جہان تذکرہ کیا ہے اس طریقہ سے کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث مذکور پر اُنکے کمالات علمی کے اثر سے حیرت سی چھا گئی ہے -

علامۂ موصوف نے علم کلام مین نہایت کثرت سے کتابین لکھین - انمین سے بعض کے نام یہ ہین، نامون سے ان کتابون کے مضامین کا بھی پتہ چلتا ہے -

ابن تیمیہ کی تصنیفات

الاعتراضات المصریہ ۴ جلدون مین - الرد علی تاسیس التقدیس للرازی - شرح محصل شرح اربعین امام رازی - درء تعارض العقل والنقل ۴ جلدون مین - رد نصاری ۴ جلدون مین - رد فلسفہ ۴ جلدون مین - اثبات المعاد - ثبوت النبوات والمعجزات والکرامات عقلا ونقلا - الرد علی المنطق -

ہم نے صرف چند کتابون کے نام لکھے ہین - فوات الوفیات مین انکے کتب کلامیہ کی پوری فہرست درج ہے ان کتابون مین سے الرد علی المنطق جسمین ارسطو کی منطق پر اعتراضات کیے ہین، اور رد فلسفہ بڑے معرکہ کی کتابین ہین - الرد علی المنطق میرے پاس موجود ہے اور مین کسی موقع پر اسکی تحقیقات سے کام لونگا -

علم کلام جو ایک مدت سے ایک حالت پر چلا آتا تھا اور جسکے بیسیون غلط مسائل اصول موضوعہ کے طور پر اسقدر مسلم ہو گئے تھے کہ کسیکو اُن پر چون و چرا کی جرأت

Marfat.com

علم کلام کے غلط مسائل کا اظہار

نہین ہوسکتی تھی، علامہ موصوف نے نہایت دلیری اور آزادی سے علانیہ اُنکی مخالفت کی اور ظاہر کیا کہ متکلمین جس چیز کو مذہب کی تائید سمجھتے ہین وہ درحقیقت مذہب کو اوُر نقصان پہونچانے والی ہے۔ الرد علی المنطق مین لکھتے ہین۔

وامکان رویته تعلم بالدلایل العقلیة
القاطعة لکن لیس هو الدلیل الذی
سلکه طایفة من اهل الکلام کابی
الحسن وامثاله حیث ادعوا ان کل
موجود یمکن رویته بل قالوا ویمکن
ان یتعلق به الحواس الخمس فان هذا
مما یعلم فساده بالضرورة وهذا من اغالیط
بعض المتکلمین کغلطهم فی قولهم ان الاعراض
یمتنع بقاءها وان الاجسام متماثلة وانها
مرکبة من الجواهر المفردة وکذلک غلط
من غلط من المتکلمین وادعی ان الله لم
یخلق شیئا بسبب ولا لحکمة ولا خص
شیئا من الاجسام بقوی وطبایع وادعی
ان کل ما یحدث فان الفاعل المختار

خدا کا ممکن الرویۃ ہونا دلایل عقلیہ سے ثابت ہے
لیکن وہ دلیل نہین جو ابوالحسن (اشعری) وغیرہ
نے قایم کی ہے یعنی یہ کہ جو چیز موجود ہے وہ
ممکن الرویہ بھی ہے، ابوالحسن اشعری وغیرہ
اس سے بڑھکر اس بات کے بھی مدعی ہین کہ جو
چیز موجود ہے وہ حواس خمسہ سے محسوس ہوسکتی
ہے، حالانکہ یہ دعویٰ بداہۃً غلط ہے۔ اور یہ
اس قسم کی غلطی ہے جس طرح متکلمین یہ غلط دعویٰ
کرتے ہین کہ اعراض کا بقا ممکن نہین، اور یہ کہ تمام
اجسام یکسان ہین۔ اور یہ کہ تمام اجسام جواہر فردہ سے
مرکب ہین۔ اور اسی طرح متکلمین کی یہ بھی غلطی ہے
کہ وہ کہتے ہین کہ خدا نے کسی چیز کو کسی سبب
اور کسی حکمت سے نہین پیدا کیا اور یہ کہ اجسام مین
خدا نے خاصیتین، اور خاص قوتین نہین رکھی ہین،

Marfat.com

الّذی یخصّ احد المتماثلین بلا تخصیص یحدثه وانکر ما فی المخلوقات الله وما فی شرعه من الحکم التی خلق وامر لاجلها فانّ غلط هؤلاء ممّا سلّط اولئک المتفلسفة وظنّوا انّ ما یقول هؤلاء وامثالهم هو دین المسلمین وقول الرسول واصحابه

اور یہ کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے فاعل مختار اسکو بلا کسی تخصیص کے خود پیدا کر دیتا ہے اور یہ کہ خدا کی مخلوقات مین اور شریعت مین خاص مصالح اور حکم ملحوظ نہین ہین جنکی وجہ سے وہ اشیا پیدا کی گئین یا اُن احکام کا حکم دیا گیا۔ متکلمین کی ان غلطیون نے فلسفیون کو چیرہ کر دیا ہے اور وہ لوگ سمجھتے ہین کہ جو کچھ یہ متکلمین کہتے ہین وہی مسلمانون کا مذہب ہے اور رسول اللہ اور صحابہ کا قول ہے۔

متکلمین اور فلاسفہ مین انصاف نہ محاکمہ

علامۂ موصوف اگرچہ نہایت متعصب متقشف اور فلسفہ کے سخت دشمن تھے تاہم چونکہ تقلید کے پابند نہ تھے اور حق و باطل کی تمیز رکھتے تھے، اس لئے متکلمین اور حکما کے مقابلہ مین ہر جگہہ نہایت انصاف سے راے دی، ایک جگہہ لکھتے ہین۔

وامّا فیما یقولونه فی العلوم الطبیعیّة والرّیاضیّة فقد یکون جواب المتفلسفة اکثر من صواب من یرد علیهم من اهل الکلام فانّ اکثر کلام اهل الکلام فی هذه الامور بلا علم ولا عقل ولا شرع۔

باقی حکماے یونان نے علوم طبعی و ریاضی کے متعلق جو کچھ کہا ہے تو ان علوم مین اُنکے اقوال بہ نسبت متکلمین کے زیادہ صحیح ہوتے ہین کیونکہ ان علوم مین متکلمین کا اکثر کلام نہ علم پر مبنی ہے نہ عقل پر نہ شریعت پر۔

Marfat.com

اکثر لوگون کو خیال تہا اور اب بہی ہے کہ اشاعرہ کے عقاید گو دلایل عقلی کے لحاظ سے مضبوط نہ ہون لیکن اکابر سلف کے یہی عقاید تہے۔ علامہ موصوف نے اس غلطی کا بہی اکثر جگہہ اظہار کیا۔ مثلاً عام خیال ہے کہ قرون اولی مین لوگ حسن و قبح عقلی کے قایل نہ تہے اور اس بناپر احکام شرعی کا مصالح عقلی پر مبنی ہونا ضرور نہین سمجھتے تہے لیکن علامہ موصوف لکہتے ہین کہ تمام اکابر سلف۔ حسن و قبح عقلی کے قایل تہے سب سے پہلے اسکا انکار امام ابوالحسن اشعری نے کیا اور وہی اس خیال کے موجد ہین" چنانچہ اسپر مفصّل بحث کے بعد لکہتے ہین۔

اکابر سلف۔ حسن وقبح عقلی کے قایل تہے۔

بَلْ هٰؤُلَاءِ ذَكَرُوا اِنَّ نَفْيَ ذٰلِكَ هُوَ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِي حَدَثَتْ فِي الْاِسْلَامِ فِي زَمَنِ اَبِي الْحَسَنِ الْاَشْعَرِي لَمَّا نَاظَرَ الْمُعْتَزِلَةَ فِي الْقَدَرِ.	بلکہ لوگون نے بیان کیا ہے کہ حسن و قبح عقلی کا انکار۔ منجملہ اُن بدعتون کے ہے جو اسلام مین ابوالحسن اشعری کے زمانہ مین پیدا ہوئین جبکہ انہون نے معتزلہ سے مسئلہ قدر کے بارہ مین مناظرہ کیا تہا۔

حسن وقبح عقلی [illegible] اشعری کی ایجاد ہے

علامہ موصوف نے جیسا کہ مقریزی نے تاریخ مصر مین لکہا ہے، عقاید اسلامی کو حشو اور زواید سے پاک کر کے پورا پورا وہ نمونہ قایم کرنا چاہا تہا جو قرون اولی مین تہا لیکن کچہہ فقہا کے رشک و حسد، اور کچہہ خود علامہ موصوف کی درشتی تقریر کی وجہ سے تمام لوگون مین اس قدر برہمی پیدا ہو گئی کہ علامہ موصوف کو مدت تک قید خانہ مین زندگی بسر کرنی پڑی اور انکا اثر دب کر رہ گیا۔ تاہم انکے تلامذہ ابن القیم وغیرہ نے، انکی پیروی کی، اور گو علم کلام کے متعلق کوئی مفید خدمت انجام نہ دے سکے تاہم سیکڑون بدعات کی بنیادین جو مدت سے

Marfat.com

قایم ہو چکی تھین، ان کے زور قلم کی وجہ سے متزلزل ہو گئین۔

شاہ ولی اللہ

ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانہ مین مسلمانون مین جو عقلی تنزل شروع ہوا اُسکے لحاظ سے یہ امید نہین رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہو گا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیون کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ مین جب کہ اسلام کا نفس باز پسین تھا شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جسکی نکتہ سنجیون کے آگے غزالی - رازی - ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب روز چہارشنبہ ۴ شوال سنہ ۱۱۱۴ھ کو بمقام دہلی پیدا ہوئے، تاریخی نام عظیم الدین ہے، پانچوین برس مکتب مین بیٹھے، ساتوین برس نماز شروع کی اور اسی سال ختنہ کی رسم عمل مین آئی، اسی سال کے اخیر مین قرآن مجید ختم کیا اور فارسی زبان کی تحصیل شروع کی، دسوین برس شرح ملا تک تحصیل پہنچ گئی، چودھوین برس شادی ہوئی، اگرچہ رسم کے موافق اس سن مین شادی کا دستور نہ تھا لیکن شاہ صاحب کے والد کو جلدی تھی اس لئے رسم کے خلاف کرنا پڑا - پندرہوین برس اپنے والد کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسی سال کتب درسیہ سے فراغت حاصل ہوئی اور آپ کے والد عبد الرحیم صاحب نے اس کی بشارت مین ایک تقریب مین بہت بڑی دعوت کی تھی اور نہایت کثرت سے ہر قسم کے کھانے پکائے گئے -

شاہ صاحب نے جو نصاب تعلیم حاصل کیا وہ یہ تھا -

فقہ - شرح وقایہ و ہدایہ تمامہا -

اصول فقہ - حسامی - توضیح و تلویح -

Marfat.com

منطق - قطبی - شرح مطالع -

کلام - شرح عقاید مع خیالی - شرح مواقف -

تصوف - عوارف - رسایل نقشبندیہ - شرح رباعیات ملا جامی - لوایح - نقد النصوص -

طب - موجز -

فلسفہ - میبذی وغیرہ -

نحو - کافیہ - شرح جامی -

معانی - مطول قریب کل - مختصر معانی -

ہیئت وحساب - ابتدائی کتابین -

ختم تحصیل کے بعد بارہ برس تک درس وتدریس کا شغل قایم رہا - پھر حرمین تشریف لیگئے - ۱۱۴۳ھ مین حج سے مشرف ہوئے، قریباً دو برس تک حرمین مین قیام رہا - اور یہان شیخ ابو طاہر اور دیگر محدثین سے حدیث کی تکمیل کی، علمائے حرمین سے اکثر افادہ و استفادہ رہا - رجب ۱۱۴۵ھ مین وطن مین واپس آئے[1] -

۱۱۷۶ھ مین وفات پائی -

شاہ صاحب نے علم کلام کے عنوان سے کوئی تصنیف نہین کی اور اس بنا پر انکو متکلمین کے زمرہ مین شمار کرنا بظاہر موزون نہین لیکن انکی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ

[1] یہ تمام حالات خود شاہ صاحب نے ایک مختصر سے رسالہ مین لکھے ہین جسکا نام الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف ہے -

Marfat.com

جسمین انہون نے شریعت کے حقایق اور اسرار بیان کیے ہین درحقیقت علم کلام کی روح وروان ہے۔

شاہ صاحب نے علم کلام مین کیا اضافہ کیا۔

علم کلام درحقیقت اسکا نام ہے کہ مذہب اسلام کی نسبت یہ ثابت کیا جاسے کہ وہ منزل من اللہ ہے، مذہب دو چیزون سے مرکب ہے۔ عقاید و احکام، شاہ صاحب کے زمانہ تک جسقدر تصنیفات لکھی جا چکی تھین صرف پہلے حصہ کے متعلق تھین، دوسرے حصہ کو کسی نے مس نہین کیا تھا۔ شاہ صاحب پہلے شخص ہین جس نے اس موضوع پر کتاب لکھی، خود دیباچہ مین لکھتے ہین کہ جسطرح آنحضرتؐ کو قرآن کا معجزہ عطا ہوا تھا جسکا جواب عرب و عجم سے نہ ہوسکا، اسی طرح آپ کو جو شریعت عطا ہوئی تھی وہ بھی معجزہ تھی کیونکہ ایسی شریعت کا وضع کرنا جو ہر طرح پر ہر لحاظ سے کامل ہو، طاقت انسانی سے باہر ہے، اس لیے جس طرح قرآن مجید کے معجزہ ہونے پر بہت سی کتابین لکھی گیئن، ضرور ہے کہ اس معجزہ کے متعلق بھی مستقل تصنیف لکھی جائے۔

پھر لکھتے ہین کہ اہل بدعت نے اکثر اسلامی مسایل کے متعلق یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ عقل کے خلاف ہین۔ مثلاً وہ کہتے ہین کہ عذاب قبر، حساب، پل صراط، میزان کو عقل سے کیا تعلق ہے، رمضان کے اخیر دن کا روزہ واجب ہو اور شوال کی پہلی تاریخ کا حرام، اسکے کیا معنی، ترغیبات و ترہیبات کے متعلق جو کچھ شریعت مین وارد ہے وہ ہنسنے کے قابل باتین ہین، غرض منکرین اس قسم کے بہت اعتراضات

کرتے ہین، ان کے جواب کے لئے ضرور ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ شریعت کی تمام باتین عقل کے موافق ہین۔

شاہ صاحب نے یہ دو غرضین جو بیان کین علم کلام کے اہم المقاصد ہین، اور اس لحاظ سے ہم انکی کتاب کو دراصل علم کلام کی کتاب قرار دیتے ہین۔

شاہ صاحب نے جن مہتم بالشان مسایل کلامیہ پر اپنی کتاب (حجۃ اللہ البالغۃ) مین بحث کی ہے وہ حسب ذیل ہین۔

۱- انسان مکلف کیون پیدا کیا گیا ہے یعنی اس کو اوامر و نواہی کی کیون تکلیف دی گئی ہے۔

۲- خدا کی عادت یا فطرت مین تغیر و تبدیلی نہین ہوتی۔

۳- روح کی حقیقت۔

۴- جزا و سزا کی حقیقت۔

۵- واقعاتِ قیامت کی حقیقت۔

۶- عالم مثال۔

۷- نبوت کی حقیقت۔

۸- تمام مذاہب کی اصل ایک ہے۔

۹- اختلاف شرایع کے اسباب۔

۱۰- ایک ایسے مذہب کی ضرورت جو تمام مذاہبِ قدیم کا ناسخ ہو۔

Marfat.com

عالم مثال

عالم مثال، شاہ صاحب کے فلسفہ کا یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اسی سے ابتدا کی ہے حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین۔ بہت سی حدیثین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ عالم موجودات مین ایک اور عالم ہے جو مادی اور عنصری نہین ہے جو اشیا، اس عالم محسوسات مین وجود مین آنے والی ہین پہلے اُن کا ظہور اُس عالم مثال مین ہوتا ہے، اس عالم مثال مین باوجود اسکے کہ اشیا جسمانی نہین ہوتین تاہم وہ چلتی پھرتی اور چڑھتی اُترتی ہین، لیکن عام لوگ انکو دیکھ نہین سکتے۔

مثلاً حدیث مین ہے کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران قیامت مین بادل بنکر آئین گی ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے دن اعمال حاضر ہون گے، پہلے نماز آئیگی۔ پھر صدقہ۔ پھر روزہ

ایک حدیث مین ہے کہ قیامت مین اور دن تو معمولی صورت مین آئین گے لیکن جمعہ کا دن چمکتا ہوا آئیگا۔

ایک حدیث مین ہے کہ قیامت مین دنیا ایک بدصورت بڑھیا کی صورت مین آئیگی۔ ایک حدیث مین ہے کہ مین فتنون کو تمہارے گھرون کے گرد بادل کی طرح برستا دیکھ رہا ہون۔

معراج کی حدیث مین ہے کہ مین نے چار نہرین دیکھین، دو ظاہر تھین اور دو مخفی۔ جو ظاہر تھین وہ نیل اور فرات تھین۔

اس قسم کی اور بہت سی حدیثین نقل کی ہین، اور ان سب کو عالم مثال مین محسوب

Marfat.com

کیا ہے، شاہ صاحب نے اس عالم کو بہت زیادہ وسعت دی ہے، حضرت مریم نے جو حضرت جبرئیل کو دیکھا تھا اور حضرت جبرئیل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے، قبر مین جو فرشتے آتے ہین۔ موت کے وقت جو ملائکہ آتے ہین۔ قیامت مین خدا جو بندون سے باتین کریگا ان سب کو شاہ صاحب اسی عالم مین داخل کرتے ہین۔ پھر لکھتے ہین کہ اس قسم کے جو واقعات احادیث مین منقول ہین اُن کے متعلق تین رائین قرار پا سکتی ہین یا تو انکو ظاہری معنون پر محمول کیا جاے، اس صورت مین عالم مثال کا قایل ہونا پڑے گا جیسا کہ ہمنے تسلیم کیا ہے، محدثین کا اصول بھی اسی کو مقتضی ہے جیسا کہ سیوطی نے تصریح کی ہے، یا اگر عالم مثال نہ مانا جاے تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ واقعات اُس شخص کو اسطرح معلوم ہوتے ہین گو وہ خارج مین نہین ہوتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر مین یوم تاتی السماء بدخان مبین کہا ہے کہ ایک زمانہ مین قحط پڑا تھا اور لوگون کو بھوک کی وجہ سے آسمان دہوین کا سا نظر آتا تھا حالانکہ آسمان درحقیقت دہوان نہ تھا، ابن الماجشون کا قول ہے کہ قیامت مین خدا کے آنے اور نازل ہونے کے متعلق جو حدیثین ہین انکے یہ معنی ہین کہ لوگ خدا کو اس طرح دیکھین گے حالانکہ خدا نہ اُتریگا نہ اُس مین کسی قسم کا تغیر ہوگا۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ اِن احادیث اور واقعات کو تمثیل قرار دیا جاے۔

ان احتمالات کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہین کہ جو شخص محض تیسرے احتمال کو

Marfat.com

مانتا ہے مین اسکو اہل حق مین سے نہین سمجھتا۔

تیسرے احتمال کو تو شاہ صاحب جائز نہین رکھتے لیکن دو پہلے احتمالون کو جنہین سے ایک کو وہ اہل حدیث کے اصول کے موافق قرار دیتے ہین، اگر اور مذہبی علما بھی تسلیم کرلین، تو فلسفہ اور مذہب مین کسی قسم کی نزاع باقی نہین رہتی فلسفہ خود بڑھکر کہے گا کہ ع بیا کہ نیست مرا با تو ماجرا حافظ!۔

شاہ صاحب کے زمانہ مین علم کلام کا جو سرمایہ موجود تھا وہ صرف متاخرین اشاعرہ کی تصنیفات تہین، شاہ صاحب کی تربیت و تعلیم بھی اسی طریقہ کے موافق ہوئی تھی لیکن انکی ایجاد پسند طبیعت پر ان چیزون کا کچھ اثر نہ ہوا اور انہون نے علم کلام کے مسایل بالکل نئے اصول کے موافق ترتیب دیئے، اشاعرہ کے جو ممیزات مسایل ہین، شاہ صاحب اسکے عموماً مخالف ہین، - علم کلام کے متعلق شاہ صاحب کے جو مہتم بالشان اجتہادات اور اولیات ہین انمین سے بعض کو ہم اس مقام پر درج کرتے ہین -

علم کلام کا بہت بڑا نقص یہ تھا کہ قرآن مجید کے متعلق جو مخالفون کے شبہات تھے اُن سے بہت کم تعرض کیا جاتا تھا۔ شرح مواقف وغیرہ مین صرف قرآن مجید کی بلاغت و فصاحت کے متعلق جو اعتراضات تھے اُن سے تعرض کیا ہے، حالانکہ مخالفین کو الفاظ سے زیادہ مطالب کے متعلق اعتراضات تھے، انمین بہت اعتراضات تفسیر کی کتابون مین مذکور ہین لیکن جوابات جو دیے ہین وہ شافی نہین شاہ صاحب نے ان تمام اعتراضات کو نہایت خوبی سے رفع کیا، مثلاً مخالفین کا ایک یہ اعتراض

قرآن مجید کے مکرر مضامین کی حقیقت

تھا کہ قرآن مجید میں ایک ہی بات کو دس دس بیس بیس دفعہ بیان کیا ہے، مفسرین اس کا یہ جواب دیتے تھے کہ اس سے قدرتِ کلام دکھانا مقصود ہے، کیونکہ ایک ہی مطلب کو مختلف عبارتوں اور مختلف پیرایوں میں ادا کرنا بہت بڑی انشاپردازی کا ثبوت ہے، لیکن یہ جواب محض لغو ہے، ایک مضمون کو مختلف طریقوں میں ادا کرنا، ابوالفضل وظہوری کا مایۂ ناز ہو سکتا ہے نہ خدائے ذوالجلال کا۔

شاہ صاحب اس تکرار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں "اگر پرسند کہ مطالب فنون خمسہ راچرا در قرآن عظیم مکرر گفتہ شد چرا بر یک موضع اکتفا نرفت، گوئیم انچہ خواہیم کہ سامع را افادہ نمائیم دو قسم می باشند یکے آنکہ مقصود آنجا مجرد تعلیم مالا یعلم بود و بس مخاطب حکمی را نمیدانست و ذہن او ادراک آن نکردہ بود باستماع این کلام آن مجہول معلوم شود وآن نادانستہ دانستہ گردد۔

دیگر آنکہ مقصود استحضار صورت آن علم در مدرکہ او باشد تا ازان لذت فراوان گیرد و قوائے قلبیہ و ادراکیہ دران علم فانی شوند و رنگ این علم بر ہمہ قویٰ غالب آید چنانکہ معنی شعری را کہ ما آن را دانستہ ایم مکرر می گویند و ہر بار لذتے می یابیم و برائے این لذت تکرار آن دوست می داریم۔ و قرآن عظیم بہ نسبت ہر یکے از مطالب فنون خمسہ ہر دو قسم را افادہ ارادہ فرمود تعلیم مالا یعلم بہ نسبت جاہل، و رنگین ساختن نفوس بآن علوم بہ سبب تکرار بہ نسبت عالم۔ الا اکثر مباحث احکام کہ تکرار دران حاصل نشد زیرا کہ افادۂ دوم آنجا مطلوب نبود۔ اینقدر فرق نہادہ اند کہ در اکثر احوال، تکرار آن

مسایل بعبارت تازہ و اسلوب جدید اختیار فرمودہ اند تا اوقع باشد در نفوس و الذ باشد در اذہان"۔

قرآن مجید میں مضامین کے غیر مرتب کی وجہ۔

آج کل ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی ترتیب و نظام نہیں۔ ایک مضمون شروع ہوا ہے وہ ابھی ناتمام ہے کہ دوسرا شروع ہو گیا، فرایض کے مسایل بیان کرتے کرتے بیچ میں نماز عصر کا ذکر آجاتا ہے، ایک مضمون کے متعلق معلومات فراہم کرنے ہوں تو سیکڑوں مختلف مقامات کی ریزہ چینی کرنی پڑیگی۔

قدما میں سے کسی نے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا بلکہ خود اعتراض سے تعرض نہیں کیا، حالانکہ آج کل یہ ایک مشکل اعتراض خیال کیا جاتا ہے۔ کارلایل۔ جو آنحضرت صلعم کی نسبت نہایت عمدہ خیالات رکھتا ہے اور جو اسلام کی تمام باتوں کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتا ہے، قرآن مجید کے اس انتشار مضامین سے گھبرا گیا اور اسکی کوئی تاویل نہ کرسکا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس اعتراض سے تعرض کیا اور نہایت خوبی سے جواب دیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اگر پرسند کہ در سورتہاے قرآن این مطلب را چرا منتشر فرمودند و رعایت ترتیب نکردند۔ گویم اگرچہ قدرت شامل ہمہ ممکنات است اما حاکم درین ابواب، حکمت است و حکمت، موافقت مبعوث الیہم است۔ در لسان و در اسلوب بیان۔ و ترتیبی کہ حالا مصنفین اختراع نمودہ اند۔ عرب آن را نمیدانستند، اگر این را

Marfat.com

باور نمی کنی قصائد شعرا سے مخضرمین را تامل کن، ... و نیز مقصود نہ مجرد افادہ است بلکہ افادہ مع الاستحضار والتکرار"۔

اس تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ قرآن مجید۔ عرب کی زبان مین اُترا ہے اور مخاطب اوّل اس کے عرب ہین، اس لئے ضرور تھا کہ طرز بیان مین، اسلوب عرب کی رعایت کیجائے عرب قدیم کی جسقدر نظم ونثر موجود ہے، سب کا یہی طرز ہے کہ مضامین کو یکجا بیان نہین کرتے بلکہ ایک بات کہتے ہین - ابھی وہ تمام نہین ہوئی کہ دوسرا ذکر چھڑ جاتا ہے، پھر پہلی بات شروع ہوتی ہے، پھر دوسرا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، اس کے علاوہ قرآن مجید کا بڑا مقصود یہ ہے کہ توجہ الی اللہ اور اخلاص وعبادت کی مضامین اسقدر بار بار کہے جائین کہ مخاطب پر ایک حالت طاری ہوجائے، اس قسم کا تکرار ترتیب کی صورت مین ممکن نہ تھا۔

قرآن مجید کا مخالف قواعد نحویہ ہونا اور اسکی وجہ

قرآن مجید کے متعلق ایک بڑی بحث یہ تھی کہ اکثر جگہہ بظاہر قاعدۂ نحو کے خلاف ہے، ان موقعون پر مفسرین عجیب عجیب تاویلین کرتے ہین اور چاہتے ہین کہ قرآن مجید، موجودہ کتب نحویہ کے مطابق ثابت ہوجائے، شاہ صاحب اس عقدہ کو اسطرح حل کرتے ہین۔

"وتحقیق این کلمہ نزد فقیر آن است کہ مخالف روزمرّہ مشہور۔ نیز روزمرّہ است، وعرب اوّل را در اثناء خطب ومحاورات بسیار واقع می شد کہ خلاف قاعدۂ مشہورہ بر زبان گذشتی - وچون قرآن بلغت عرب اوّل نازل شد، اگر احیاناً بجائے داو یاآمدہ باشد

Marfat.com

یا بجاے تثنیہ۔ مفرد یا بجاے مذکر۔ مونث، چہ عجب"

قرآن مجید کے متعلق سب سے بڑا نکتہ جو تمام قدما سے رہ گیا تھا اور جسکو شاہ صاحب نے ظاہر کیا، یہ تھا کہ تمام لوگ قرآن مجید کو صرف، فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجز سمجھتے آتے تھے، یہ کسی کو خیال نہ آیا کہ قرآن مجید کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ اخلاق تزکیہ نفس۔ توحید و رسالت۔ و معاد کے جو حقایق، قرآن مجید مین مذکور ہین طاقت بشری کی دسترس سے باہر ہین۔ شاہ صاحب قرآن کے وجوہ اعجاز کے بیان مین لکھتے ہین۔

قرآن مجید کا مضامین کے لحاظ سے معجزہ ہونا۔

"وازان جملہ وجہی است کہ جز متدبرین در اسرار شرایع را فہم آن میسر نیست۔ وآن آنست کہ این علوم خمسہ نفس اینما دلیل بودن قرآن نازل من اللہ بجہت ہدایت بنی آدم است چنانکہ عالم طبیب چون در قانون نظری کند در دو در رفتن او در بیان اسباب و علامات امراض و وصف ادویہ می کند۔ ہیچ شک نمیکند درین کہ مولف آن کامل است در صناعت طب۔ ہمچنین چون عالم اسرار شرایع میداند کہ در تہذیب نفوس کدام چیز بہ افراد انسان میتوان القا نمود۔ بعد ازان در فنون خمسہ تامل می کند بیشک در می یابد کہ این فنون در معانی خود بوجہی واقع اند کہ ازان بہتر صورت نمی بندد"

آفتاب آمد دلیل آفتاب		گر دلیلت باید ازوے رو متاب	

Marfat.com

حکماے اسلام

متکلمین کے ذکر میں اس فرقہ کا ذکر بظاہر ناموزون ہے کیونکہ شہرت عام کی بنا پر متکلمین اور حکما دو مخالف گروہ ہین، لیکن فی الواقع ایسا نہین ہے، بے شبہہ حکما، کا عام لفظ۔ متکلمین کے لقب کا طرف مقابل بن سکتا ہے۔ لیکن جب اسلام کی قید بڑھا دی جائے تو مغایرت کا پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ امام غزالی اور ابن رشد کو حکماے اسلام کا لقب حاصل ہے اور یہی دو شخص ہین جو علم کلام کے بھی مقدمۃ الجیش ہین۔

حکماے اسلام

افسوس ہے کہ ہمارے مورخین اور تذکرہ نویسون نے حکماے اسلام کے عنوان سے کوئی کتاب نہین لکھی جس سے اِن لوگون کے نام یکجا مل سکتے لیکن کچھ شبہہ نہین کہ اسلام مین ایک خاص گروہ اس نام سے موجود تھا۔ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر مین خاص اسی لقب سے بہت سے موقعون پر ان لوگون کے اقوال نقل کئے ہین۔ ایک جگہ لکھتے ہین۔ اِحتج[51] حکماء الاسلام بھذہ الآیۃ ایک اور موقع پر لکھتے ہین المقام الثانی[52] وھو قولُ حکماءِ الاسلام۔ ایک اور موقع پر لکھتے ہین وھوانّ جماعۃً مِنْ حکماء الاسلام[53] اکثر جگہ صرف حکما، کا لفظ استعمال کرتے ہین اور اس سے حکماے اسلام مراد لیتے ہین کیونکہ جو قول انکی طرف منسوب کرتے ہین وہ قرآن مجید کے متعلق ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے

---

۵۱ تفسیر کبیر آیت الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبھم ۵۲ تفسیر کبیر سورۂ رعد آیت لہ معقبات من بین یدیہ الخ ۵۳ تفسیر کبیر سورۂ ابراہیم آیت قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم۔

Marfat.com

کہ یونانی حکماء کا قول، قرآن مجید کے متعلق نہین ہو سکتا -

امام رازی نے تفسیر کبیر مین حکمائے اسلام کے جو اقوال نقل کئے ہین ان کے استقرار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گروہ کا خاص مقصد، فلسفہ، اور شریعت کی تطبیق ہے سورۂ انعام کی تفسیر مین جہان قیامت کے حساب وکتاب کی حقیقت سے بحث کی ہے وہان حکمائے اسلام کی رائے نقل کرکے اخیر مین لکھتے ہین فہذہ اقوال ذکرت فی تطبیق الحکمۃ النبویۃ علی الحکمۃ الفلسفیۃ اور اور مقامات پر بھی اسی قسم کی تصریح موجود ہے -

یعقوب کندی

سب سے پہلے غالباً جسنے اس موضوع پر قلم اُٹھایا وہ حکمائے اسلام کا سرخیل یعقوب کندی تھا جو مامون الرشید کا ہم عصر تھا لیکن چونکہ اُسکی تصنیفات آج ناپیدا ہین اسلیئے اسکے متعلق ہم کچھ نہین لکھ سکتے - اسکے بعد حکیم ابونصر فارابی المتوفی ۳۳۹ھ نے شریعت اور فلسفہ کی تطبیق مین جستہ جستہ مضامین لکھے - جنکا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

فارابی

(۱) انسان دو چیزون کے مجموعہ کا نام ہے، روح و جسم، روح کی کوئی صورت اور شکل نہین ہے اور نہ وہ ذو جہت اور ذو اشارہ ہے جسم البتہ ان تمام اوصاف سے موصوف ہے، روحانیات اور جسمانیات کو اصطلاح شرع مین امر اور خلق سے تعبیر کرتے ہین قرآن مجید مین جو الا لہ الخلق والامر وارد ہے اس سے یہی مراد ہے - (امام غزالی نے بھی خلق وامر کی یہی تشریح کی ہے)

۲- جس شخص کی روح کو قوت قدسیہ حاصل ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے - اور

Marfat.com

جس طرح عام روحون کو عالم سفلی پر حکومت حاصل ہے، قوت قدسیہ کو عالم علوی پر حکومت حاصل

نبوت ہوتی ہے، اور اسی کا اثر ہے کہ نبی سے معجزات فوق الفطرۃ سرزد ہوتے ہین لوح محفوظ

(یعنی علم باری) مین جو کچھ ہے وہ ارواح قدسیہ مین بعینہ منقش ہوجاتا ہے۔

۳- معمولی روح کی یہ حالت ہے کہ جب وہ باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ظاہر اُسکے سامنے سے چھپ جاتا ہے اور ظاہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو باطن کی طرف سے ذہول ہوجاتا ہے لیکن روح قدسی کو کوئی چیز کسی چیز سے باز نہین رکھ سکتی۔

ملائکہ ۴- ملائکہ صور علمیہ کا نام ہے، جو بذات خود قائم ہین۔ انکا وجود دو قسم کا ہے، ایک حقیقی جو روحانیات مین داخل ہے، اور جو صرف صاحب قوۃ قدسیہ کو مدرک ہوتا ہے، ادراک کے وقت صاحب قوۃ قدسیہ کی باطنی اور ظاہری حس اور کیطرف متوجہ ہوتی ہے، اور اُس وقت فرشتہ مجسم صورت مین نظر آتا ہے، اس حالت مین صاحب قوۃ قدسیہ اسکی آواز بھی سنتا ہے، اور یہ آواز وحی ہوتی ہے، لیکن یہ صورت، اور یہ آواز دونون اضافی چیزین ہین

وحی حقیقی وحی کے یہ معنی ہین کہ فرشتہ کو براہ راست روح سے اتصال ہوتا ہے اور فرشتہ کا مافی الضمیر، روح پر اسطرح پرتو ڈالتا ہے جسطرح آفتاب پانی مین، اس اتصال کی حالت مین فرشتہ کی مثالی صورت اور آواز، صاحب قوۃ قدسیہ کو محسوس ہوتی ہے، اور اس صورت مین چونکہ اُسکی ظاہری اور باطنی دونون حسون پر بار پڑتا ہے، اِسلئے اس پر غشی کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

لوح وقلم ۵- لوح وقلم سے جسمانی آلات مقصود نہین بلکہ ان سے ملائکہ روحانی مراد ہین، اور

Marfat.com

لکھنے سے حقایق کی تصویر مراد ہے، قلم عالم امر سے معانی کو لیتا ہے اور وہ معانی کتابت روحانی کے ذریعہ سے، لوح پر منقش ہو جاتے ہین، لوح و قلم سے جو کچھ ظہور مین آتا ہے اس کا نام قضا و قدر ہے۔

۶- نفس مطمئنہ کا کمال ذات آلہی کا عرفان ہے اور یہی روح کی لذت قصوی ہے

(ماخوذ از فصوص فارابی)

فارابی کے بعد بوعلی سینا نے اس مضمون کو زیادہ وسعت دی، اسنے حکیمانہ مذاق پر قرآن مجید کی بعض سورتون کی تفسیر لکھی۔ شفا اور اشارات مین نبوت۔ معاد۔ خلق۔ شبہ دعا کی تاثیر۔ عبادات کی فرضیت۔ وغیرہ پر نہایت عمدہ مضامین لکھے اور ان چیزون کو دلائل عقلی سے ثابت کیا۔

بوعلی سینا

اس موقع پر یہ امر خاص طور پر ذکر کے قابل ہے کہ امام غزالی نے بوعلی سینا کو اس بنا پر کافر کہا ہے کہ وہ معاد جسمانی کا قایل نہ تھا لیکن قطع نظر اسکے کہ معاد جسمانی کا انکار کفر کا مستلزم ہے یا نہین، مزے کی بات یہ ہے کہ بوعلی سینا معاد جسمانی کا صاف صاف معترف ہے۔ الہیات شفا مین معاد جسمانی کی نسبت لکھتا ہے۔

وقد بسطت الشريعة الحقة التي اتانا بها نبينا وسيدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وآله حال السعادة والشقاوة التي بحسب البدن	اُس سچی شریعت نے جو ہمارے پیغمبر ہمارے سردار ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ لیکر آئے جسمانی عذاب و ثواب کا حال نہایت تفصیل سے بیان کیا

Marfat.com

شریعت کا ایک بڑا عقدہ جو بوعلی سینا نے حل کیا وہ معجزات اور خرق عادات کی بحث تھی معجزات کی نسبت یونانی حکمار سے کسی قسم کا اقرار یا انکار منقول نہین ہے چنانچہ علامہ ابن رشد نے تہافۃ التہافۃ مین صاف تصریح کی ہے اور لکھا ہے کہ اما الکلام فی المعجزات فلیس فیہ للقدماء من الفلاسفۃ قول[۱] لیکن علماے طبیعین جنکو آجکل نیچرلسٹ یا نیچرلسٹ کہتے ہین صاف صاف خرق عادۃ کے منکر تھے - ارباب مذہب کو خرق عادت پر ایمان تھا لیکن چونکہ اسپر کوئی دلیل نہین لا سکتے تھے اس لئے انکا اعتقاد مقلدانہ اور عامیانہ اعتقاد خیال کیا جاتا تھا بوعلی سینا پہلا شخص ہے جس نے فلسفیانہ اُصول پر خرق عادت کو ثابت کیا - علامہ ابن رشد - تہافت مین لکھتے ہین خرق عادات

واما ما حکاہ فی اثبات ذلک عن الفلاسفۃ فھو قول لا اعلم احدا قال بہ الا ابن سینا ؎	غزالی نے خرق عادت کے ثابت کرنے کے متعلق جو کچھ فلاسفہ سے نقل کیا ہے، وہ جہانتک مجھکو معلوم ہے بجز ابن سینا کے اور کسی حکیم سے منقول نہین -

بوعلی نے اشارات مین خاص اس بحث پر ایک عنوان قائم کیا - اور ثابت کیا کہ اصول عقلی سے یہ ممکن ہے کہ کوئی باکمال ایک مدت تک ترک غذا کردے - یا غیب کی خبرین بتائے یا دعا سے پانی برسا دے، یا غیب کی آوازین اُسکے کان مین آئین یا غیر محسوس صورتین نظر آئین وغیرہ وغیرہ - ان باتون کو جسطرح اُسنے ثابت کیا ہے - اس کتاب کے دوسرے حصہ مین اسکا ذکر آئیگا -

[۱] تہافۃ التہافۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۶

ابن مسکویہ

اسی زمانہ مین احمد بن مسکویہ المتوفی ۴۲۱ھ پیدا ہوا جسنے فلسفہ اور شریعت کی تطبیق پر ایک خاص کتاب لکھی، وہ علوم فلسفیہ کا بہت بڑا ماہر تھا، فلسفہ یونان کی واقفیت مین فارابی اور ابن رشد کے سوا اور کوئی اسکا ہمسر نہین گذرا، اسکی تصنیفات مین سے تہذیب الاخلاق مصر و ہندوستان مین - اور تجارب الامم جو ایک تاریخی تصنیف ہے یورپ مین چھپ گئی ہے -

ابن مسکویہ کی تصنیفات

فلسفہ و شریعت کی مطابقت مین اسنے دو کتابین لکھین، الفوز الاصغر - الفوز الاکبر پہلی کتاب بیروت مین چھپ گئی ہے اور ہمارے پیش نظر ہے - اس کتاب مین تین اہم مسایل سے بحث کی ہے - وجود باری اور صفات باری، روح کی حقیقت اور اُس کے خواص، نبوت اس کتاب کا انداز بیان بخلاف ابن سینا کے نہایت صاف اور شستہ ہے اور یہ ابن مسکویہ کا عام انداز ہے -

ابن مسکویہ کی کتاب الفوز الاصغر

چونکہ یہ کتاب نہایت جامع و مانع اور مختصر ہے، اس لئے ہم اسکے ضروری مباحث کو اس موقع پر نقل کرتے ہین[1] -

وجود باری کا تصور کیون مشکل ہے

"وجود باری - یہ مسئلہ آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل ہے، اسکی مثال بعینہ یہ ہے کہ آفتاب نہایت روشن ہے لیکن اسکی روشنی ہی اسکا سبب بھی ہے کہ اسپر نگاہ نہین ٹھیرتی اور خفاش اُسکے دیکھنے سے عاجز آجاتا ہے عقل انسانی کو بھی خدا کے ساتھ یہی نسبت ہے -

[1] لفظی ترجمہ نہین ہے بلکہ اسکے مطالب کو اپنے الفاظ مین ادا کیا ہے -

Marfat.com

انسان کے ادراک کی ابتدا حواس خمسہ سے شروع ہوتی ہے، وہ لامسہ شامّہ۔ ذائقہ۔ سامعہ۔ باصرہ۔ سے اشیاء کا احساس کرتا ہے، اوّل اوّل وہ محض حس کا پابند رہتا ہے یعنی جب تک کوئی مادّی چیز اس کے سامنے موجود رہتی ہے اسکا ادراک کرتا ہے، پھر اسقدر ترقی کرتا ہے کہ اس چیز کی صورت متخیلہ میں قائم ہوجاتی ہے، یہ مادہ سے تجرّد کا پہلا درجہ ہے۔ پھر جزئیات سے کلّیات قائم کرتا ہے، کلّیات اگرچہ مادّہ سے بری ہوتی ہیں لیکن چونکہ کلّیات۔ جزئیات سے پیدا ہوتے ہیں، اور جزئیات کا علم محض حواس کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس لئے حواس کا توسط پھر بھی باقی رہتا ہے۔

غرض چونکہ حواس کا توسط فطرت کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتا ہے، اور تمام عمر باقی رہتا ہے اس لئے کسی ایسی شے کا تعقل کرنا جو مجرد محض ہو، اور جس کے ادراک میں حواس کا واسطہ کہیں نہ پیش آئے سخت مشکل ہے، یہی وجہ ہے کہ انسان خدا کا تعقل نہایت مشکل سے کرسکتا ہے کیونکہ خدا مجرّد محض ہے جسکو حاسہ سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ ارباب نظر اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ ادراکات کو حواس سے الگ کرتے جائیں اور صرف اُن چیزوں کا تصور کریں جو مادّہ سے بری ہیں، مثلاً کلّیات، عقول، روح۔ ان معقولات کی تصور کی ممارست اور مزاولت سے رفتہ رفتہ یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ مجرّد محض کا تصور، امکان کی حد تک آجاتا ہے اور پھر ترقی ہوتے ہوتے اُسکا یقین ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

جزئیات اور کلیات مین ایک بڑا فرق یہ ہے کہ جزئیات، ہر وقت بدلتی رہتی ہین اور اسوجہ سے انکا علم بھی ہر وقت متغیر ہوتا رہتا ہے، مثلاً ایک شخص جو ہمارے سامنے بیٹھا ہوا ہے گو بظاہر ہمکو متغیر ہوتا نظر نہین آتا لیکن اُسکے جسم کے اجزا ہر وقت فنا ہوتے رہتے ہین اور اُنکے بجاے نئے اجزا پیدا ہوتے جاتے ہین جسکو بدل مایتحلل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر جزئیات کا علم کوئی مستقل اور پایدار علم نہین، بلکہ ہر آن مین بدل جاتا ہے، بخلاف اسکے کلیات مین تغیر اور انقلاب نہین ہوتا۔ زید۔ بکر۔ عمر۔ کی انقلاب حالت سے۔ نفس انسان کی حقیقت مین کوئی انقلاب نہین ہوتا اسیطرح جو چیز جسقدر مادہ سے بری ہوگی اُسیقدر تغیر اور تبدل سے بری ہوگی اور اس بنا پر اسکا ادراک بھی تغیر اور تبدل سے بری ہوگا، اسی بنا پر کلیات کا علم جزئیات کے علم سے زیادہ دیرپا اور اشرف و افضل ہے۔

ان مقدمات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خدا کا ادراک، جسقدر طاقت بشری مین ہے وہ بھی اُن لوگون کے ساتھ مخصوص ہے جنہون نے محسوسات سے ترقی کر کے، معقولات محض کے متعلق اسقدر غور و فکر سے کام لیا ہے کہ اُنکو اشیاء کے تصور کرنے کے لئے مادہ اور حواس کے توسط کی ضرورت نہین پڑتی۔

خدا کا ثبوت - یہ مسلم ہے کہ تمام اجسام مین کسی نہ کسی قسم کی حرکت پائی جاتی ہے۔ حرکت سے ہماری مراد صرف انتقال مکانی نہین ہے بلکہ ہر قسم کے تغیر کا نام حرکت ہے، مثلاً جسم یا بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے یا اپنی حالت پر قایم رہتا ہے پہلی

خدا کا ثبوت

Marfat.com

دونون صورتون مین تو علانیہ تغیر محسوس ہوتا ہے۔ تیسری صورت بھی درحقیقت تغیر سے خالی نہین کیونکہ پرانے اجزا فنا ہوتے جاتے ہین اور اُنکے بجاے نئے آتے جاتے ہین، یہ دلیل کا پہلا مقدمہ ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جو چیز متحرک ہے، ضرور ہے کہ اسکا کوئی محرک ہو، کیونکہ اگر کوئی خارجی محرک نہین ہے تو صرف یہ احتمال قائم ہوسکتا ہے کہ خود اس شے کی ذات محرک ہو اور یہ صحیح نہین، مثلاً یہ ظاہر ہے کہ انسان متحرک بالارادہ ہے اب اگر حرکت اسکی ذاتی ہو تو چاہیے کہ جب کسی آدمی کے مقدّم اعضا جدا کر دے جائین تو اصل جسم اور جدا شدہ اعضا دونون مین حرکت پائی جاے حالانکہ دونون مین سے ایک مین بھی حرکت باقی نہین رہتی جب یہ ثابت ہوا کہ ہر متحرک کے لیے کسی محرک کی ضرورت ہے تو ضرور ہے کہ تمام اجسام کا سلسلہ کسی ایسے وجود پر ختم ہو جو خود متحرک نہین، کیونکہ اگر وہ بھی متحرک ہو تو اُسکے لیے بھی محرک کی ضرورت ہوگی، اس صورت مین غیر متناہی کا وجود لازم آئیگا اور یہ محال ہے، یہی محرک اول جو خود متحرک نہین، اور تمام اشیا کی حرکت کا باعث ہے، خدا ہے"۔

علامہ ابن مسکویہ کی یہ دلیل دراصل ارسطو سے ماخوذ ہے، بلکہ بعینہٖ وہی دلیل ہے جو ارسطو نے لکھی ہے، ارسطو اس بات کا قایل تھا کہ عالم- قدیم ہے لیکن اسکی حرکت حادث ہے اور خدا نے ہی حرکت پیدا کی یہ راے بالکل اُن لوگونکے خیال کی موافق ہے جو یہ کہتے ہین کہ مادہ قدیم ہے لیکن مادّہ جو مختلف صورتین بدلتا رہتا ہے یہ حادث ہے، اور خدا جو کچھ کرتا ہے وہ صرف ان صورتون کا بدلتے رہنا ہے۔

Marfat.com

ابن مسکویہ کی دلیل پر اعتراض

لیکن یہ استدلال صحیح نہین، مخالف یہ پہلو اختیار کر سکتا ہے کہ اشیا مین جو حرکت ہے وہ طبعی ہے یعنی خود انکی ترکیب کا خاصہ ہے یہ اعتراض کہ اگر یہ حرکت طبعی ہوتی تو اجزا کے الگ کر دینے کے بعد بھی پائی جاتی محض لغو اعتراض ہے، طبیعت، ترکیب اور مزاج کا نام ہے جب اجزا الگ کر لئے گئے تو وہ ترکیب نہین رہی، اور اس لیئے وہ حرکت بھی باقی نہین رہی، ان اجزا نے اب دوسری صورت اختیار کر لی اور اس لئے اُن مین حرکت بھی دوسری قسم کی ہوگی۔

اسی بنا پر متکلین نے خدا کے ثبوت پر دوسری دلیلین قایم کین اور گو وہ بھی ضعیف ہین لیکن ارسطو کی دلیل سے بہرحال قوی ہین۔

اس استدلال کے بعد علامہ موصوف (ابن مسکویہ) نے خدا کے اوصاف ثابت کئے ہین یعنی یہ کہ وہ واحد ہے، ازلی ہے، جسمانی نہین ہے، اور ان سب کے ثبوت کا مدار حرکت کی نفی پر رکھا ہے چنانچہ اسکی تفصیل یہ ہے۔

خدا کا واحد ہونا

وحدت - خدا اگر متعدد ہون، تو ضرور ہے کہ اُن مین باہم کوئی جز مشترک ہو جسکی وجہ سے وہ سب خدا کہلائین اور کوئی جز غیر مشترک جسکی وجہ سے، اُن مین باہم فرق اور امتیاز ہو، اس صورت مین ترکیب لازم آیگی اور ترکیب ایک قسم کی حرکت ہی اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا مین کسی قسم کی حرکت نہین۔

ازلیت

ازلیت - جو شے ازلی نہوگی وہ متحرک ہوگی کیونکہ عدم سے وجود مین آنا ایک قسم کی حرکت ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا مین کسی قسم کی حرکت نہین۔

Marfat.com

غیر جسمانی ہونا

غیر جسمانی ہونا - خدا کے اگر جسم ہوگا تو ضرور ہے کہ متحرک ہو، کیونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ جسم کو ہر وقت کسی نہ کسی قسم کی حرکت رہتی ہے، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا متحرک نہین ہو سکتا -

مخلوقات کی ترتیب

مخلوقات کی ترتیب - خدا نے اگرچہ تمام عالم کو پیدا کیا ہے لیکن وہ تمام عالم کا بلا واسطہ خالق نہین ہے۔

ایک شے سے جب متعدد اشیا صادر ہوتی ہین تو اس تعدد کے مختلف اسباب ہوتے ہین -

(۱) وہ شے مختلف قوی سے مرکب ہوتی ہے مثلاً انسان مختلف عناصر اور مختلف قوتون سے مرکب ہے، اس لئے اُن مختلف قوتون کے ذریعہ سے متعدد اور مختلف افعال سرزد ہو سکتے ہین -

(۲) اسکے آلات مختلف ہوتے ہین، مثلاً نجار مختلف آلات کے ذریعہ سے مختلف کام کرسکتا ہے -

(۳) مواد کے اختلاف کی وجہ سے مختلف اثر ظاہر ہوتے ہین، مثلاً آگ کا کام صرف جلانا ہے لیکن لوہا اس سے پگھل جاتا ہے اور مٹی سخت ہو جاتی ہے، آگ کا کام دونون جگہہ ایک ہی ہے لیکن چونکہ مادہ قابلہ ہے یعنی لوہے اور مٹی کی طبیعت مین اختلاف ہے اسلئے نتیجہ مختلف ظاہر ہوتا ہے -

خدا کی ذات مین ان تینون مین سے کوئی طریقہ نہین پایا جاسکتا ۔ مرکب القوی ہونا تو

Marfat.com

علانیہ باطل ہے - دوسرا احتمال اس لئے باطل ہے کہ اُن آلات کا خالق کون ہوگا اگر کوئی اور خالق ہوگا تو خدا کا تعدد لازم آتا ہے، اور اگر خدا ہی اُن کا بھی خالق ہے تو انکے بنانے مین اور آلات کی ضرورت پڑی ہوگی اور اس صورت مین آلات در آلات کا غیر متناہی سلسلہ ماننا پڑیگا -

اب صرف تیسرا احتمال رہ جاتا ہے، اسمین بھی صرف یہی سوال پیدا ہوگا کہ ان مختلف مادون کو کسنے پیدا کیا، خود خدا تو مختلف چیزون کو پیدا نہین کرسکتا، اگر اور کسی نے پیدا کیا تو خدا کا تعدد لازم آتا ہے، اور جب یہ تینون طریقے خدا کی نسبت ممکن نہین تو صرف یہ طریقہ رہ جاتا ہے کہ خدا نے بالذات ایک چیز پیدا کی، پھر اسنے ایک اور چیز پیدا کی اور اسطرح واسطہ در واسطہ تمام عالم وجود مین آیا، چنانچہ مخلوقات کی ترتیب یہ ہے کہ خدا نے سب سے پہلے عقل اوّل کو پیدا کیا، اسنے نفس کو، نفس نے افلاک کو، افلاک نے تمام عالم کو"

علامۂ موصوف نے اس تقریر کے بعد لکھا ہے کہ سب سے پہلے یہ مذہب ارسطو نے ایجاد کیا، علامۂ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ مین نے یہ تمام تقریر فرفوریوس یعنی بافیرس سے نقل کی ہے -

مادیین کا خیال ہے کہ عدم محض سے کوئی چیز نہین پیدا ہوسکتی، عالم مین جو کچھ وجود مین آتا ہے اسکا مادہ پہلے سے موجود ہوتا ہے اس لئے مادہ قدیم ہے، خدا نے مادہ کو نہین پیدا کیا، بلکہ مادہ جو صورت اختیار کرتا ہی یہ خدا کا فعل ہی جالینوس کا یہی مذہب تھا اور اسنے اس مسئلہ کے ثبوت مین ایک کتاب لکھی، اسکندر افرودسی جو ایک یونانی حکیم تھا اسنے

Marfat.com

خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا۔

اس کتاب کا رد لکھا، علامہ ابن مسکویہ نے اسکندر افرودوسی کی راے اختیار کی اور اسکی تقریر کو نہایت وضاحت سے ادا کیا، اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے،

"اسقدر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مادہ جب ایک صورت بدل کر دوسری صورت اختیار کرتا ہے تو پہلی صورت بالکل معدوم ہوجاتی ہے کیونکہ اگر معدوم نہ ہو تو صرف دو احتمال ہین، یا یہ کہ وہ صورت منتقل ہوکر کسی اور جسم مین چلی جائے۔ یا یہ کہ جہان تھی وہین موجود رہے، پہلی صورت بداہتہ غلط ہے، ہم اپنی آنکھ سے دیکھتے ہین کہ مثلاً ہم جب موم کے ایک کرہ کو مسطح شکل مین بدل دیتے ہین تو کرویت کی شکل کسی دوسرے جسم مین منتقل نہین ہوجاتی۔ دوسرا احتمال اس لیے باطل ہے کہ اگر دوسری صورت کے پیدا ہونے کے بعد پہلی صورت بھی قایم رہے تو اجتماع النقیضین لازم آئیگا یعنی ایک چیز ایک ہی وقت مین مثلاً گول بھی ہو اور لمبی بھی ہو"۔

اس لیے ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ جب نئی صورت پیدا ہوتی ہے تو پہلی صورت بالکل معدوم ہوجاتی ہے، اور جب یہ ثابت ہوا کہ پہلی صورت بالکل معدوم ہوجاتی ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نئی صورت عدم محض سے وجود مین آئی۔

اس سے اسقدر قطعاً ثابت ہوا کہ اعراض یعنی صورت - رنگ - مزہ - بو وغیرہ عدم محض سے وجود مین آتی ہین۔ اب صرف جوہر کی نسبت اس دعوی کا ثابت کرنا باقی رہ جاتا ہے اسکے لیے مقدمات ذیل کو ذہن نشین کرنا چاہیے۔

۱- مرکبات کی تحلیل، اخیر مین بسایط تک منتہی ہوتی ہے - اور اخیر مین صرف ایک

Marfat.com

مادہ بسیط رہ جاتا ہے۔

۲۔ یہ بدیہی امر ہے کہ مادّہ کسی حالت مین صورت سے جدا نہین ہوسکتا۔ مادہ مین ہزار طرح کا انقلاب پیدا کیا جائے لیکن کوئی نہ کوئی صورت باقی رہیگی، اس لئے مادہ اور صورت متلازم ہین۔

۳۔ پہلے یہ ثابت ہوچکا ہے کہ صورت قدیم نہین ہے بلکہ عدم محض سے وجود مین آتی ہے، اس کے ساتھ جب یہ بھی ثابت ہوا کہ مادہ کسی حالت مین صورت سے جدا نہین ہوسکتا تو ضرور ہے کہ مادہ بھی قدیم نہو ورنہ صورت کا بھی قدیم ہونا لازم آئیگا، اور جب مادہ حادث ٹھیرا تو ضرور ہے کہ عدم محض سے وجود مین آیا ہو کیونکہ مادّہ بسیط محض ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز موجود نہ تھی جس سے مادہ پیدا ہوا ہو۔ یہ علامہ ابن مسکویہ کی تقریر کا ماحصل ہے۔

یہان یہ بات خیال رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر حکماے یونان، عالم کے قدیم ہونیکے قایل ہین، چنانچہ ارسطو کا میلان بھی اسی طرف ہے، لیکن چونکہ عالم کا قدیم ہونا بظاہر عقاید اسلام کے خلاف تھا، اس لئے علامہ موصوف نے یونانیون مین سے اس گروہ کی راے اختیار کی جو حدوث کا قایل تھا اور جو دلائل اس فرقہ نے بیان کئے تھے اس سے فائدہ اٹھایا۔

روح یا نفس ناطقہ

علامہ موصوف نے اس بحث کو اس تمہید سے شروع کیا ہے۔

Marfat.com

روح کی حقیقت - اُسکا وجود، جسم کے فاسد ہونے کے بعد اِسکا بقا، یہ مسائل نہایت دقیق اور مشکل ہین لیکن چونکہ معاد کا ثابت ہونا بھی مسایل پر موقوف ہے، اِس لیے ضرور ہے کہ پہلے اِن مسائل کے متعلق گفتگو کی جاے -

ارسطو وغیرہ نے روح کے متعلق جو کچھہ لکھا تھا، وہ نہایت پراگندہ اور مبہم تھا - علامہ موصوف نے اسکو سُلجھا کر لکھا ہے تاہم بہت کچھہ بے ترتیبی باقی رکھی اِسلیے مین اُسکے تمام سلسلۂ تقریر کا ماحصل، صاف اور واضح طریقہ سے بیان کرتا ہون -

روح کا وجود اور اوسکا غیر جسمانی ہونا

روح کا وجود اور اوسکا غیر جسمانی ہونا - جسم کا یہ خاصہ ہے کہ جب وہ کسی صورت کے ساتھہ متصف ہوتا ہے تو جب تک یہ صورت زایل نہ ہو چکے، دوسری صورت قبول نہین کر سکتا، مثلاً اگر چاندی کے ایک پیالہ کو صراحی بنانا چاہین تو جب تک پیالہ کی صورت زایل نہو چکے گی، وہ صراحی کی صورت اختیار نہین کر سکتا، یہ خاصیت تمام اجسام مین مشترک ہے، اور اِس لحاظ سے جس چیز مین یہ خاصیت نہو وہ جسم نہین ہے انسان جس وقت کسی شے کا ادراک کرتا ہے اور اُسکی صورت اسکے نفس مین قایم ہوتی ہے تو اُسیوقت دوسری شے کا بھی ادراک کر سکتا ہے، بلکہ جسقدر ادراکات بڑھتے جاتے ہین، یہ قوت اور بڑھتی جاتی ہے - اس سے ثابت ہوا کہ انسان کی قوت مدرکہ جسمانی نہین ہے یہ چیز جسمین مختلف اشیار کی صورتین ایک ساتھہ قایم ہوتی ہین اور جسکے ذریعہ سے انسان ایک ہی وقت مین مختلف اشیار کا ادراک کرتا ہے، اسی کا نام روح اور نفس ناطقہ ہے مختصر یہ کہ جو چیز محل ادراک ہے وہی نفس اور روح ہے "

اِس سے کسی شخص کو انکار نہین ہو سکتا کہ انسان مین ایک حاسّہ ہے جس سے وہ اشیاء کا ادراک کرتا ہے، لیکن جو لوگ نفس کے منکر ہین وہ کہتے ہین کہ یہ حاسہ جسمانی ہے یا یہ کہ جسم کا ایک خاصہ ہے، اِس لیے اصل مابہ النزاع جو کچھ ہے صرف یہ ہے کہ یہ حاسہ جسمانی ہے یا جسمانیت سے بالکل بری ہے، علامۂ موصوف نے اِس قوت کے غیر جسمانی ہونے پر متعدد دلیلین قائم کی ہین جو اکثر ارسطو سے ماخوذ ہین،

روح کے غیر جسمانی ہونیکے دلائل پہلی دلیل

(۱) حواس جسمانی کا یہ خاصّہ ہے کہ جب کسی قوی محسوس کا ادراک کرتے ہین تو اُنکی قوت مضمحل ہو جاتی ہے اور اُنمین ضعف پیدا ہو جاتا ہے، مثلاً جب آفتاب پر نظر پڑتی ہے تو قوتِ باصرہ کو سخت صدمہ پہونچتا ہے اور وہ اپنے کام سے عاجز آجاتی ہی بخلاف اسکے عقل معقولات کے ادراک سے اور قوی ہوتی ہے اسلیئے یہ قوت یا حاسّہ جسمانی نہین ہو سکتا۔

لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، عقل کی بھی یہی کیفیت ہے، کہ وہ ایسے موقعون پر عاجز اور ضعیف ہو جاتی ہے، مثلاً خدا کے تصور کے وقت، عقل پر وہی حالت طاری ہوتی ہے جو آنکھ کو آفتاب کے دیکھنے سے ہوتی ہے۔

دوسری دلیل

(۲) حواس جسمانی کا یہ خاصّہ ہے کہ جب کسی قوی محسوس کا ادراک کرتے ہین تو اُسکے بعد دیر تک، وہ ضعیف محسوس کا ادراک نہین کر سکتے، مثلاً آفتاب کے دیکھنے سے جب نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے تو دیر تک معمولی چیز کو بھی نہین دیکھ سکتی، لیکن قوت مدرکہ کی حالت اسکے برخلاف ہے، اِس سے معلوم ہوا کہ قوت مدرکہ جسمانی نہین ہے

لیکن یہ استدلال بھی باطل ہے، قوت عقلی کا بھی یہی حال ہے جب وہ کسی دقیق

اور مشکل مضمون پر متوجہ ہوتی ہے اور دیر تک اُسکے حل کرنے مین مصروف رہتی ہے تو، اسکی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ ایک پیش افتادہ مضمون پر بھی توجہ نہین کرسکتی، اور آسان سے آسان بات اُسکو مشکل معلوم ہوتی ہے۔

تیسری دلیل

(۳) انسان جب کسی دقیق اور عقلی مضمون پر غور کرتا ہے تو اسوقت محسوسات سے بالکل قطع نظر کرنا چاہتا ہے، وہ خلوت مین بیٹھتا ہے، کسی چیز کو دیکھنا سننا، سونگھنا، چھونا نہین چاہتا اور یہ چیزین اُسکے غور و فکر مین سدّ راہ ہوتی ہین - اس سے معلوم ہوا کہ قوت عاقلہ جسمانی نہین ہے، کیونکہ اگر جسمانی ہوتی تو جسمانیات اور محسوسات سے الگ ہوکر کام کرنا نہ چاہتی اور نہ کرسکتی۔

یہ استدلال بھی صحیح نہین، بے شبہہ انسان غور و فکر کے وقت، ہر قسم کے محسوسات سے علیحدگی اختیار کرتا ہے لیکن اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اُن محسوسات کے نتائج اور آثار پر متوجہ ہوتا ہے جو پہلے سے اسکے دماغ مین مجتمع ہین۔ محسوسات سے وہ اب بھی کام لے رہا ہے البتہ یہ فرق ہے کہ نئے محسوسات سے نہین بلکہ پُرانے محسوسات کے نتائج سے کام لے رہا ہے کیونکہ نئے محسوسات اُسکے مقصد سے تعلق نہین رکھتے۔

چوتھی دلیل

(۴) انسان بہت سے ایسے مسائل کا تصور کرتا ہے جنکو حواس سے کچھ تعلق نہین مثلاً یہ کہ اجتماع النقیضین باطل ہی، خدا موجود ہے، فلک الافلاک کے اوپر نہ خلا ہے نہ ملا۔ یہ تمام مسائل محض معقولی مسائل ہین اور انکے حاصل ہونے مین حواس کو کچھ دخل نہین

Marfat.com

یہ استدلال بھی صحیح نہین، مسائل مذکورہ بالا کو بھی تحلیل کیا جاے تو انکی انتہا بھی محسوسات تک ہوگی مثلاً ہم نے جب سیکڑون ہزارون مثالون مین دیکھا کہ ایک جگہہ دو مخالف چیزین جمع نہین ہوتین، تو ہم نے ایک عام نتیجہ قائم کرلیا کہ اجتماع النقیضین محال ہے لیکن یہ کلیہ اُنھی سیکڑون جزئیات کی استقرا سے پیدا ہوا ہے جنمین حواس کا تعلق ہوتا ہے -

پانچوین دلیل

(۵) قوت مدرکہ بڑھاپے مین زیادہ قوی اور تیز ہوجاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُسکو جسم سے تعلق نہین، ورنہ جسم کا ضعف، اسکو بھی ضعیف کردیتا -

یہ دلائل وہ تھے جو ارسطو سے ماخوذ ہین، افلاطون کے دلائل بھی علامۂ موصوف نے نقل کیے ہین لیکن وہ بھی محض عوام پسند ہین، اس تمام سلسلہ مین صرف ایک استدلال ہے جو قوی ہے علامۂ موصوف نے اسکو نہایت مجمل او رنا تمام طریقہ پر لکھا ہے، اگر اُسپر بعض اور مقدمات اضافہ کیے جائین تو بے شبہہ وہ ایک مستحکم دلیل ہونے کی قابلیت رکھتا ہے چنانچہ ہم اسکو ذیل مین لکھتے ہین -

روح اور اوسکے غیر جسمانی ہونے پر ایک قوی استدلال

یہ امر بداہتہً نظر آتا ہے کہ انسان کے جسم کے مختلف اجزا ہین اور ان تمام اجزا کے افعال مختلف ہین، زبان بولتی ہے، کان سنتے ہین، ناک سونگھتی ہے، یہ حالت ظاہری آثار کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ تحقیقات جدیدہ سے ثابت ہوا ہے کہ انسان مین جو مختلف احساسات اور جذبات ہین مثلاً غصہ، رحم، جوش، محبت - حافظہ تخیل - اسکے مقامات جدا جدا ہین اور وہ دماغ کے مختلف حصون مین ہین -

Marfat.com

یہ بات بھی علانیہ نظر آتی ہے کہ یہ تمام اجزار بطور آلات کے ہین، اور اپنے لئے نہین بلکہ دوسرے کے لئے کام کر رہے ہین، اِن سب پر کوئی اور چیز حاکم ہے اور ان سب سے کام لیتی ہے، ہاتھہ جو کچھہ چھوتا ہے، آنکھین جو کچہہ دیکھتی ہین، کان جو کچھہ سنتے ہین، یہ احساسات خود ہاتھہ آنکھہ اور کان کے کام نہین آتے بلکہ ایک اور قوت ہے جو اُنکے نتائج سے متمتع ہوتی ہے، حواس ہر قسم کی شہادت مُہیّا کرتے ہین، لیکن ان شہادتون کی بنا پر فیصلہ کرنا ایک دوسری قوت کا کام ہے۔

یہ امر اُس موقع پر زیادہ واضح ہوجاتا ہے جہان خود حواس غلطی کرتے ہین، مثلاً ایک چیز دور ہونے کی وجہ سے چھوٹی نظر آتی ہے، آنکھہ نے اِس شے کو چھوٹا ہی سمجھا ہے لیکن انسان، فیصلہ کرتا ہے کہ آنکھہ نے غلطی کی ہے اور اسکی شہادت اِس موقع پر اعتبار کے قابل نہین۔

اب سُوال یہ ہے کہ اِن تمام اجزار۔ اعضار۔ حاسّہ ظاہری اور باطنی سے کام لینے والی کیا چیز ہے؟ مادّیین کہتے ہین کہ دماغ ہے، لیکن یہ ثابت ہوچکا ہے کہ دماغ کے متعدد اور مختلف حصّے ہین اور ہر حصّہ کسی خاص قوت کا منبع ہے۔ دماغ مین اُس عام قوت کا کوئی مقام ثابت نہین ہوتا جو تمام خاص خاص قوتون پر حکمران ہو اور جسکے لئے یہ تمام قوتین آلہ کے طور پر کام دے رہی ہون۔ تجربہ نے قطعاً یہ ثابت کردیا ہے کہ جو چیز جسمانی ہے، اور جسم کا حصّہ ہے اُسکی حیثیت آلہ سے بڑھکر نہین ہے اِس لئے وہ چیز جو اِن تمام اعضار حواس اور قُوی سے کام لیتی ہے، ضرور ہے کہ اِن سب سے

Marfat.com

بالاتر ہو اور جسمانی نہو۔ کیونکہ اگر جسمانی ہو تو وہ بھی آلہ ہوگی اور اسکا ایک خاص اور محدود کام ہوگا یہی عام قوت، اور سب سے کام لینے والی قوت۔ روح اور **نفس ناطقہ** ہے۔

اب صرف یہ شبہہ رہ جاتا ہے کہ یہ چیز ممکن ہے کہ جوہر نہ ہو بلکہ عرض ہو یعنی جسم کی ساخت اور ترکیب کی ایک کیفیت ہو۔ جیساکہ آجکل کے مادیین قایل ہین، علامہ موصوف نے اس احتمال کو اس طرح سے باطل کیا ہے۔

(۱) جو چیز مختلف صورتون اور کیفیتون کو قبول کرتی ہے، وہ خود اُن صورتون اور کیفیتون کا کوئی فرد نہین ہوتی۔ مثلاً جسم جو مختلف رنگون کو قبول کرتا ہے اور سپید، سیاہ سرخ ہو سکتا ہے، ضرور ہے کہ مرتبۂ ذات مین خود بالکل سادہ ہو اور کوئی رنگ نہ رکھتا ہو ورنہ دوسرے مختلف رنگون کو قبول نہ کر سکے گا۔

اور چونکہ روح تمام اشیاء کا تصور کر سکتی ہے اور اُسمین ہر صورت کی ادراک اور قبول کی قابلیت ہے، اسلئے ضرور ہے کہ وہ عرض نہ ہو ورنہ عرض کے ۹ گانہ اقسام یعنی کم وکیف وغیرہ مین سے کسی قسم کے تحت مین داخل ہوگی۔

(۲) عرض ایک ایسی چیز ہے جو جسم کے پیدا ہونیکے بعد طاری ہوتی ہے اور اُسکا مرتبہ کم ہے۔ اس لئے یہ نہین ہو سکتا کہ وہ چیز جو تمام اعضا۔ اجزاء۔ قویٰ۔ حواس ظاہری اور باطنی پر حکومت کرتی ہو، خود ایک عارضی ناپائدار اور غیر مستقل چیز ہو۔

اس استدلال کو ہم زیادہ وضاحت اور قوت کے ساتھ اسطرح بیان کر سکتے ہین یہ امر مسلم ہے کہ انسان کا جسم اور جسم کی کیفیات سب متغیر ہوتے رہتے ہین یہانتک کہ

Marfat.com

آجکل کے مادئیین کا بیان ہے کہ تیس برس کے بعد انسان کے پہلے جسم کا ایک ذرہ بھی باقی نہین رہتا - پہلے اجزا تمام بدل جاتے ہین اور بالکل ایک نیا جسم، پہلے جسم کے مشابہ پیدا ہو جاتا ہے، با این ہمہ کوئی چیز ایسی بھی ہے جو ہر حال مین قائم رہتی ہے اور جسکی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ زید وہی زید ہے جو تیس برس پہلے تھا، یہی چیز ہے جسکو ہم روح اور نفس ناطقہ کہتے ہین -

ظاہر ہے کہ یہ چیز عرض نہین ہو سکتی کیونکہ عرض ہر وقت بدلتا رہتا ہے، اور یہ وہ چیز ہے جو تمام تغیرات کے ساتھ بھی قایم رہتی ہے -

روح کا غیر فانی ہونا - جب یہ ثابت ہو چکا کہ روح جوہر ہے، اور جسمانی نہین ہے تو خود ثابت ہو گیا کہ وہ فانی نہین کیونکہ فانی ہونا اجسام کا خاصہ ہے جو چیز جسمانیت سے بالکل بری ہے، وہ کیونکر فنا ہو سکتی ہے -

روح کا غیر فانی ہونا -

یہ دعویٰ موجودہ تحقیقات کے موافق نہایت آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے تحقیقات جدیدہ نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ کوئی شے فنا نہین ہوتی بلکہ صرف اسکی ہیئت ترکیبی بدل جاتی ہے اور اُسکے اجزا الگ الگ ہو کر کوئی اور صورت اختیار کر لیتے ہین، تمام دنیا اگر ملکر چاہے تو ایک ذرہ کو اس طرح نہین فنا کر سکتی کہ وہ بالکل معدوم محض ہو جاے - اور چونکہ یہ ثابت ہو چکا کہ روح مرکّب نہین بلکہ بسیط ہے، تو نہ اُس کی تحلیل ہو سکتی ہے نہ اُس کے اجزا بدل سکتے ہین، اس لئے اس کا فنا ہونا غیر ممکن ہے -

Marfat.com

نبوت

نبوت کی حقیقت سمجھہ مین آنے کے لیئے پہلے موجودات کی ترتیب، اوران کے سلسلہ بسلسلہ ترقی پرغور کرنا چاہیئے۔ — نبوت

موجودات[ط] کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ صرف اجسام مفردہ یعنی عناصر موجود تھے، عناصر نے جب باہم ترکیب پائی تو سب سے پہلے، جمادات وجود مین آئے جو عالم ترکیب کا سب سے ادنی درجہ ہے، جمادات سے ترقی کرکے نباتات کا درجہ آیا، نباتات نے بھی درجہ بدرجہ ترقی کی، پہلے گھانس وجود مین آئی جو تخم سے نہین بلکہ آپ سے آپ پیدا ہوتی ہے، پھر درخت پیدا ہوئے، درختون مین بھی درجہ بدرجہ ترقی ہوئی، یہان تک کہ اُس قسم کے درخت پیدا ہوئے جنمین تنہ۔ شاخ پھول۔ پھل ہوتا ہے۔ انکی خوراک کے لیئے عمدہ زمین عمدہ پانی، اور عمدہ ہوا کی ضرورت ہوتی ہے، یہان تک کہ ترقی کرتے کرتے ان مین حیوانیت کے خواص پیدا ہوئے اور انکی سرحد حیوانات کے بالکل قریب ہوگئی، مثلاً کھجور اور خرما جن مین حیوانات کی طرح نر و مادہ ہوتے ہین اور جس طرح نر و مادہ کی مباشرت سے اولاد ہوتی ہے اسی طرح ان درختون مین جب تک پیوند نہین ہوتا بارآور نہین ہوتے، اسی بناپر حدیث مین آیا ہے کہ اپنی پھوپی کھجور کی عزت کرو کیونکہ وہ اُس مٹی سے پیدا ہوئی ہے جو حضرت آدمؑ کی خاک سے بچ رہی تھی۔ — موجودات کی ترتیب۔

نباتات۔ ترقی کرتے کرتے جب حیوانات سے متصل ہوجاتے ہین تو وہ جنس پیدا ہوتی ہے۔ جو حیوان اور نبات دونون کا مجموعہ ہے مثلاً مونگا۔ سیپ ۔

[ط] یہ ترتیب جو علامہ ابن مسکویہ نے بیان کی ہے بالکل ڈارون تھیوری کے موافق ہے ۱۲

Marfat.com

علامہ ابن مسکویہ کے زمانہ تک طبعیات کو اسقدر ترقی نہین ہوئی تھی اسلئے اُنہون نے سیب اور مونگے کی مثال دی، ورنہ آجکل متعدد ایسے بنانات ثابت ہوئے ہین جو صاف صاف حیوانیت و نباتیّت کے جامع ہین۔ مثلاً ایک گھانس ہے جو درختون پر لٹکتی رہتی ہے اور جب کوئی جانور اُسکے سامنے سے گذرتا ہے تو وہ لٹک کر نہایت تیزی سے جانور کو لپٹ جاتی ہے، اور اسکا تمام خون چوس لیتی ہے، یہانتک کہ جانور مرجاتا ہے،

بنانات جب ترقی کرکے حیوان کے درجہ پر پہونچتے ہین تو سب سے پہلے کیڑے پیدا ہوتے ہین جنمین حرکت اختیاری کے سوا، اور کوئی چیز بنانات سے بڑھکر نہین ہوتی، رفتہ رفتہ انمین ترقی ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ لامسہ کے سوا، انمین اور حواس بھی پیدا ہونے شروع ہوتے ہین، یہانتک کہ ایسے حیوانات پیدا ہوتے ہین جنمین لامسہ۔ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ۔ باصرہ تمام حواس خمسہ موجود ہوتے ہین، ان مین بھی ترقی کی رفتار قایم رہتی ہے چنانچہ ابتدائی درجہ کے جانور محض کو دن ہوتے ہین پھر تیز۔ ذہین۔ زود فہم۔ ہوتے جاتے ہین۔ یہانتک کہ ترقی کرتے کرتے انسان کی سرحد تک آجاتے ہین مثلاً بندر وغیرہ۔ اس مرتبہ سے بھی جب آگے بڑھتے ہین تو انسان کی طرح اُن کا قد بھی سیدھا ہوجاتا ہے اور انکے قواے عقلیہ بہت کچھ انسان سے مشابہ ہوجاتے ہین۔ یہ مرتبہ حیوانیت کا انجام اور انسانیت کا آغاز ہے، چنانچہ افریقہ کے بعض مقامات کے وحشی آدمیون مین اور ان حیوانات مین بہت کم فرق رہ جاتا ہے۔

یہی ترقی کا سلسلہ، خود انسان کے نوع مین قایم ہے یہانتک کہ قواے عقلیہ

Marfat.com

ذہن - ذکا، صفائی باطن، اور پاکیزہ خوئی مین ترقی کرتے کرتے، انسان ملکوتیت کی حد تک پُہنچ جاتا ہے، یہی مرتبہ ہے جسکو ہم نبوت اور رسالت سے تعبیر کرتے ہین -

وحی کی حقیقت

وحی انسان کے قوائے ادراکی کی ترقی اس طرح درجہ بدرجہ ہوتی ہے کہ پہلے وہ محسوسات کا ادراک کرتا ہے پھر محسوسات سے تخیل تخیل سے، فکر اور فکر سے عقلیات محضہ کے ادراک تک پہونچتا ہے، لیکن جب انسان اُس مرتبہ تک ترقی کرتا ہے جسکو اوپر ہم نے نبوت کے درجہ سے تعبیر کیا ہے تو اسکو معلومات اور حقایق کے ادراک مین تدریجی ترقی کی ضرورت نہین پڑتی - بلکہ اُس کو ابتدائً حقایق اشیا کا ادراک ہوجاتا ہے، یعنی جو بات اور لوگون کو جزئیات کے استقرار اور محسوسات کی تجرید، اور مقدمات کی ترتیب سے معلوم ہوتی ہے، وہ پیغمبر کو ابتداءً بغیر غور وفکر کے القا ہوجاتی ہے اسکو وحی یا الہام کہتے ہین -

نبی کبھی کبھی معقولات سے محسوسات کی طرف آتا ہے، اسکو ایک مفہوم کا ادراک قوت عقلیہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے پھر قوت عقلیہ، قوت فکریہ پر اثر ڈالتی ہے، قوت فکریہ - قوت متخیلہ پر اور متخیلہ قوت حسیہ پر عمل کرتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مفہوم جو عقلی اور مجرد عن المادہ تھا مجسم ہو کر محسوس ہوتا ہے، بعینہ اس طرح جس طرح نیند مین قوت متخیلہ کے ذریعہ سے انسان کو محسوس صورتین نظر آتی ہین یا

Marfat.com

وہ محسوس آوازین سنتا ہے۔

جس طرح مادّی اور محسوس معلومات جب ترقی کرتے ہین تو مادّہ سے مجرد ہوکر صرف مفہوم عقلی رہ جاتا ہے اسی طرح مفہوم عقلی جب تنزل کی طرف مائل ہوتا ہی توجسمانی صورت اختیار کر لیتا ہے، انبیاء کو جو ملکوتی صورتین، مشاہدہ اور محسوس ہوتی ہین یا جو آوازین اِنکے کانون مین آتی ہین اسکی یہی حقیقت ہے۔

حکیم اور پیغمبر مین جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ حکیم محسوسات سے رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہے اور انبیاء۔ عام انسانون کے خیال سے قریب ہونیکے، لیے ترقی سے تنزل کی طرف آتے ہین۔

علامہ ابن مسکویہ نے وحی اور مشاہدات اور مسموعات انبیاء کی جو حقیقت بیان کی امام غزالی نے کتاب المضنون بہ علی غیر اہلہ مین بعینہ اُسکو اپنے لفظون مین ادا کیا ہے الغزالی مین ہم نے اسکی عبارت بتمامہا نقل کی ہے، یہان صرف ضروری فقرون پر اکتفا کرتے ہین۔

ان لسان الحال یصیر مشاهدًا محسوسًا علی سبیل التمثیل وهذہ خاصیة الانبیاء فی الرسل علیهم الصلوٰة والسلام کما ان لسان الحال یتمثّل فی المنام لغیر الانبیاء ویسمعون صوتاً وکلاماً۔	زبان حال تمثیل کے طور پر، مشاہد اور محسوس ہوتی ہے، اور یہ انبیاء اور رسولون کا خاصہ ہے جسطرح زبان حال۔ نیند کی حالت مین عام لوگون کو محسوس صورت مین نظر آتی ہے اور وہ آوازین اور گفتگو مین سنتے ہین۔

Marfat.com

فالانبياءُ يرون ذٰلك فی الیقظة و تُخاطبھم ھذہ الاشیاء فی الیقظة	تو پیغمبر لوگ (علیہم السلام) اِن چیزون کو بیداری کی حالت مین دیکھتے ہین، اور یہ چیزین اُن سے بیداری کی حالت مین باتین کرتی ہین-

عبد الرزاق لاہجی نے گوہر مراد مین اس مضمون کو اسطرح ادا کیا ہے کہ جسطرح ہم لوگون کا دماغ محسوسات کو مجرد کرکے صُور عقلیہ بنا دیتا ہے، اسیطرح انبیا علیہم السلام کی قوت قدسیہ معقولات کو محسوسات کا لباس پہنا دیتی ہے"

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ وحی اور مشاہدہ کی یہ حقیقت، صرف حکما کا مذہب ہے، علماے ظاہر کے نزدیک۔ یہ قول بالکل کفر مین داخل ہے۔

اسی زمانہ کے قریب **اخوان الصفا** کی مجلس قایم ہوئی جسکا مقصد شریعت و فلسفہ کا باہم تطبیق دینا تھا۔

اس مجلس کے ممبرون نے فلسفہ اور شریعت کے مہمات مسایل پر (۵۱) رسالے لکھے جو رسایل اخوان الصفا کے نام سے آج ہم ضخیم جلدون مین موجود ہین۔ لیکن اتنی جرئت ان لوگون کو بھی نہوئی کہ اپنے نام ظاہر کرسکتے۔ ان مین سے جن لوگون کے نام کشف الظنون مین مذکور ہین یہ ہین۔ ابوسلیمان محمد بن نصیر البستی۔ ابو الحسن علی بن ہرون الزنجانی۔ ابو احمد مہرجوری۔ زید بن رفاعہ۔

اسقدر سب کو تسلیم ہے کہ ان رسالون کے لکھنے والے سب حکماے اسلام تھے۔ کشف الظنون مین ہے کلھم حکماء اجتمعوا و صنفوا شہرزوری نے تاریخ الحکماء

مین انکا ذکر کسیقدر تفصیل کے ساتھہ کیا ہے۔ اِن لوگون نے اپنے مقصد کی تصریح ایک موقع پر خود کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے۔

"حکماے قدیم نے بہت سے علوم و فنون پر کتابین لکہین۔ مثلاً طب۔ ریاضیات۔ نجوم۔ طبعیات وغیرہ۔ اِن تصنیفات نے مختلف نتیجے پیدا کیے۔ ایک گروہ نے تو ان سے مخالفت کی جسکی وجہ یا تو ناواقفیت تہی۔ یا یہ کہ وہ مسایل سرے سے اُنکی سمجہ سے باہر تہے۔ دوسرے گروہ نے اِن علوم کو پڑہا لیکن چونکہ پوری تکمیل نہین کی اسلیے نتیجہ یہ ہوا کہ احکام شریعت کے منکر ہو گئے اور مذہبی باتون کو حقارت کی نظر سے دیکہنے لگے ہمارے برادران صاحب کمال کا مقصد چونکہ دونون کی حقیقت تک پہونچنا ہے اسلیے ہم لوگون نے یہ (۵۱) رسالے لکہے۔ جسمین شریعت اسلامی اور علوم فلسفیہ کے حقائق ظاہر کیے گئے ہین[۱]"

پانچوین صدی ہجری مین امام غزالی پیدا ہوے۔ جو اس سلسلہ مین تمام متقدمین و متاخرین کے سرخیل ہین۔ انہون نے منقول کو بالکل معقول سے ملا دیا اور اس خوبی سے ملایا کہ دونون مین سے کسیکا پہلو نہ دبا۔ آج جدید علم کلام کی عمارت اگر قایم کیجا سکتی ہے تو انہی کے خیالات کی بنیاد پر قایم ہو سکتی ہے۔ اِسی بنا پر ہم انکے خیالات کو اس کتاب کے دوسرے حصہ مین لکہین گے۔ البتہ اس موقع پر یہ بتا دینا ضرور ہے کہ امام صاحب کی تصنیفات ہر علم مین ہین اور ہر جگہہ وہ ایک نیا قالب بدل لیتے ہین۔ وہ کہین متکلم ہین، کہین فقیہ

[۱] رسایل اخوان الصفا جلد ۲ صفحہ ۳۲۹۔

Marfat.com

کہین واعظ - کہین فلسفی، کہین حکیم - اس لیے یہ امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے کہ واقعی اُن کا کیا خاص مشرب ہے، اور کیا اعتقادات ہین - انکی تمام تصنیفات جب جمع کیجایئن اور ایک کو دوسرے سے ملایا جاے، اور اُن کے اشارون کے مخفی زبان سے آشنائی ہو تب یہ راز کُھل سکتا ہے - اِسلیے ہمنے انکے حالات مین ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمین یہ مباحث نہایت تفصیل سے لکھے ہین - یہ کتاب چھپکر شایع ہوچکی ہے -

امام غزالی نے اگرچہ علماے ظاہر کے ڈر سے نہایت احتیاط اور پردہ داری سے کام لیا تاہم سمجھنے والے سمجھ گئے کہ وہ فلسفہ کی زبان مین باتین کرتے ہین - اس بنا پر بڑے بڑے نامور علما مثلاً قاضی عیاض - محدث ابن جوزی - ابن تیمیہ وغیرہ نے انکی ضلالت اور گمراہی کی تشہیر کی - قاضی عیاض کے حکم سے انکی کتابین اندلس مین ضایع کردی گیئن چنانچہ اِن واقعات کی تفصیل اُنکے حالات مین کیگیئی ہے -

امام غزالی کی بدولت، فلسفہ نے مذہبی گروہ مین بار پایا اور فلسفہ و منطق کی تعلیم عام ہوگئی جسکی بدولت ایسے بہت سے لوگ پیدا ہوگئے جو مذہب کو فلسفہ کے ساتھ ملانا چاہتے تھے انمین شیخ الاشراق شیخ شہاب الدین مقتول سب کے سرخیل نکلے، انہون نے اسقدر فیاض دلی کی کہ فلسفہ کو مذہب کے پہلو مین بٹھا دیا - اِن کے خیالات کے اندازہ کرنیکے لیے ہم انکی مشہور کتاب حکمۃ الاشراق کے دیباچہ کی عبارت نقل کرتے ہین -

وَماذکرتہٗ من علم الانوار وجمیع ما ینبنی علیہ وغیرہٖ یُساعدنی علیہ کُلُّ مَنْ سلک	مین نے علم مکاشفہ کا جو ذکر کیا ہے اور اُسکے جو مقدمات بیان کیے ہین اُس سے تمام سالکان طریقت

سبیل اللہ عزّ وجل وھو ذوق امام الحکمۃ ورئیسھا افلاطون صاحب الأید والنور وکذا من قبلہ من زمان والد الحکماء ھرمس من عظماء الحکماء واساطین الحکمۃ مثل ابنادقلس و فیثاغورس وغیرھما وعلی ھذا مبنی قاعدۃ الشرق فی النور والظلمۃ التی کانت طریقۃ حکماء الفرس مثل جاماسب وفرشادشر وبزرجمھر من قبلھم وھی لیست قاعدۃ کفرۃ المجوس والحاد مانی۔

کو اتفاق ہوگا، اور یہ طریقہ امام حکمت و رئیس حکمت یعنی افلاطون کے مذاق کے موافق ہے جو کہ صاحب تائید اور صاحب نور تہا۔ اور یہی طریقہ تمام بڑے بڑے حکما کا تہا جو ابوالحکما ہرمس کے زمانہ سے ہوتے آئے ہین مثلاً ابناذقلس۔ فیثاغورس وغیرہ۔ اور اسی پر حکما رفارس کے طریقہ کی بنیاد ہے جسکو نور و ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ حکماے فارس جاماسپ۔ فرشادشر۔ بزرجمہر وغیرہ تہے۔ اور یہ وہ قاعدہ نہین جو کفار مجوس اور مانی ملحد کا طریقہ ہے

شیخ الاشراق تقریباً ۵۵۵ھ مین پیدا ہوئے مجد جیلی سے جو امام رازی کے اُستاد تہے معقولات کی تحصیل کی، خداداد ذہانت وطباعی سے تہوڑی سی عمر مین وہ کمال حاصل کیا کہ تمام ممالک اسلامیہ مین اُنکا کوئی ہمسر نہین رہا۔

۵۷۹ھ مین جب وہ حلب گئے تو وہان، الملک الظاہر غازی جو سلطان صلاح الدین کا فرزند تہا حکمران تہا، اسنے اُنکی بہت قدر کی، اور ایک مجلس مناظرہ منعقد کی جسمین تمام بڑے بڑے اکابر علمار شریک ہوئے، شیخ الاشراق نے اس مجمع مین دقایق فن پر ایسی تقریر کی کہ تمام معاصرین ماند پڑ گئے، یہانتک کہ علمار ان کے دشمن ہوگئے اور سلطان صلاح الدین کو لکہا کہ اگر یہ شخص زندہ رہا تو آپ کے خاندان کو بلکہ تمام مسلمانون کو گمراہ کردیگا۔

Marfat.com

اسپر سلطان صلاح الدین نے الملک الظاہر کو اُنکے قتل کا فرمان بھیجا اور وہ ۵۸۶ھ میں قتل کردیے گئے۔ یہ طبقات الاطبار کی روایت ہے۔

اگرچہ یہ امر اور تمام تاریخون سے بھی ثابت ہے کہ صلاح الدین نے انکے قتل کا حکم بھیجا تھا، لیکن ہمارے نزدیک علمار کی یہ بھی حسد اور رشک کی وجہ سے نہین تھی بلکہ درحقیقت وہ شیخ الاشراق کو گمراہ سمجھتے تے۔

شیخ الاشراق کی تصنیفین آج بھی موجود ہین، انمین سیکڑون باتین مذکور ہین جو فقہا کے نزدیک ضلالت اور کفر ہین۔ حکمۃ الاشراق مین زردشت وغیرہ کو پیغمبر لکھا ہے، اور حکماے یونان کو مقربان بارگاہ آلہی مین شمار کیا ہے، اس سے زیادہ کفر کے لیے کیا چاہیے۔

شیخ نے فلسفہ مین بہت سی کتابین لکھین جن مین سے اکثر فلسفہ ارسطو کے موافق ہین۔ ان مین سے ایک کتاب یعنی حکمۃ الاشراق خاص اپنے مذاق پر لکھی ہے۔

حکماے یونان کے مسایل پر نکتہ چینی، قدماے متکلمین ہی کے زمانہ سے شروع ہو چکی تھی جسکو امام غزالی ورازی نے بہت وسعت دی لیکن شیخ الاشراق کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے، امام غزالی وغیرہ کا مقصد صرف ردو قدح تھا، خود کسی فلسفہ کے بانی نہ تھے بخلاف اسکے شیخ الاشراق نے اپنا ایک خاص فلسفہ مرتب کیا جسکا نام فلسفۂ اشراق رکھا۔ اسمین وہ ارسطو کے اکثر مسایل کو غلط ثابت

Marfat.com

کرکے خود اپنا مذہب لکھتے ہین اور اسپر دلائل قایم کرتے ہین، کتاب کے خاتمہ مین تصریح کی ہے کہ یہ مسایل، خدا نے مجھپر الہام کیے، فلسفہ کے علاوہ اونہون نے منطق مین بھی تصرف کیا - بعض مسایل کو غلط ثابت کیا، بعض کی ترمیم و اصلاح کی، انمین سے بعض کو ناظرین کی دلچسپی کے لیے ہم یہان نقل کرتے ہین -

منطق مین اشیار کی تعریف کا یہ طریقہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس شے کی حد و حقیقت بیان کرنی ہو اس کے دو قسم کی ذاتیات یا اوصاف بیان کرنے چاہئین ایک وہ جو اورون مین بھی پائی جاتی ہون مثلاً انسان کا حساس ہونا - متحرک بالارادہ ہونا کہ انسان کے سوا اور جانورون مین بھی پایا جاتا ہے، دوسرے وہ جو خاص اور مختص ہون مثلاً نطق کی صفت کہ انسان کے سوا، اور کسی جانور مین نہین پائی جاتی - ان دونون قسم کے اجزا یا اوصاف کا جو مجموعہ ہوگا وہی اس شے کی حد اور حقیقت ہوگی ان اجزا کو جنس و فصل کہتے ہین -

شیخ الاشراق کے نزدیک یہ طریقہ صحیح نہین، وہ کہتے ہین کہ جو جز ایسا خاص ہے کہ اس ماہئیت کے سوا اور کسی چیز مین پایا ہی نہین جاتا - اُس کا علم مخاطب کو کیونکر ہوگا، یہ ماہیت تو ابھی مخاطب کو معلوم نہین اور اس ماہیت کے سوا، اور کہین اسکا وجود نہین، مثلاً گھوڑے کی تعریف، منطق مین حیوان صاہل سے کرتے ہین، صاہل کے معنی ہنہنانے کے ہین، ہنہنانا ایک خاص آواز ہے جو گھوڑے کے ساتھ خاص ہے، اب فرض کرو کہ ایک شخص کو گھوڑے کی حقیقت معلوم نہین نہ اُسنے پہلے کبھی

گھوڑا دیکھا ہے، نہ ہنہنانے کی آواز سُنی ہے اب اُس سے اگر کہا جائے کہ گھوڑا ایک جانور ہے جو ہنہناتا ہے تو وہ ہنہنانے کے مفہوم کو کیونکر سمجھ سکے گا۔

اِس بنا پر شیخ الاشراق کے نزدیک کسی چیز کی تعریف کا طریقہ یہ ہے کہ اُسکے وہ تمام ذاتیات یا اوصاف بیان کیے جائین جو اگرچہ الگ الگ، اور ون مین بھی پائے جاتے ہون لیکن انکا مجموعہ کسی اور چیز مین نہ پایا جاتا ہو۔

مُوجہات کی جو بہت سی قسمین قرار دی ہین، شیخ نے اِس سے بھی اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہین کہ اصل جہت وجوب ہے، باقی امکان، وامتناع، تو یہ محمول مین داخل ہین مثلاً جب ہم کہتے ہین کہ انسان، کاتب بالامکان ہے، تو امکان کتابت، ضروری ہے، یعنی انسان کا ممکن الکتابتہ ہونا ضروری اور لابدی ہے، اِس لئے ممکنہ بھی درحقیقت موجبہ ہے۔

فلسفہ کے بہت سے مسایل مین شیخ کو ارسطو وغیرہ سے اختلاف ہے، مثلاً ارسطو ہیولی کا قایل ہے، شیخ نے ہیولی کو باطل کیا ہے، ارسطو وغیرہ ممکنات کے وجود کو زاید عن الماہیتہ سمجھتے ہین، شیخ عینیت کے قایل ہین، ارسطو وغیرہ عقول عشرہ کے قایل ہین، شیخ کے نزدیک عقول، دس پر محدود نہین بلکہ سیکڑون ہزارون لاکھون عقول ہین یعنی ہر شے کا ربُّ النوع ایک عقل ہے، فلاطون نفس کے قدیم ہونے کا قایل ہے، شیخ نے اِس کے بطلان پر متعدد دلایل قایم کئے ہین، ارسطو وغیرہ مقولات عشرہ کے قایل ہین، شیخ کے نزدیک یہ سب اعتباری

Marfat.com

چیزین ہین۔

اس قسم کے مسایل اگرچہ کثرت سے ہین لیکن اُن کی تفصیل کا یہ موقع نہین، یہان ہمکو صرف انکی **الٰہیات** سے بحث ہے جسکا اثر علم کلام پر پڑتا ہے۔

شیخ نے الٰہیات مین زیادہ تر بوعلی سینا کی تقلید کی، یا انکو بوعلی سینا سے توارد ہوا لیکن وحی۔ الہام، اور رویت ملائکہ کی نسبت اُن کا ایک خاص مذہب ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

شیخ کے نزدیک وجود کے اقسام مین سے ایک وجود مثالی ہے اور وحی والہام وغیرہ سب اسی مثالی وجود کے مظاہر ہین، چنانچہ لکھتے ہین۔

وما يتلقى الانبياء والاولياء وغيرهم من المغيبات فانها قد ترد عليهم في اسطرٍ مكتوبة وقد ترد بسماع صوت قد يكون لذيذا وقد يكون هايلا وقد يشاهدون صور الكائنات وقد يرون صورا حسنة انسانية يخاطبهم في غاية الحسن فيناجيهم بالغيب۔

اور انبیا و اولیا وغیرہ کو جو عالم غیب کی باتین معلوم ہوتی ہین اسکی بہت سی صورتین ہین کبھی تو لکھی ہوئی سطرین ہوتی ہین۔ کبھی شیرین یا مُہیب آوازین سنائی دیتی ہین۔ کبھی موجودات کی صورتین نظر آتی ہین، کبھی نہایت خوبصورت انسانی صورتین دیکھتی ہین جوان سے غیب کی باتین کہتی ہین۔

غرض اس قسم کی اور متعدد صورتین لکھہ کر لکھتے ہین۔

كلها مُثُل معلقة وكذا الرد ايح

یہ سب مثالی صورتین ہین جو بذات خود قایم ہین اور

Marfat.com

وغیرھا ۔	خوشبو وغیرہ کا بھی یہی حال ہے ۔

کیا عجیب بات ہے کہ یہی خیالات کسیکے نزدیک کفر ہین، اور کسیکے نزدیک حقائق و اسرار ۔ حضرات صوفیہ کی بزم مین شیخ کا جو رتبہ ہے وہ معلوم ہے، اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کا شیخ کی نسبت جو خیال ہے وہ قابل اظہار نہین ۔

علم کلام

پر

ایک اجمالی نظر

اس خیال کی غلطی کہ علم کلام کے اکثر مسایل یونان سے ماخوذ ہین ۔

اکثر لوگون کا خیال ہے کہ علم کلام کے مسایل اکثر یونانیون سے ماخوذ ہین، اس خیال کی بنیاد یہ ہے کہ امام غزالی نے مضنون صغیر و کبیر و جواہر القرآن وغیرہ مین نبوت وحی ۔ الہام ۔ رویا ۔ عذاب و ثواب ۔ معجزات کی حقیقت کی جو تشریح کی ہے وہ بالکل ابن سینا و فارابی سے ماخوذ ہے اور یہ دونون جو کچھ کہتے ہین فلسفہ یونان ہی کی نقل ہوتی ہے ۔ لیکن اس خیال مین متعدد او پر تو غلطیان ہین ۔ بے شبہ مسایل مذکورہ کے متعلق امام غزالی کی تحقیقات ابن سینا و فارابی سے ماخوذ ہے لیکن یہ مسایل خود ابن سینا و فارابی کی ایجاد ہین ۔ یونانیون سے اسکو کچھ واسطہ نہین، علامہ ابن رشد

Marfat.com

تہافۃ میں لکھتے ہیں۔

اَمَّا الکلامُ فی المُعجزات فلیس فیہ للقُدماءِ مِنَ الفلاسفۃِ قولٌ[51] لِاَنَّ هٰذا مما لَم يكن عندهم في الشرائع ولا عن الفلاسفۃ فلا اعلمُ احدًا قال بہ مِنَ القُدماءِ[52] يزعم انَّ الفلاسفۃ ينكرون حشرَ الاجسادِ وهٰذا شيءٌ ما وُجِدَ لواحدٍ مِمَّن تقدَّمَ فيہ قولٌ[53]۔	باقی معجزات کی بحث تو قدما سے فلاسفہ نے اسکے متعلق کچھ نہیں کہا ہے، باقی رویا کے متعلق غزالی نے حکما سے جو نقل کیا ہے تو مجھکو قدماء میں سے کوئی اسکا قایل معلوم نہیں ہوتا۔ غزالی خیال کرتے ہیں کہ فلاسفہ۔ حشر اجساد کے منکر ہیں لیکن اس مسئلہ کے متعلق۔ قدماء کا کوئی قول موجود نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے گو ارسطو اور افلاطون وغیرہ کے فلسفہ کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اُنکے تمام مسایل اخذ کئے لیکن یہ شاگردی طبعیات و ریاضیات وغیرہ تک محدود تھی۔ **الٰہیات** - یونانیوں کے ہاں خود اسقدر ناقص اور غیر مکمل تھی کہ مسلمان اس سے کیا تمتع اٹھا سکتے تھے۔ یونانیوں کی الہیات کو علمائے کلام نے ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا۔ علامہ ابن تیمیہ حالانکہ متکلمین کے معتقد نہیں ہیں چنانچہ الرد علی المنطق میں لکھتے ہیں۔

ان کثیرًا مما يتكلمہ المتكلمون باطل	متکلمین کی اکثر باتیں لغو ہیں۔

تاہم اس عبارت کے بعد لکھتے ہیں۔

---

[51] صفحہ ۱۲۶ ۔ [52] صفحہ ۱۲۰ ۔ [53] صفحہ ۱۳۹ ۔

وهذا كلام ارسطو موجود وكلام هولاء موجود فان هولاء المتكلمين يتكلمون بالمقدمات البرهانية اليقينية اكثر من اوليك بكثير كثير۔	ارسطو اور متکلمین دونون کا کلام ہمارے سامنے ہے متکلمین کا کلام - ارسطو وغیرہ کی بنسبت کہین بڑھ کر یقینی مقدمات پر مبنی ہوتا ہے۔

امام غزالی نے تہافۃ الفلاسفۃ، مین نبوات - معجزات، معاد وغیرہ کے جن مسائل کو فلاسفۂ یونان کی طرف منسوب کیا ہے - وہ فلاسفۂ یونان کی ایجاد نہین، بلکہ ابن سینا کی ایجاد ہین، اور درحقیقت ابن سینا کی بھی ایجاد نہین بلکہ ابن سینا نے قدما سے متکلمین کی تحقیقات کو کسیقدر بدلکر نئے پیرایہ مین ظاہر کیا ہے۔

علامۂ ابن تیمیہ الرد علی المنطق مین لکھتے ہین۔

وابن سينا تكلم في اشياء من الالهيات والنبوات والمعاد والشرايع لم يتكلم فيها سلفه ولا وصلت اليها عقولهم فانه استفادها من المسلمين۔	ابن سینا نے الٰہیات - نبوات - معاد و شریعت کے متعلق وہ باتین بیان کین جو اسکے اسلاف (حکماے یونان) نے نہین کہی تہین نہ وہان تک انکا ذہن پہنچا تھا - بلکہ ان باتون کو ابن سینا نے مسلمانون سے اخذ کیا ہے۔

علامۂ ابن تیمیہ کی شہرت عام طور پر علوم عقلیہ مین نہین ہے، اس لیے ان کی شہادت پر غالباً لوگون کو اعتبار نہ ہوگا لیکن علامہ ابن رشد نے جس سے بڑھ کر مسلمانون مین کوئی شخص فلسفہ دان نہین گذرا تہافت مین بہت سے مسائل کی نسبت تصریح کی ہے

Marfat.com

کہ ابن سینا نے متکلمین سے اخذ کیے ہیں، مثلاً اثبات فاعل کے مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

وَ اِنَّمَا اتّبع ھذان الرّجلان فیہ المتکلّمین مِن اھلِ ملتنا۔[۱]	اسباب میں ان دونوں (یعنی فارابی و ابن سینا) نے ہمارے متکلمین کی پیروی کی ہے۔

ایک اور موقع پر لکھتے ہیں۔

وَھُوَ طَرِیقۃٌ اخذھا ابن سینا مِنَ المتکلّمین[۲]	اور یہ وہ طریقہ ہے جو ابن سینا نے متکلمین سے اخذ کیا ہے۔

علم کلام کا احسان

علم کلام کا یہ احسان ہمیشہ یادگار رہے گا، کہ اسکی بدولت یونانیوں کی غلامی سے آزادی ملی، یونانی فلسفہ نے دنیا میں اسقدر رواج و قبول حاصل کیا تھا کہ اسکے مسایل وحی کی طرح تسلیم کیے جاتے تھے، مسلمانوں نے بھی اُن کے فلسفہ کو اسی نگاہ سے دیکھا اور ارسطو و افلاطون کو علم کا دیوتا سمجھے، فارابی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو ارسطو سے کیا نسبت ہے، اُس نے جواب دیا کہ میں اگر ارسطو کے زمانہ میں ہوتا تو اسکا ایک لایق شاگرد ہوتا۔ بوعلی سینا نے شفا میں ایک ضمنی موقع پر لکھا ہے کہ اتنا مدید زمانہ گزر چکا لیکن ارسطو کی تحقیقات پر ایک ذرہ بھر اضافہ نہ ہو سکا۔

یونانیوں کی یہ حلقہ بگوشی اسوقت تک قایم رہی جب تک علماے کلام نے فلسفہ کو نکتہ چینی کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ سب سے پہلے نظام نے ارسطو کی کتاب الطبایع

---

[۱] تہافتہ صفحہ ۱۸۔ [۲] تہافتہ صفحہ ۱۷۴۔

Marfat.com

کا رد لکھا - بہر حبابی نے ارسطو کی کتاب کون وفساد کی رد مین ایک کتاب لکھی - اس مذاق کو برابر ترقی ہوتی گئی یہانتک کہ امام غزالی نے تہافتہ الفلاسفہ لکھی - اور ابو البرکات نے کتاب المعتبر مین فلسفہ کے بہت مسایل کی غلطی ثابت کی - امام رازی نے اسپر ایک دفتر کا دفتر طیار کر دیا - علامہ ابن تیمیہ نے خاص فلسفہ کی رد مین چار جلدون مین ایک کتاب لکھی - یہ تصنیفات اگرچہ جس غرض کے لیے لکھی گئی تھین (یعنی علم کلام) اس سے تو انکو کچھ علاقہ نہ تھا لیکن اسکی بدولت فلسفہ کا رعب دلون سے اٹھہ گیا - اہل نظر فلسفہ کی تنقید پر آمادہ ہو گئے اور سیکڑون مسایل کی غلطیان کھل گئین -

اکثر یورپین مصنفون نے لکھا ہے کہ مسلمان عموماً ارسطو کی کورانہ تقلید کرتے تھے یہان تک کہ ایک زبان دراز نے لکھا ہے کہ مسلمان، ارسطو کی گاڑی کے قلی تھے - ان کوتاہ نظرون کو چاہیے کہ وہ فارابی اور ابن سینا کے بجاے - ابو البرکات - امام غزالی - امام رازی - آمدی اور ابن تیمیہ کی تصنیفات پڑھین، فلسفہ تو فلسفہ مسلمانون نے تو یونانی منطق کی بھی غلطیان ثابت کین جنکی غلطی کا احتمال بھی کبھی کسیکو پیدا نہین ہو سکتا تھا -

علامہ مرتضی حسینی احیاء العلوم کی شرح مین لکھتے ہین [۵۵] -

وَاَوّلُ مَن بَیَّنَ فسادہ وتناقضہ ومناقضۃ کثیرٍ منہ للعقلِ الصحیح وَالّف فیہ ابو سعید	اوّل جس شخص نے منطق کا فاسد اور متناقض ہونا اور اسکے بہت سے مسایل کا خلاف عقل ہونا ثابت کیا اور اس

۵۵ جلد اوّل مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۶ -

Marfat.com

السیرافی النحوی ثم القاضی ابوبکر بن الطیب والقاضی عبد الجبار والجبائی وابنه وابو المعالی وابو القاسم الانصاری وخلق لا یحصون۔ وآخر من تجرد لذلک تقی الدین ابن تیمیة الحافظ فانه اتی فی کتابیه الکبیر والصغیر بالعجب العجاب۔	بحث پر کتاب لکھی وہ ابوسعید سیرافی نحوی ہے پھر قاضی ابوبکر۔ قاضی عبد الجبار۔ ابن جبائی۔ ابوالمعالی ابوالقاسم انصاری۔ اور بہت سے لوگون نے اسپر کتابین لکھین، سب سے اخیر ابن تیمیہ نے اس بحث پر دو کتابین چھوٹی بڑی لکھین جو نہایت حیرت انگیز ہین

ابن تیمیہ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے، اور ہم کسی موقع پر اسکے مضامین ناظرین کے سامنے پیش کرینگے۔

آزادی

علم کلام کی تاریخ مین سب سے زیادہ عجیب وغریب چیز، دولت عباسیہ کی آزادی اور آزادپسندی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ یہی چیز ہے جس نے علم کلام کو اس رتبہ پر پہونچایا، ورنہ اگر اُن بزرگون کی ہدایت پر عمل کیا جاتا جو ہر موقع پر السؤال بدعة کہ سے کام لیتے تھے، تو آج علم کلام کا سرے سے وجود ہی نہ ہوتا۔ یہ اسی آزادی کا اثر تھا کہ ایک ہی صدی کے اندر اندر، گوناگون خیالات کا سیلاب سا آگیا جو لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا تھا اور جسکی بدولت بیسیون نئے نئے فرقے قایم ہوتے جاتے تھے، یہ فرقے اگرچہ اعتقادات مین باہم نہایت مختلف تھے تاہم ہر فرقہ کو عام آزادی حاصل تھی، ہر فرقہ جس طرح اور جس تدبیر سے اپنے اعتقادات اور خیالات کو پھیلانا چاہتا تھا پھیلا سکتا تھا۔

خلیفہ منصور کے زمانہ مین واصل بن عطا نے جو مشہور معتزلی گذرا ہے، تمام بلاد اسلامیہ

Marfat.com

مین اپنے نقیب اور سفیر بھیجے، چنانچہ عبداللہ بن الحارث کو مغرب، حفص بن سالم کو خراسان، قاسم کو یمن۔ ایوب کو جزیرہ۔ حسن بن زکوان کو۔ کوفہ۔ عثمان طویل کو آرمینہ کی طرف روانہ کیا۔ ہر جگہ ان سُفرا نے نہایت آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کی اشاعت کی، اور مخالفین سے مناظرے کیے[۵۷]

عباسیہ کے دربار مین پارسی۔ مانوی۔ یہودی۔ عیسائی ہر فرقہ اور ہر ملت کے علما موجود تھے، دربار ہی مین مناظرہ کی مجالس منعقد ہوتی تھین اکثر اوقات، خلیفۂ وقت خود مناظرہ کا ایک فریق ہوتا تھا باوجود اسکے لوگ نہایت آزادی، بے باکی، اور دلیری سے اپنے خیالات ظاہر کرتے تھے اور اسکی کچھ پروا نہین کرتے تھے کہ خلیفہ کا کیا مذہب اور کیا اعتقادات ہین۔

تیسری صدی مین ایک شخص ابن الراوندی المتوفی ۲۹۸ھ گذرا ہے جسکا نام احمد بن یحییٰ ہے وہ بہت بڑا فاضل تھا چنانچہ ابن خلکان نے اُسکے نام کی سرخی العالم المشہور کے لقب سے لکھی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ایک سو چودہ کتابین اس کی تصنیف سے ہین۔"

معلوم نہین کن اسباب سے وہ ملحد ہوگیا اور اسلام کی مخالفت مین بہت سی کتابین لکھین، ایک کتاب مین تمام موحدین کا رد لکھا جسکا نام کتاب التاج ہے، ایک کتاب نعوذ باللہ، قرآن مجید کی رد مین لکھی۔ ایک کتاب مین جسکا نام فرید ہے،

[۵۷] ملل ونحل مرتضی صفحہ ۱۹۔

Marfat.com

تمام انبیا پر اعتراضات کئے۔[1] تفسیر کبیر مین اسکے بعض بعض اعتراضات نقل کئے ہین۔ باوجود ان تمام نالایقیون کے نہ اسکو قتل کیا گیا۔ نہ سزا دیگئی۔ نہ جلاوطن کیا گیا صرف یہ کیا گیا کہ علمار نے اسکے ملحدانہ کتابون کے رد لکھے اور اس کے تمام اعتراضات کی دھجیان اڑادین۔

اس سے بڑھکر آزادی اور آزاد پسندی کی کیا مثال ہوسکتی ہے، یورپ والے مسلمانون پر تنگ دلی اور تعصب کا الزام لگاتے ہین، لیکن یورپ کو اپنا وہ زمانہ یاد نہین جب ذرا سی آزادی پر لوگون کو زندہ جلادیا جاتا تھا۔ یہانتک کہ یورپ مین ابتداءً جن حکمانے سائنس کے نئے مسائل دریافت کیے۔ سب کو اس شبہہ کی بناپر قید و بند کی مصیبت جھیلنی پڑی کہ وہ مسایل مذہب کے خلاف ہین۔ انتہا یہ کہ دوربین کا موجد بھی دار و گیر سے نہ بچ سکا۔

علم کلام کا غیر مکمل ہونا اور اسکی وجہ

علم کلام نے اگرچہ بارہ سو برس کی عمر پائی لیکن کمال کے رتبہ تک نہ پہنچ سکا، پیدا ہونے کے ساتھ ہی اسکو سخت مخالفت سے سامنا ہوا، تمام محدثین بلکہ ائمہ مجتہدین (بجز امام ابوحنیفہ کے) اسکے دشمن بنگئے۔ دولت عباسیہ کی حمایت کی بدولت وہ برباد ہونے سے بچگیا لیکن مقبول عام نہو سکا، جو محدود فرقہ اسکا طرفدار رہا اور اسکو ترقی دینا چاہتا تھا وہ اعتزال کے نام سے بدنام تھا۔ اہل سنت وجماعت مدت کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوئے لیکن وہ فلسفہ وعقلیات سے آشنا نہ تھے کیونکہ اس گروہ مین اب تک

---

[1] ملل ونحل مرتضی صفحہ ۵۳ مطبوعہ حیدر آباد۔

Marfat.com

فلسفہ تو فلسفہ منطق کا سیکھنا بھی ناجایز تھا، امام غزالی نے جرأت کر کے منطق کو مذہبی گروہ مین روشناس کیا، اتنے تعلق سے فلسفہ کو بھی اس بزم مین باریابی ہوئی - فلسفہ اور عقلیات کی آمیزش سے علم کلام نے ایک دوسرا قالب اختیار کرنا شروع کیا تھا اور امام رازی و آمدی جیسے لوگ پیدا ہونے شروع ہوئے تھے کہ دفعۃً تاتار کی طرف سے اس زور کی آندھی اُٹھی کہ اسلام کا تمام دفتر پراگندہ ہوگیا - مشرق نے تو پھر سنبھالا ہی نہین لیا - شام و روم مین ملکی طاقت سنبھل گئی لیکن وہان کی خاک، مشرق کے سے دل و دماغ کہان پیدا کر سکتی تھی، اس کے ساتھ اجتہادی قوت تمام قوم سے مسلوب ہو چکی تھی - اشاعرہ کی فرسودہ عمارت کے کچھ آثار باقی رہ گئے تھے - متاخرین اُسی پر رَدّے رکھتے گئے، وہی عمارت آج پرستشگاہِ عام بن گئی ہے، امام غزالی اور ابن رشد نے جو میناکاریان اور جواہرنگاریان کی تھین، اسکی کسیکو خبر بھی نہین -

علم کلام کے ناقص ہونے کا بڑا سبب

علم کلام کے ناقص رہنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ خیالات کا آزادی سے ظاہر کرنا ممکن نہ تھا، دولت عباسیہ کی آزادی پسند ہونے کی ہم تعریف کر آئے ہین، لیکن یہ آزادی صرف حکومت تک محدود تھی - عوام کا ہر زمانہ مین یہ حال رہا کہ جو بات اُنکے فہم اور خیال سے باہر ہوتی تھی، اُسکے اظہار پر وہ جان کے دشمن بن جاتے تھے، سلطنت کی روک تھام سے صرف اسقدر ہو سکتا تھا کہ کسیکی جان کو خطرہ نہ پہنچنے پائے، لیکن صرف اس بندش سے کیا کام چل سکتا تھا، عوام جسکو چاہتے تھے، مردود و عام کر سکتے تھے، سبّ و دشنام دے سکتے تھے، آرام و راحت سے بسر کرنے مین خلل انداز ہو سکتے تھے

Marfat.com

اس سے بڑھ کر یہ آفت تھی کہ ظاہر پرست فقہا بھی عوام کے ساتھ ہو جاتے تھے اور کفر کے فتوؤں سے انسان کا زندہ رہنا مشکل کر دیتے تھے۔ امام غزالی۔ آمدی۔ رازی۔ ابن رشد۔ شہرستانی۔ اور ابن تیمیہ کے حالات اوپر پڑھ آئے ہو، ان مین ایک بھی فقہا کے فتوؤں کے حملوں سے نہ بچ سکا، حالانکہ ان بزرگون نے بہت کم آزادی سے کام لیا تھا اور کہہ سکتے بھی تھے تو سو پہلو بچا کر کہتے تھے۔

امام غزالی وغیرہ کی تصنیفات پڑھو تو صاف نظر آتا ہے کہ سیکڑوں خیالات دل مین بھرے ہین لیکن زبان تک نہین لا سکتے۔ جواہر القرآن مین لکھتے ہین کہ بعض کتابون مین مین نے کچھ اصلی خیالات بیان کئے ہین لیکن قسم دلائی ہے کہ بجز خاص اہل لوگون کے یہ کتابین اور کسیکے ہاتھ مین نہ جانے پائین۔ امام صاحب اور اور بزرگون کے اس قسم کی تصریحات، ہم کتاب کے دوسرے حصہ مین نقل کرینگے۔

یہ اسباب تھے جنکی وجہ سے ائمہ فن کے اصلی خیالات، یا سرے سے ظاہر نہو سکے، یا ہوئے تو اسطرح کہ کسی نے سمجھا اور کسی نے نہین سمجھا۔

معتزلہ نے البتہ جو کچھ کہنا تھا کھل کر کہا جسکی وجہ یہ تھی کہ انکو عوام سے سروکار نہین ہوتا تھا، یعنی نہ وہ واعظ ہوتے تھے، نہ فتوے دیتے تھے، نہ امامت و خطابت کرتے تھے، لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آج انکی ایک تصنیف بھی موجود نہین، کتابون مین اگر انکے حالات اور اقوال مذکور نہ ہوتے تو یہ پتہ لگتا بھی مشکل تھا کہ وہ دنیا مین کبھی تھے بھی یا نہین۔

علم کلام اگرچہ ابتدا مین ایک مختصر اور سادہ علم تھا لیکن رفتہ رفتہ اسمین جو چیزین اضافہ (علم کلام کے مسائل)

Marfat.com

ہوتی گئین اُسکے لحاظ سے، اب علم کلام دو چیزون کے مجموعہ کا نام ہے -

(۱) اسلامی عقاید کا اثبات -

(۲) فلسفہ ملاحدہ، اور دیگر مذاہب کا رد -

مذہب باطلہ کا رد

دوسرے مذاہب کا رد - ابتدا ہی سے شروع ہوگیا تھا - جسکی وجہ یہ تھی کہ عباسیہ کے دربار مین ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے اور ان مین باہم مذہبی مناظرات ہوتے رہتے تھے -

اس موضوع پر سب سے پہلے یعقوب کندی نے جو حکماے اسلام کا سرخیل ہے، چند رسالے لکھے، چنانچہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین مفصلہ ذیل رسالون کا ذکر کیا ہے -

رسالۃ فی الرد علی المنانیۃ	یعنی منانیہ کا رد - جو پارسیون کا ایک فرقہ تھا
رسالۃ فی الرد علی الثنویۃ	پارسیون کا رد - جو دو خدا کے قایل تھے -
رسالۃ فی الاحتراس من خدع السوفسطائین	سوفسطائیہ ایک فرقہ تھا جو تمام اشیا مین شک کرتا تھا یہ رسالہ انکے مغالطون کے اظہار مین ہے -

یعقوب کندی کے بعد جاحظ نے نصاری اور یہود کی رد مین کتابین لکھین، پھر اس موضوع پر اور بہت سی کتابین لکھی گئین، ان مین سے النصیحۃ الایمانیہ - تحفۃ الاریب تجمیل - انتصارات اسلامیہ - اور عبدالجبار معزلی - قاضی ابوبکر - امام جوینی - ابن الطیب - طرسوسی - ابن عوض - دمیاطی کی تصنیفات کا ذکر، صاحب کشف الظنون نے اپنی

Marfat.com

کتاب مین اجمالاً کیا ہے - علامہ ابن حزم نے کتاب الملل والنحل مین نہایت تفصیل سے
ان دونون مذہبون کو رد کیا ہے - اس مضمون پر جن لوگون نے کتابین لکھین، ان مین سے
دو شخص خاص طور پر ذکر کے قابل ہین - عبداللہ ترجمان اور یحیی بن جزلہ - یحیی بن جزلہ ابتدا
مین عیسائی تھا - علوم کی تحصیل - ولید معتزلی سے کی اور اسکی ہدایت اور قوت استدلال
کا معتقد ہو کر سنہ ۴۶۶ھ مین اسلام لایا - چونکہ انجیل اور توراۃ کا ماہر تھا آنحضرت کی
پیشین گوئیون پر جو ان کتابون مین موجود ہین ایک مستقل کتاب لکھی - اور اس بحث پر
غالباً یہ سب سے پہلی تصنیف ہے - اسلام لانے کے بعد اسنے ایک خط رسالہ کی شکل مین الیا
کے نام لکھا جو اس زمانہ کا بشپ تھا -

اسنے اپنی تصنیف مین اس بات کو نہایت صاف دلایل سے ثابت کیا کہ یہود و نصاری
آنحضرت کی پیشین گوئیون کو جان کر چھپاتے اور جھٹلاتے ہین[1]

عبداللہ ترجمان بھی پہلے عیسائی تھا، اسکے اسلام لانے کی یہ وجہ ہوئی کہ توراۃ اور انجیل مین
آنحضرت کی پیشین گوئیان دیکھکر اپنے استاد سے جو اس زمانہ کا بہت بڑا پادری تھا - اسکی
حقیقت دریافت کی - پادری نے کہا بے شبہہ یہ پیشین گوئیان آنحضرت کی ہی شان مین ہین لیکن
مین دنیاوی منافع کی بنا پر انکو ظاہر نہین کرسکتا - تمکو خدا توفیق دے تو مسلمان ہو جاؤ - چنانچہ وہ
مسلمان ہو گیا اور تحفۃ الاریب نام ایک کتاب لکھی جسمین یہ تمام حالات درج کیے اور کتب آسمانی
سے آنحضرت کی پیشین گوئیان ثابت کین -

---

[1] ابن خلکان ذکر یحیی بن جزلہ -

Marfat.com

یہ کتاب چھپ گئی ہے اور ہماری نظر سے گذری ہے۔

امام غزالی نے بھی ایک کتاب اس بحث پر لکھی جو ہماری نظر سے گذری ہے

ان تمام تصنیفات کا یہ انداز ہے کہ توراۃ اور انجیل کی تحریف کو دو دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان کتابوں کے نسخوں میں سخت اختلاف ہے، اور چونکہ اُن میں کسی طرح تطبیق نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان میں سے کسی پر اعتبار نہیں ہو سکتا ہے دوسرے یہ کہ ان میں اکثر باتیں خلافِ عقل ہیں، اور اس لئے وہ منزل من اللہ نہیں ہو سکتیں، یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ علماے سلف کسی بات کا خلافِ عقل ہونا اس بات کی دلیل قرار دیتے تھے کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔

فلسفہ کا رد

فلسفہ کی رو سے علم کلام کو صرف اسقدر تعلق تھا کہ اس کے جو مسائل مذہب اسلام کے مخالف ہوں وہ باطل کر دیے جائیں۔ لیکن متکلمین نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ عام طور پر فلسفۂ یونانی کی غلطیاں ثابت کیں، جسکی وجہ یہ تھی کہ فلسفہ یونان کا جب ترجمہ ہوا تو لوگ نہایت شیفتگی سے اسکے گرویدہ ہو گئے، اس گرویدگی نے یہ اثر پیدا کیا کہ فلسفہ کے ہر قسم کے مسائل پر خوش اعتقادی کی نظر پڑتی تھی، اور اس کے ضعیف مسائل بھی قوی اور یقینی معلوم ہوتے تھے۔ انھی میں اقل قلیل وہ مسائل بھی تھے جو بظاہر اسلام کے خلاف معلوم ہوتے تھے۔ متکلمین جب خاص ان مسائل کو باطل کرتے تھے تو معتقدین فلسفہ کو خیال ہوتا تھا کہ جس علم کے اور تمام مسائل صحیح ہیں اُس کے وہی مسائل کیوں ضعیف ہوں گے جو اسلام کے مخالف ہیں۔

Marfat.com

اس ضرورت سے متکلمین نے عام طور پر فلسفہ پر نظر ڈالی، اور سیکڑون مسائل کی غلطی ثابت کی، قدماے متکلمین نے قدر ضرورت پر اکتفا کیا تھا لیکن متاخرین اور خصوصاً امام رازی نے سر سے فلسفہ کی دھجیان اُڑادین؛ علم کلام کا یہ حصہ الگ کردیا جاے تو درحقیقت وہ ایک مستقل اور جداگانہ فلسفہ ہوگا اور اگر فرصت نے مساعدت کی تو مین اسپر ایک مستقل کتاب لکھونگا - لیکن یہ حصہ درحقیقت علم کلام مین داخل نہین۔

متکلمین نے یونانی مسایل کے سمجھنے مین جو غلطیان کین۔

حقیقت یہ ہے کہ متکلمین کو حکماے یونان کے خیالات اور مسلمات کے سمجھنے مین بہت غلطیان واقع ہوئین جسکی وجہ یہ ہوئی کہ حکماے اسلام مثلاً ابن سینا وغیرہ یونانی زبان سے واقف نہ تھے اور اُنکا دارمدار بالکل ان ترجمون پر تھا جو حنین اور اسحاق وغیرہ نے کئے تھے - یہ غلطی ابن سینا کو زیادہ تر واقع ہوئی، چنانچہ علامہ ابن رشد نے تھافتہ التھافہ، مین اکثر موقعون پر نہایت تصریح سے اسکا ذکر کیا ہے، غلطی پر غلطی یہ ہوئی کہ ابن سینا کو مفسر ارسطو ہونے کی حیثیت سے ایسی شہرت حاصل ہوئی کہ جو کچھ اسکی زبان سے نکلا لوگون نے اسکو، ارسطو کی زبان سے نکلا ہوا سمجھا، یہانتک کہ بہت سے ایسے مسائل ہین جنکو ارسطو اور افلاطون سے مطلق لگاؤ نہین تاہم امام غزالی اور امام رازی اور تمام متکلمین، ان کو ارسطو اور افلاطون کی طرف منسوب کرتے ہین اور انکی تردید کرکے خیال کرتے ہین کہ انہون نے فلسفہ یونانی کی تردید کی، حالانکہ وہ مسائل، ابن سینا کی ایجادات اور مخترعات سے ہین -

حکیم ابونصر فارابی نے ایک رسالہ الجمع بین الرائین لکھا ہے جو آج کل یورپ مین

Marfat.com

چھپ گیا ہے، اس رسالہ سے اکثر اس قسم کی غلطیون کا پتہ چلتا ہے، علامہ ابن رشد نے بھی تہافۃ التہافۃ مین اس قسم کی بہت سی غلطیون کی تصریح کی ہے، چنانچہ ہم ان دونون کتابون کے حوالہ سے چند مسائل کا ذکر کرتے ہین۔

(١) عام طور پر مشہور ہے کہ ارسطو، عالم کے قدیم ہونے کا قایل تھا حالانکہ ارسطو نے اپنی کتاب اثولوجیا مین صاف تصریح کی ہے کہ خدا نے ہیولی کو عدم محض سے پیدا کیا۔ پھر ہیولی سے تمام چیزین بنین، اسی طرح افلاطون نے طیماوس اور بولیطیا مین تصریح کی ہے کہ خدا نے ان تمام چیزون کو عدم محض سے پیدا کیا ہے۵؎۔

(٢) مشہور ہے کہ افلاطون، عالم مثال کا قایل تھا یعنی جو چیزین ہمارے اس عالم مین موجود ہین، اسی قسم کی تمام چیزین ایک اور عالم مین موجود ہین، صرف یہ فرق ہے کہ یہ مادی ہین اور وہ غیر مادی، اور انکو کبھی زوال نہ ہوگا لیکن یہ غلط ہے، افلاطون اس بات کا قایل تھا کہ تمام عالم مین جو کچھ موجود ہے یا آیندہ ہوگا، وہ علم باری مین موجود ہے جسطرح ایک کاریگر کے ذہن مین اُس مکان کا نقشہ موجود ہوتا ہے جسکو وہ بنانا چاہتا ہے۔ اسی کا نام عالم مثال ہے۔

(٣) عام خیال ہے کہ ارسطو، اور افلاطون، جزا و سزا کے منکر تھے، لیکن یہ غلط ہے ارسطو نے سکندر کے مرنے پر، سکندر کی مان کو جو خط لکھا تھا اسمین ایک فقرہ یہ تھا

۵؎ یہ فارابی کی تحقیق ہے۔ لیکن ابن رشد اور شہرستانی کی تحقیقات اسکے خلاف ہے۔ انکی راے کے بموجب ارسطو افلاک کے قایل تھا اور اس بات کا منکر تھا کہ خدا نے افلاک کو نہین پیدا کیا بلکہ حرکت پیدا کی، اور یہ حرکت افلاک کی لازمہ ذاتی ہے۔

Marfat.com

کہ "ایسا کام (یعنی جزع وفزع) نہ کرنا جس کا یہ نتیجہ ہو کہ قیامت مین تم سکندر کی ملاقات سے محروم رہو۔

افلاطون نے کتاب السیاستہ کے اخیر مین صاف صاف بعث ونشر، عدل میزان، جزا وسزا، کا ذکر کیا ہے۔

(ماخوذ از جمع بین الرائین)

(۴) مشہور ہے کہ فلاسفہ، معجزات کے منکر ہین، اور وحی اور رویا وغیرہ کی تعبیر مسلمانون کے عقیدہ کے خلاف کرتے ہین، علامہ ابن رشد لکھتے ہین کہ فلاسفہ سے معجزات، اور رویا کے متعلق، ایک حرف بھی معقول نہین۔[۱]

اصل یہ ہے کہ ابن سینا نے شفا اور اشارات مین نبوت۔ معجزہ کرامت۔ وحی۔ الہام کی حقیقت، اصول عقل کے مطابق بیان کی ہے، اور چونکہ یہ دونون کتابین تمامتر فلسفۂ یونان سے ماخوذ تھین، ان مسائل کو بھی لوگون نے فلسفۂ یونان سے ماخوذ سمجھا۔

(۵) مشہور ہے کہ ارسطو وغیرہ اس بات کے قایل تھے کہ الواحد لا یصدر منہ الا الواحد یعنی واحد مطلق سے صرف ایک چیز صادر ہو سکتی ہے، اس بنا پر سلسلہ کائنات اسطرح قایم کیا گیا کہ خدا نے صرف عقل فعال کو پیدا کیا، پھر عقل فعال نے عقل ثانی اور فلک اول کو پیدا کیا، اس طرح درجہ بدرجہ تمام دنیا اور افلاک پیدا ہوئے۔ لیکن یہ ارسطو پر اتہام ہے، یہ قاعدہ اور اس قاعدہ کی تفریعات سب ابن سینا کے

[۱] تہافت ابن رشد صفحہ ۱۲۶

Marfat.com

اختراعات ہین، علامہ ابن رشد نے تہافۃ التہافۃ مین اس مسئلہ پر نہایت مفصل بحث کی ہے، اور ارسطو کی اصلی راے بیان کرکے اخیر مین لکھا ہے کہ ۔

فانظر ھذا الغلط ما اکثرہ علی الحکماء فعلیک ان تتبیّن قولھم ھذا اھل ھو برھان ام لا اعنی فی کتب القدماء لا فی کتب ابن سینا وغیرہ الذین غیّروا مذاھب القوم فی العلم الالٰھی[۵۱]۔

دیکھو حکما کی طرف لوگ کسقدر غلط باتین منسوب کرتے ہین تمہارا فرض ہے کہ اس قول پر لحاظ کرو کہ وہ برہانی ہے یا نہین۔ لیکن قدماء کی کتابون کو دیکھنا۔ ابن سینا وغیرہ کی کتابون کو نہین جنھون نے الٰہیات کے متعلق، حکما کی رائین، الٹ پلٹ کر بیان کین ۔

علامۂ موصوف، عقول عشرہ کی باہم علۃ و معلول ہونے کی نسبت لکھتے ہین ۔

[۵۲] واما ما حکاہ ابن سینا من صدور ھذہ المبادی بعضھا من بعض فھو شی لا یعرفہ القوم ۔

باقی ابن سینا نے یہ جو بیان کیا ہے کہ یہ مبادی (عقول عشرہ) ایک، دوسرے سے صادر ہوئے ہین تو حکما کو اسکی خبر ہی نہین ۔

(۶) فلسفہ کی کتابون مین لکھا ہے کہ فلاسفہ اس بات کے قایل ہین کہ خدا مُوجب بالذات ہے، یعنی عالم کو جو اوس نے پیدا کیا تو ارادہ اور اختیار سے نہین پیدا کیا بلکہ اسطرح جس طرح آفتاب سے خودبخود روشنی پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ اسی بناپر امام غزالی اور امام رازی نے حکماے یونان پر نہایت زور شور سے اعتراضات کئے ہین

[۵۱] تہافۃ ابن رشد صفحہ ۵۰ و ۵۱ ۔ [۵۲] تہافۃ صفحہ ۵۱ ۔

لیکن یہ سرے سے حکمار کا قول ہی نہین، ابن رشد نے تہافتہ (صفحہ ۴۲) مین اس پر مفصل بحث کی ہے -

(۷) ابن سینا نے موجودات کی تین تقسیمین کی ہین، واجب بالذات یعنی خدا، واجب بالغیر اور ممکن بالذات، یعنی عقل اول - ممکن - تمام متاخرین کا خیال ہے کہ یہ اصل مین ارسطو کا مذہب ہے لیکن یونانی واجب بالغیر کے سرے سے قایل ہی نہ تھے اُنکے نزدیک جو شئے ممکن بالذات ہے وہ کسی اعتبار سے واجب نہین ہے -

یونانی صرف دو قسمون کے قایل تھے، واجب - ممکن - انمین سے جو عالم کو قدیم اور واجب کہتے تھے، وہ اسکو واجب بالذات کہتے تھے اور اسکو ذات باری کا معلول نہین مانتے تھے، جو وجوب بالذات کے قایل نہ تھے، وہ عالم کو حادث مانتے تھے چنانچہ رشد نے تہافتہ اور علامہ ابن تیمیہ نے الرد علی المنطق مین اس مسئلہ کو بہ تکرار لکھا ہے -

غرض اس قسم کے اور بہت سے مسایل ہین جنکو متکلمین ارسطو اور افلاطن کے مخترعات و مسلمات سمجھے حالانکہ وہ بوعلی سینا وغیرہ کے مخترعات ہین -

باقی وہ مسائل جو واقعی یونانیون کے خیالات تھے، ان کے متعلق متکلمین کو یہ غلطی ہوئی کہ متکلمین ان سب کو مذہب اسلام کے خلاف سمجھے - حالانکہ ان کو نفیاً یا اثباتاً مذہب سے کچھ علاقہ نہین - یعنی انکے ثبوت یا نفی سے اسلام کو کچھ ضرر نہین پہنچتا - مثال کے طور ہم چند مسائل ذیل مین درج کرتے ہین -

Marfat.com

حکما کا مذہب	متکلمین اشاعرہ کا مذہب
وجود تمام موجودات مین مشترک ہے	نہین، بلکہ ہر موجود کا وجود الگ ہے اور اسکا عین ہے
خدا کا وجود، خدا کی عین حقیقت ہے اور	واجب و ممکن، دونون کا وجود اُن کا
ممکن کا وجود اسکی ماہیت سے خارج ہے۔	عین ہے۔
اشیار کا وجود ذہنی بھی ہے۔	نہین ہے۔
وجوب۔ امتناع۔ امکان، حقیقی چیزین ہین	اعتباری ہین۔
ممکن کی علۃ احتیاج، امکان ہے۔	امکان نہین۔ بلکہ اسکا حدوث خارجی ہے
عرض عرض کے ساتھ قایم ہوسکتا ہے۔	نہین قایم ہوسکتا۔
اعراض، باقی رہتے ہین۔	ہر وقت فنا ہوتے رہتے ہین۔
عدد۔ مقدار۔ زمانہ کا وجود ہے۔	ان مین سے کوئی شے وجود نہین رکھتی
خلا محال ہے۔	ممکن ہے۔
جزء لایتجزی کا وجود نہین۔	ہے۔ اور تمام اجسام انہی اجزا سے مرکب ہین۔
جسم ہیولی و صورت سے مرکب ہے۔	ہیولی کوئی چیز نہین۔

اس قسم کے اور بہت سے مسائل ہین جنکی تفصیل دلایل و براہین کے ساتھ شرح مواقف مین مذکور ہے۔

متکلمین[1] نے ان مسائل کو مذہب اسلام سے جسطرح متعلق کیا تھا اسکو ہم ایک نقشا کے

[1] متکلمین اشاعرہ مراد ہین۔

Marfat.com

ضمن مین بیان کرتے ہین۔

حکمار کا یہ مذہب ہے کہ جسم ایک متصل چیز ہے، اور ہیولی وصورت سے مرکب ہے، متکلمین کہتے ہین کہ جسم اجزار لاتتجزی سے مرکب ہے اور ان مین اتصال حقیقی نہین، گو بظاہر اتصال معلوم ہوتا ہے۔ اس مسئلہ پر متکلمین نے یہ متفرع کیا کہ تمام اجسام کی حقیقة متحد ہے، کیونکہ جسم اجزار لاتتجزی کا نام ہے اور یہ اجزار ایک سی حقیقت رکھتے ہین، اس مسئلہ کو متکلمین، تماثل اجسام کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین اور اس کی نسبت علامۂ تفتازانی شرح مقاصد مین لکھتے ہین۔

وَهذا اصلٌ یبتنی علیہ کثیرٌ من قواعد الاسلام کاثبات القادر المختار وکثیرٍ من احوال النبوّۃ والمعاد۔	یہ ایک جڑ ہے جس پر اسلام کے بہت اصول مبنی ہین مثلاً قادر مختار کا ثبوت، اور نبوت اور قیامت کی بہت سی کیفیتین۔

متکلمین نے اس مسئلہ کو اس بنا پر[1] اصول مذہب مین داخل کیا ہے کہ جب تمام اجسام متحد الحقیقة ٹھیرے تو سب کی ایک سی حالت ہونی چاہیے تھی حالانکہ اجسام مختلف خصوصیتین رکھتے ہین اس سے ثابت ہوا کہ یہ خاصیتین خود اُن اجسام سے نہین پیدا ہوئین بلکہ کسی قادر مختار نے پیدا کین، اور اُسکو ہم خدا کہتے ہین۔

خرق عادات کا ثبوت بھی اسی مسئلہ پر مبنی ہے کیونکہ جب۔ تمام اجسام متحد الحقیقة ٹھیرے تو ایک جسم کی جو خاصیتین ہین وہ دوسرے اجسام مین بھی پائی جاسکینگی۔ مثلاً

[1] ماخوذ از شرح مقاصد۔

Marfat.com

آگ جسطرح جلا سکتی ہے - پانی بھی جلا سکے گا اور اسی کا نام معجزہ ہے -

لیکن حقیقت مین قادر مختار کا ثبوت اس مسئلہ پر مبنی نہین - خود متکلمین کا ایک بڑا گروہ - تماثل اجسام کو نہین مانتا اور باوجود اسکے قادر مختار اور خرق عادات کا قایل ہے -

مسائل مذکورہ بالا کا تعلق - تو بہت کھینچ تان کر مذہب تک پہنچتا ہے - لیکن جو مسائل - مذہب سے نہایت قریب کا تعلق رکھتے ہین - انکو بھی درحقیقت مذہب سے بہت کم تعلق ہے - مثلاً عالم کا قدیم ہونا - متکلمین کے نزدیک، بالکل مذہب کے خلاف ہے، لیکن قرآن وحدیث مین عالم کے قدم وحدوث کا کچھ اشارہ نہین، متکلمین کہتے ہین کہ عالم اگر قدیم ہو گا تو خدا اوسکا خالق نہین ہو سکتا - لیکن حکما کے نزدیک قدیم ہونا اور مخلوق ہونا متضاد باتین نہین ہین، ان کے نزدیک عالم قدیم بھی ہے اور خدا کا پیدا کیا ہوا بھی ہے، ہاتھ کو جس وقت حرکت ہوتی ہے قلم کو بھی اسی وقت حرکت ہوتی ہے یعنی دونون کی حرکت کا زمانہ ایک ہے، باوجود اس کے قلم کی حرکت ہات ہی کی حرکت سے پیدا ہوئی ہے -

یا مثلاً خدا کا عالم جزئیات ہونا متکلمین سمجھتے ہین کہ حکمار کو اس سے انکار ہے، اور اس سے انکار کرنا صریح نصوص قرآنی سے انکار کرنا ہے - لیکن حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حکمار کو اصل مسئلہ سے انکار نہین وہ اس بات کے قایل ہین کہ خدا تمام جزئیات کو جانتا ہے لیکن وہ اس بات کو نہین مانتے کہ جزئیات، جب وجود مین آجاتے ہین تب خدا کو انکا علم ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو خدا کا علم ازلی نہ ہو گا -

Marfat.com

ملاحدہ کا رد

جیسا کہ تم نے پچھلے بیانات سے اندازہ کیا ہوگا، علم کلام کو فلسفہ یا یہود و نصاریٰ وغیرہ کی مدافعت مین کچھہ دقت پیش نہین آئی - البتہ جو کچھہ مشکل تھی وہ ملاحدہ کے مقابلہ مین تھی - یہ ایک فرقہ تھا جو کسی مذہب کا قایل نہ تھا، اور ہر مذہب پر رد و قدح کرتا تھا - اسلامی مسلمات مین سے اگرچہ انکو ہر چیز سے مخالفت تھی لیکن زیادہ تر انہون نے قرآن مجید کو پیش نظر رکھا تھا، قرآن مجید پر اُن کے جو اعتراضات ہین امام رازی تفسیر کبیر مین جا بجا اُن کے نام سے نقل کرتے ہین - مثلاً قرآن مجید مین حضرت سلیمان و ہدہد و بلقیس اور چیونٹی کا جو واقعہ مذکور ہے اسکی تفسیر مین لکھتے ہین کہ ملاحدہ نے اسپر متعدد اعتراض کئے ہین -

ملاحدہ کی شناعت

(۱) ہدہد اور چیونٹی کیونکر عاقلانہ باتین کرسکتی ہین -

(۲) حضرت سلیمان، شام مین تھے وہان سے ہدہد کیونکر دم بھر مین یمن پہنچا اور پھر واپس آگیا -

(۳) حضرت سلیمان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تمام دنیا کے بلکہ جنات کے بھی بادشاہ تھے باوجود اس کے ان کو بلقیس جیسے حکمران کا نام و نشان تک معلوم نہ تھا -

(۴) ہدہد کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آفتاب کو سجدہ کرنا ناجایز اور موجب کفر ہے -

علامہ ابن حزم نے ملل و نحل مین ایک مشہور ملحد کا جو خود ان کے زمانہ مین تھا اور جسکا نام عبداللہ بن شنیف تھا ایک مناظرہ نقل کیا ہے -

Marfat.com

سکاکی نے مفتاح کے اخیر مین ایک باب باندھا ہے جسمین ملاحدہ کے ان اعتراضات کے جواب دیے ہین جو فصاحت و بلاغت کی حیثیت سے وہ قرآن مجید پر وارد کرتے تھے اسیطرح اور تصنیفات مین ملاحدہ کے اعتراضات نہایت کثرت سے ملتے ہین ایک عجیب بات یہ ہے کہ آج فلسفہ اسقدر ترقی کرگیا ہے۔ طبایع مین کرنہی۔ نکتہ چینی اور شبہات آفرینی کا مادہ بے انتہا بڑہتا جاتا ہے تاہم مذہبی مسائل پر آجکل جو اعتراضات کیے جا رہے ہین وہ زور۔ قوت۔ تدقیق، اور تعداد مین اُس سے زیادہ نہین جو پچھلے ملاحدہ کرچکے تھے۔

امام رازی نے مطالب عالیہ مین نبوت کی بحث کو تخمیناً ساٹھ صفحون مین لکھا ہے اسمین سے قریباً ۵ صفحے صرف ملاحدہ کے اعتراضات کی تفصیل مین ہین، اسیطرح نھایۃ العقول مین قرآن مجید کے معجز ہونے پر منکرین کی زبان سے سیکڑون اعتراضات نقل کیے ہین، انہی اعتراضات اور شبہات کا اُٹھانا درحقیقت اصلی علم کلام ہے۔

قرآن مجید پر ملاحدہ کے اعتراضات تین قسم کے ہین۔

(۱) قرآن مجید مین ایسے واقعات مذکور ہین، جو قانون قدرت کے خلاف ہین۔ مثلاً ہر قسم کے خرق عادات۔ جانورون کی بات چیت۔ پہاڑون کی تسبیح خوانی۔

(۲) اکثر ایسی باتین مذکور ہین جو وہم پرستی پر مبنی ہین۔ مثلاً جادو کا اثر شیطان کا آدمی کو لگ جانا۔

Marfat.com

(۳) بہت سی باتیں تحقیقات علمی کے خلاف ہیں مثلاً آفتاب کا چشمہ میں ڈوبنا۔ دنیا کا چھ دن میں پیدا ہونا۔ پانی کا آسمان سے برسنا۔ نطفہ کا پیٹھ اور سینہ کے بیچ میں پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان اعتراضات کے جواب میں متکلمین کے فرقوں نے مختلف طریقے اختیار کیے، اشاعرہ کا مذاق یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان واقعات کا ہونا تسلیم کرتے ہیں اور پھر ان کا جواب دیتے ہیں۔ قدماے متکلمین، اکثر واقعات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منکرین نے قرآن مجید کی غلط تعبیر کی ہے۔ مثال کے طور پر ہم چند اعتراضات مع جوابات کے لکھتے ہیں۔

مثال (۱) قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق مذکور ہے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اس آیت کے معنی عام مفسرین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ خدا نے ایک دوسرے شخص کی صورت، حضرت عیسیٰؑ کی صورت سے بدل دی۔ لوگوں نے اسی کو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر پھانسی پر چڑھا دیا۔ اسپر متعدد اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔

(۱) اگر اسی طرح صورتیں بدل جایا کریں تو کسی شخص کی نسبت اطمینان نہ رہے کہ وہی شخص ہے یا کوئی اور شخص ہے۔

(۲) خدا کو اگر حضرت عیسیٰؑ کا بچانا تھا تو یوں ہی بچا سکتا تھا۔ اسکے لیے ایک ناکردہ گناہ کو پھانسی پر چڑھانا کیا ضرور تھا۔

(۳) حضرت عیسی کی مدد کیلیے خدا نے حضرت جبریل کو مقرر کیا تھا اور انکی قوت اور

Marfat.com

قدرت معلوم ہے باوجود اس کے وہ حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں کے پنجہ سے نہ بچا سکے اور اسکی ضرورت پڑی کہ ایک دوسرے بیگناہ کی صورت، حضرت عیسیٰؑ کی صورت سے بدل دی جائے اور اسطرح وہ نجات پائین۔

امام رازی نے تفسیر کبیر مین یہ تمام اعتراضات مع شئے زاید نقل کیے ہین اور اُن کے جواب دیے ہین، پہلے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ قادر مختار کو یہ قدرت ہے کہ زید و عمر کو بالکل ہم صورت بنا دے باینہمہ زید و عمر کی نسبت کسی شخص کو یہ احتمال نہین پیدا ہوتا کہ دونون کی صورتین بدل گئی ہین۔ اسیطرح صورت موجودہ مین بھی شبہہ نہین پیدا ہوتا۔ دوسرے اور تیسرے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے۔ کہ خدا اگر اور طریقے سے حضرت عیسیٰ کو بچاتا تو یہ معجزہ بداہتہ کی حد تک پہنچ جاتا جسکے بعد ایمان کا لانا لازمی ہے لیکن معجزہ کا یہ مقصود نہین ہوتا کہ لوگ مجبوراً ایمان لائین یہ امام رازی کا جواب تھا جو انہون نے اشاعرہ کے مذاق کے موافق دیا۔

لیکن اور محققین نے خود آیت کے معنی پر غور کیے اور فیصلہ کیا کہ آیت کے معنی غلط بیان کیے گئے جسکی وجہ سے اعتراضات قایم ہوتے ہین۔ محدث ابن حزم نے کتاب الملل والنحل مین نہایت زور سے اسکی تردید کی اور لکھا کہ

ولو امکن ان یشبه ذلک علی ذی حاسةٍ مسلمةٍ لبطلت النبوات کلها اذ لعلها شبهت علی الحواس السلیمة[1]	اور اگر اس قسم کا اشتباہ صحیح الحواس آدمی کو ہو سکتا ہو تو سرے سے نبوت ہی باطل ہو جائے اس لئے کہ ممکن ہے کہ صحیح الحواس آدمیون کو دھوکا ہو گیا ہو

[1] کتاب مذکور صفحہ ۵۰ مطبوعہ مصر۔

محدث موصوف نے آیت کے یہ معنی لکھے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل
ہوئے نہ مصلوب ہوے لیکن مخالفون نے جو اُن کا مصلوب ہونا مشہور کر دیا تو لوگون
کے نزدیک، اصل حقیقت مشتبہ ہوگئی اور اُن کو شبہہ ہوگیا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔

مثال (۲) قرآن مجید مین مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب سامری
سے گوسالہ کے بنانے پر مواخذہ کیا تو اُسنے کہا کہ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ اِس کے
معنی عام مفسرین یہ لکھتے ہین کہ سامری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو گھوڑے
پر سوار دیکھا تھا اُسوقت اُسنے اُنکے گھوڑے کے سم کے نیچے کی خاک اُٹھالی تھی
اُسیکو گوسالہ کے پیٹ مین ڈالدیا۔ خاک کی تاثیر سے اُس مین جان آگئی اور وہ
مٹی کا گوسالہ بولنے لگا۔ اسی واقعہ کا ذکر اس آیت مین ہے۔ عام مفسرین آیت کے
یہی معنی قرار دیتے ہین اور کہتے ہین کہ خاک مین ایسی تاثیر ہوسکتی ہے لیکن ابومسلم
اصفہانی آیت کے یہ معنی نہین قرار دیتا وہ کہتا ہے کہ یہ عرب کا محاورہ ہے الرجل
یقفوا اثر فلان۔ ویقبض اثرہٗ۔ یہ الفاظ عرب مین پیروی اور اتباع کے موقع پر استعمال
کیے جاتے ہین، رسول سے یہان مراد خود حضرت موسیٰ علیہ السلام ہین۔ آیت کے
معنی یہ ہین کہ سامری نے کہا کہ مین نے حضرت موسیٰ کی تقلید کی تھی اور اُن کے مذہب
کو حق سمجھا تھا لیکن اب ظاہر ہوا کہ وہ باطل تھا اس لیے مین نے اسکو پھینکدیا یعنی
چھوڑدیا۔ اسپر صرف یہ شبہہ رہ جاتا ہے کہ سامری خود حضرت موسیٰ سے خطاب
کر رہا تھا اسلیے طرزِ کلام کے لحاظ سے اسکو یون کہنا چاہیے تھا کہ مین نے تمہاری تقلید

Marfat.com

کی تھی نہ یہ کہ مین نے پیغمبر کی تقلید کی تھی، لیکن امرا، اور روسا سے خطاب کے موقع پر اسیطرح کلام کیا جاتا ہے عباسیہ کے دربار مین خلفاء کو بجاے آپ کے امیرالمومنین کے لفظ سے خطاب کرتے تھے - ابومسلم اصفہانی کا یہ قول اگرچہ تمام مفسرین کے خلاف ہے لیکن امام رازی نے تفسیر کبیر مین اسی کو ترجیح دی اور ترجیح کی متعدد وجہین بیان کین جنکو ہم قلم انداز کرتے ہین -

مثال (۳) قرآن مجید مین ہے -

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا	خدا نے کہا کہ چار پرند لو پہر اونکو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالو، پہر ہر پہاڑ پر اونکا ایک حصہ رکہہ دو - پہر اونکو بلاؤ، وہ دوڑتے چلے آئین گے -

یہ اُسوقت کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے کہا ہے کہ اے خدا تو مُردے کیونکر جلاے گا - خدا نے کہا کیا تمکو اسپر یقین نہین - حضرت ابراہیم نے کہا کیون نہین، لیکن زیادہ اطمینان چاہتا ہون - اس وقت خدا نے ان سے کہا کہ چار پرند لو الخ - اکثر مفسرین نے یہی معنی لئے اور قرار دیا کہ درحقیقت حضرت ابراہیم نے پرندون کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا تہا اور پہر وہ زندہ ہوگئے لیکن ابومسلم اصفہانی نے اس تفسیر پر متعدد اعتراضات کئے - اول یہ کہ صُرهن الیك کے معنی ٹکڑے کرنے کے نہین ہین - صاحب تصور اگر اس معنی مین آتا بھی ہے تو اسکا صلہ الی کے لفظ سے نہین آتا - دوسرے یہ کہ اُدعُھنّ مین جو ضمیر ہے وہ ذوی الروح

کے لئے مخصوص ہے اس لئے اسکے معنی یہ ہون گے کہ پرندون کو بلاؤ حالانکہ مفسرین کے قول کے بموجب اس کے معنی یہ ہونے چاہئین کہ اُنکے قطع شدہ اجزا کو بلاؤ۔

ان دونون اعتراضون سے زیادہ قوی اعتراض یہ ہے کہ اگر یہ مقصود تھا تو چار پرندون کی کیا حاجت تھی۔ ایک پرندہ کا ٹکڑے ٹکڑے کردینا اور پھر اُنکو جلادینا کافی تھا۔ شک کے رفع کرنے کو جو تعلق ہے وہ زندہ کرنے سے ہے۔ ایک۔ دو۔ چار کو اسمین کیا دخل ہے۔

ابومسلم اصفہانی نے تمام مفسرین کی راے سے اختلاف کیا اور آیت کے معنی یہ قرار دیے کہ خدا نے تمثیل کے طور پر حضرت ابراہیم سے کہا کہ مثلاً اگر تم چار پرندون کو لو، اور اُنکو خوب پرچالو کہ وہ تم سے خوب ہل جائین۔ پھر اُنکو الگ الگ پہاڑ پر چھوڑ آؤ اور اُنکو بلاؤ تو وہ چلے آئین گے، اسیطرح جب ہم بُلائین گے تو روحین دوڑتی ہوئی اپنے جسمون مین چلی آئینگی۔

مثال (۴) قرآن مجید مین ہے۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ۔	اور ہمنے پہاڑون کو داؤد کا مسخر کردیا تھا کہ وہ داؤد کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے اور پرندون کو بھی

اسپر ملاحدہ کا اعتراض تھا کہ پہاڑ کوئی جاندار چیز نہین، وہ کیونکر تسبیح پڑھ سکتا ہے؟ اشاعرہ کہتے ہین کہ جمادیت نطق کے منافی نہین اس لئے پہاڑ وغیرہ بھی بول سکتے ہین چنانچہ

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر مین اشاعرہ کے مذاق کے موافق یہی جواب دیا ہے لیکن معتزلہ عموماً اور بعض اہل معانی، آیت کے یہ تفسیر نہین کرتے بلکہ کہتے ہین کہ پہاڑون کا تسبیح کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے دوسرے موقع پر کہا ہے وَاِن مِّن شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ یعنی کوئی چیز ایسی نہین جو خدا کی تسبیح نہ پڑھتی ہو یعنی زبان حال سے ہر چیز خدا کی حمد و ثنا مین رطب اللسان ہے۔

مثال (۵) قرآن مجید مین ہے۔

قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَةً ۔ قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا ۔	زکریا نے کہا اے خدا میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر۔ خدا نے کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک اشارون کے سوا باتین نہ کرے۔

عام مفسرین کہتے ہین کہ حضرت زکریا کی اولاد ہونے کی خدا نے یہ پہچان مقرر کی تھی کہ تین دن تک حضرت زکریا کی زبان بند ہو گئی، اور وہ اشارہ کے سوا مطلق بات چیت نہین کر سکتے تھے، اس پر اعتراض تھا کہ اولاً تو یہ واقعہ خلاف عقل ہے دوسرے اس سے اولاد ہونے کو کیا تعلق، مفسرین کہتے ہین کہ یہ خرق عادت ہے، اور خرق عادت جایز ہے۔ ابو مسلم اصفہانی کہتے ہین کہ زبان کے بند ہونے سے اعتکاف کرنا مراد ہے کیونکہ اُس زمانہ مین اعتکاف کی حالت مین بجز ایما و اشارہ کے بات چیت نہین کرتے تھے، خدا نے حضرت زکریا سے کہا کہ جب تم اعتکاف اور عبادت مین مشغول ہو گے تو تمہاری اولاد ہو گی امام رازی ابو مسلم کا یہ قول نقل

Marfat.com

کرکے لکھتے ہین۔

وهذا القول عندي حسن معقول و ابو مسلم حسن الكلام في التفسير كثير الغوص على الدقائق واللطائف۔	اور یہ قول میرے نزدیک بہتر اور معقول ہے، اور ابو مسلم کا کلام تفسیر مین نہایت معقول ہوتا ہے اور وہ اکثر دقیق اور لطیف باتین پیدا کرتا ہے

مثال (٦) قرآن مجید مین حضرت سلیمان کے ذکر مین ہے۔

وعُلِّمنا منطق الطير	اور ہمکو سکھلائی گئی پرندون کی بولی۔

اشاعرہ کہتے ہین کہ پرندون کا بات چیت کرنا ممکن ہے اور حضرت سلیمان انکی بات چیت سمجھ سکتے تھے اور یہ انکا معجزہ تھا۔

لیکن محدث ابن حزم اس آیت کے متعلق لکھتے ہین۔

لم ندفع ان يكون للحيوان اصوات عند معاناته ما تقتضيه له الحيواة من طلب الغذاء وعند الالم وعند المضاربة وطلب السفاد ودعاء اولادها وما اشبه ذلك فهذا هو الذي علمه الله تعالى سليمان رسوله عليه السلام۔	ہم اس بات کے منکر نہین کہ حیوانات، ضروریات زندگی مثلاً غذا کی تلاش۔ تکلیف کے احساس لڑائی جفتی۔ بچون کے بلانے اور اس قسم کے موقعون پر کچھ آوازین نکالتے ہون حضرت سلیمان کو خدا نے اسکی تعلیم دی تھی (یعنی وہ ان آوازون سے انکی خواہشون کا اندازہ کرسکتے تھے)

مثال (٧) قرآن مجید مین ہے یا ایها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها (نساء) عامہ مفسرین اس آیت کے یہ معنی لیتے ہین

Marfat.com

کہ خدا نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور پھر ان سے حضرت حوا کو پیدا کیا، اور وہ اس طرح کہ حضرت آدم کی بائین پسلی نکال لی اور اسی کو حضرت حوا بنا دیا - لیکن ابو مسلم اصفہانی نے آیت کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ منہا کے معنی من جنسہا کے ہین یعنی حضرت حوا حضرت آدم کی ہم جنس پیدا کی گئین نہ یہ کہ اُنکی پسلی سے پیدا کی گئین، امام رازی بھی ابو مسلم ہی کے ہمزبان ہین -

غرض اس قسم کے تمام موقعون پر ان محققین کا یہ بیان ہے کہ لوگون نے قرآن مجید کے معنی غلط بیان کیے ہین اور اس وجہ سے وہ اعتراضات وارد ہوتے ہین

ملاحدہ کا ایک اور اعتراض

ملاحدہ کا ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ اسلام نے واقعات ما بعد الموت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ طفلانہ ہوس پرستی ہے مثلاً دودہ اور شہد کی نہرین - نوجوان حورین دلربا غلمان - ہر قسم کے میوہ جات - بڑے بڑے جواہر نگار محل -

عالم آخرت جو سرتا پا عالم قدس ہے اگر وہان بھی یہی دنیا دی خواہش پرستی کے سامان ہین تو اسکو ہماری اس ذلیل دنیا پر ترجیح کی کیا وجہ ہے - اس کے علاوہ بہت سی باتین ممتنعات اور محالات مین داخل ہین مثلاً ہات پاؤن کا شہادت دینا - پل صراط پر گذرنا - اعمال کا تولا جانا - دوزخ مین زندہ رہنا وغیرہ وغیرہ -

ان اعتراضات کے متعلق تین گروہ ہین - اشاعرہ تسلیم کرتے ہین کہ یہ سب واقعات بعینہ اسی طرح وقوع مین آئین گے اور اسمین کوئی استحالہ نہین شہادت اعضا وزن اعمال - دوام عذاب وغیرہ یہ سب خرق عادات ہین اور خرق عادات عموماً

جایز ہین - اشاعرہ کے سوا باقی تمام فرقے اس بات کے قایل ہین کہ واقعات مابعد الموت کی اصلی حقیقت کچھہ اور ہے لیکن جس طریقہ سے اور جن الفاظ مین اُنکی تعبیر کی گئی اسکے سوا انکی تعبیر کا کوئی اور طریقہ نہ تھا محدث ابن تیمیہ حالانکہ مشہور ظاہری ہین تاہم اپنے رسالہ شرح حدیث نزول مین ایک محققانہ تمہید کے بعد لکھتے ہین -

ثم انّ الله سبحانه وتعالى اخبرنا بما وعدنا به فِي الدَّارِ الآخرة مِنَ النعيم والعذاب وَاَخبرنا بما يُؤكل ويُشرب ويُنكح ويفرش وغير ذلك فلولا معرفتنا بما يشبه ذلك في الدنيا لم نفهم ما وعدنا به ونحن نعلم مع ذلك ان تلك الحقايق ليست مثل هذه حتى قال ابن عباس ليس في الدنيا مما في الجنة الا الاسماء -

پھر خداے پاک نے قیامت مین جس آرام اور عذاب کا وعدہ کیا اسکی خبر اور ان چیزون کی خبر دی جو کھانے پینے بچھانے مقاربت کرنے کی ہین، تو اگر ہم ان چیزون کو نہ جانتے جو موجود چیزون سے مشابہ ہین تو ہم انکو سمجھہ ہی نہین سکتے لیکن ہم باوجود اس کے یہ جانتے ہین کہ وہ موعود چیزین ان دنیاوی چیزون کی سی نہین ہین یہانتک کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ نام کے سوا دنیا اور آخرت کی چیزون مین کوئی اشتراک نہین ہے

امام غزالی جواہر القرآن مین عذاب قبر اور عذاب آخرت کی یہ تشریح کر کے کہ انسان مین جو رذایل اخلاق ہین اُنہی کو سانپ اور بچھو سے تعبیر کیا گیا ہے لکھتے ہین -

وَهذا اسرّ قوله صلى الله عليه وسلم انّما هي اعمالكم ترد عليكم وقوله تعالى يوم تجد كل

اور یہ راز ہے آنحضرت کے اس ارشاد کا کہ یہ تمہارے اعمال ہی ہونگے جو تمہارے سامنے

Marfat.com

نفس ما عملت من خیر محضرا ++ بل
سر قوله تعالی کلا لو تعلمون علم الیقین
لترون الجحیم ای ان الجحیم فی باطنکم
فاطلبوها بعلم الیقین لترونها قبل ان
تدرکوها بعین الیقین بل هو سر قوله تعالی
ویستعجلونك بالعذاب وان جهنم لمحیطة
بالکافرین ولم یقل انها ستحیط بل قال
هی محیطة وقوله انا اعتدنا للظالمین
نارا احاط بهم سرادقها ولم یقل
یحیط بهم وهو معنی قول من قال ان الجنة
والنار مخلوقتان ++ فان لم تفهم المعانی
کذلك فلیس لك نصیب من القرآن
الا فی قشره کما لیس للبهیمة نصیب من
البر الا فی قشره وهو التبن والقرآن غذاء
الخلق کلهم علی اختلاف اصنافهم ولکن
اغتذاءهم به علی قدر درجاتهم وفی
کل غذاء مخ ونخالة وتبن۔

آئین گے اور یہی معنی ہین خدا کے اس قول کے
کہ قیامت مین جو کچھ جسنے کیا ہوگا وہ طیار پائیگا
بلکہ یہی حقیقت ہے خدا کے اس قول کی کہ اگر تمکو
علم الیقین ہوتا تو تم دوزخ کو دیکھہ لیتے یعنی یہ کہ
دوزخ خود تمہارے دل مین موجود ہے سو اسکو
یقین کے ذریعہ سے دیکھہ لو قبل اس کے کہ
یقین کی آنکھہ سے اسکو دیکھو گے۔ بلکہ یہی
حقیقت ہے خدا کے اس قول کی کہ کافر لوگ
عذاب مین جلدی کرتے ہین حالانکہ عذاب نے کافرون کو
ہر طرف سے چھا لیا ہے اس قول مین خدا نے یہ کہا کہ عذاب نے چھا لیا ہی
یہ نہین کہا کہ آئندہ چھائے گا اور یہی معنی ہین اس شخص کے
قول کے جو یہ کہتا ہے کہ دوزخ وبہشت پیدا ہوچکی
ہے۔ تو اگر تم مطالب کو اسطرح نہین سمجھتے تو تم
قرآن کے مغز تک نہین پہنچتے بلکہ تمکو صرف
چھلکے سے کام ہے جیسا کہ چارپایہ کو گیہون کے
مغز سے نہین غرض ہوتی بلکہ صرف بھوسی سے
غرض ہوتی ہے اور قرآن مجید سب لوگون کی

Marfat.com

	غذا ہے لیکن اسکا غذا ہونا باختلاف مراتب ہے (یعنی جو جس درجہ کا ہے اُسی قسم کی غذا اسکو ملتی ہے) اور ہر غذا مین اصل و چھلکا اور بھونسی ہوتی ہے۔

اسی کتاب مین ایک اور موقع پر واقعات مابعد الموت کے متعلق لکھتے ہین۔

ویشتمل ایضاً علی ذکر مقامات احوال الفریقین وعنہا یعبر بالحشر والنشر والحساب والمیزان والصراط۔ ولہا ظواہر جلیة تجری مجری الغذاء لعموم الخلق ولہا اسرار غامضة تجری مجری الحیوٰة لخصوص الخلق	اور قرآن مجید مین فریقین کے ابتدائی حالات بھی مذکور ہین اور انہی کو حشر ونشر۔ حساب ترازو اور پل صراط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ان آیتون کے ایک تو ظاہری معنی ہین جو بطور غذا کے تمام آدمیون کے لئے ہین۔ اور ان مین دقیق راز ہین جو خواص کے لئے بطور زندگی کے ہین۔

ملاحدہ کا ایک اور اعتراض

ملاحدہ کا ایک بڑا اعتراض یہ تہا کہ یہودیون اور پارسیون کے یہان جو دور از کار قصے اور افسانے مشہور تہے قرآن مجید اُن سے بہرا پڑا ہے مثلاً یہ کہ "ہاروت ماروت دو فرشتے بابل کے کنوئین مین سرنگون معلق ہین جو لوگون کو جادو سکہلاتے ہین" "یاجوج ماجوج دو عجیب الخلقتہ قومین ہین جن کے لئے سکندر نے سد سکندری قایم کی" "حضرت داؤد نے اپنے ایک درباری افسر کی جورو کو بلطایف الحیل حاصل کیا"

Marfat.com

حضرت سلیمان کے لیئے آفتاب ڈوب کر دوبارہ نکل آیا، شیطان نے خدا سے اجازت مانگ کر حضرت ایوب کی تمام آل واولاد فنا کردی اور اُنکو بیمار ڈالا یہانتک کہ اُنکے بدن مین کیڑے پڑ گئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کئی دفعہ کذب کے مرتکب ہوئے۔ حضرت آدم نے شرک کیا یعنی اپنے بیٹون کا نام عبدالحارث رکھا اور حارث شیطان کا نام تہا۔

ان اعتراضات کا جواب اگرچہ درحقیقت علم کلام کا بڑا ضروری حصّہ تہا لیکن کتب کلامیہ مین اس لحاظ سے اسکا ذکر نہین کیا جاتا کہ متکلمین کے نزدیک اس حصّہ سے بحث کرنا محدث اور مفسر کا منصب ہے۔

مفسرین نے ان قصص کے متعلق جو لکہا اسکا ماحصل یہ ہو کہ قصص انبیا کا جسقدر حصّہ قرآن مجید مین مذکور ہے وہ صحیح ہے لیکن بنی اسرائیل نے واقعات اصلی پر جو حاشیے چڑہائے وہ صحیح نہین، اسی بنا پر قدماے مفسرین مین سے جن لوگون نے بنی اسرائیل کی روایتین تفسیرون مین داخل کردی تہین محدثین نے انکی تفسیرون کو ساقط الاعتبار قرار دیا بلکہ خود مفسرون کو بہی۔

قدماے مفسرین مین جو بڑے پایہ کے مفسر گذرے ہین وہ یہ ہین مجاہد مقاتل بن سلیمان۔ کلبی۔ ضحاک۔ سدی۔ تفسیر کبیر وغیرہ مین قصص الانبیا کی نسبت جسقدر روایتین ہین اور جنکو قرآن مجید کے قصون مین منضم کردیا گیا ہے انہی بزرگون سے منقول ہین، انکی کیفیت یہ ہے کہ مجاہد حالانکہ بہت بڑے

Marfat.com

ثقہ اور قابل حجت امام ہین تاہم اُنکی تفسیر کو اسوجہ سے غیر معتبر قرار دیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل سے ماخوذ ہے، میزان الاعتدال ذہبی مین ہے کہ "کسی نے اعمش سے پوچھا کہ مجاہد کی تفسیر مخالف کیون ہے اُنہون نے کہا بوجہ اس کے کہ اہل کتاب یعنی یہود سے ماخوذ ہے۔

مقاتل کو علانیہ محدثین نے کاذب اور مفتری کہا حالانکہ انکا جو کچھ جرم تہا وہ یہی تہا کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتے تھے اسیطرح کلبی۔ سدی۔ ضحاک کی روایتین عموماً ناقابل اعتبار قرار دی گئین چنانچہ میزان الاعتدال ذہبی مین ہر ایک کے حال سے مفصل بحث کی ہے۔

علامۂ ابن خلدون نے اس بحث پر ایک نہایت لطیف مضمون لکھا ہے اسکا ترجمہ یہ ہے۔

"متقدمین نے اس باب مین نہایت استیعاب کیا لیکن انکی تصنیفات مین رطب و یابس مقبول مردود سب کچھ ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب لکھی پڑہی قوم نہ تھی۔ انکا خمیر بدویت اور اُمیت تہی، اور جب اُنکو اس قسم کے چیزون کی دریافت کا شوق ہوتا تہا جنکا شوق اکثر انسانون کو فطرةً ہوتا ہے مثلاً دنیا کی ایجاد کے اسباب آفرینش کا آغاز۔ وجود کے اسرار۔ تو وہ ان باتون کو اہل کتاب سے پوچھا کرتے تھے لیکن اُس زمانہ کے اہل کتاب جو عرب مین موجود تھے خود بدوی تھے اور انکے معلومات تہین بالکل عامیانہ تہین، یہ لوگ اکثر قبیلۂ حمیر سے تھے جو یہودی ہو گئے

Marfat.com

تھے۔ جب یہ لوگ اسلام لائے تو احکام شرعیہ کے سوا جنمیں بہت احتیاط کی جاتی تھی باقی امور مثلاً اسباب کائنات اور قصص انبیا وغیرہ کے متعلق ان کے وہی خیالات قایم رہے جو پہلے سے تھے۔ کعب احبار۔ وہب ابن مبنہ عبداللہ بن سلام وغیرہ انہی لوگوں میں سے ہیں۔ ان لوگوں کو جو روایات وحکایات محفوظ تہیں تمام تفسیر کی کتابوں میں داخل ہوگئیں، اور چونکہ ان روایتوں کو احکام شرعیہ سے تعلق نہ تھا اس سلئے انکے متعلق مفسرین نے احتیاط نہیں کی چنانچہ تمام تفسیرین انہی روایتوں سے بھرگیئیں حالانکہ ان روایتوں کا ماخذ وہی صحرانشین ہیوتے تھے جنکو کسی قسم کی تحقیق حاصل نہ تھی لیکن چونکہ یہ لوگ مذہبی حیثیت سے مشہور اور معروف تھے اور لوگ ان کا احترام کرتے تھے اس لیے ان کی روایتوں کو قبول عام حاصل ہوگیا"[۵۱]

ایمہ فن نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خاص خاص قصص کو بہ تصریح غلط اور موضوع بتایا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اکثر جگہہ نہایت زور شور سے ان قصوں کی تکذیب کی ہے۔

اس کے علاوہ محققین نے اس پہلو پر بھی بحث کی کہ قرآن مجید میں جو قصّے منقول ہیں وہ تاریخی حیثیت سے منقول ہیں یا عبرت و پند کے لحاظ سے، شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیر فی اصول التفسیر میں لکھتے ہیں۔

---

۵۱ مقدمہ ابن خلدون بحث علوم القرآن۔

Marfat.com

و از ایام اللہ یعنی وقایع کہ آنرا احداث فرمودہ است از مثل انعام مطیعین و تعذیب عصاۃ آنرا اختیار فرمودہ کہ بگوش ایشان رسیدہ باشد و اجمالاً ذکرے ازان شنیدہ باشند مثل قصص قوم نوح و عاد و ثمود کہ عرب آن را ابا عن جد تلقی نمودہ بودند و مثل قصص حضرت ابراہیم و انبیاے بنی اسرائیل کہ بسبب اختلاط یہود با عرب در قرون بسیار مانوس اسماع ایشان شدہ بودند۔ و از قصص مشہورہ جماعے چند انتزاع فرمودہ کہ در تذکیر ایشان بکار آید نہ سرد تمام قصص بجمیع خصوصیات۔

پس مقصود ازین قصص نہ معرفت انفس آنہا است۔ بلکہ مقصود انتقال ذہن سامع است بوخامت شرک و معاصی و عقوبت خداے تعالیٰ برآنہا و مطمئن شدن بہ نصرت خداے تعالیٰ۔

تاویل کی بحث

متکلمین اور قدماے مفسرین نے قرآن مجید کے الفاظ اور عبارت کی جس طرح تعبیر کی، اس سے اگرچہ ملاحدہ کے اعتراضات بہ آسانی رفع ہو گئے لیکن ایک دوسری عظیم الشان بحث چھڑ گئی یعنی یہ کہ قرآن مجید مین کہان کہان تاویل جائز ہے اور کہان نہین، اس مسئلہ کے متعلق نہایت سخت اختلاف آرا پیدا ہوا ایک طرف مجسمہ اور مشبہ کو اصرار تھا کہ ایک لفظ کی بھی تاویل جایز نہین یہانتک کہ قرآن مجید مین خدا کے لئے جہان ہات کا لفظ آیا ہے اس سے ہات ہی مراد ہین۔ دوسری طرف باطنیہ کے

نزدیک قرآن مجید کا ایک لفظ بھی تاویل سے خالی نہین یہانتک کہ روزہ۔ نماز۔ حج۔
زکواۃ سے بھی ظاہری معنی مراد نہین۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ آج ہمارے زمانہ مین قرآن مجید کی جو تاویلین کیجاتی ہین
قدیم زمانہ مین بھی خوش خیالون نے بالکل اسی قسم کی تاویلین کی تہین امام رازی۔
تفسیر کبیر سورہ سبا آیت وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ الخ کی تفسیر مین
لکھتے ہین کہ "بعض لوگون نے کہا ہے کہ قرآن مجید مین جو یہ مذکور ہے کہ ہوا حضرت
سلیمان علیہ السلام کی مسخر تھی، اور جن و شیاطین اُن کے ہان کام کرتے تھے
اسکے یہ معنی ہین کہ اُنھون نے صبا رفتار گھوڑے پالے تھے اور دیو پیکر آدمی اُنکے ہان
کام کرتے تھے"

حضرت عیسیٰ کا جو معجزہ قرآن مین مذکور ہے کہ وہ مُردون کو جلا دیتے تھے
اُس کی یہ تاویل کی کہ مردہ دلون کو ہدایت کرتے تھے جو اُن کے لیے زندگی
جاوید تھی۔

مشبّہہ اور باطنیہ کے سوا باقی جتنے فرقے تھے انکو تاویل کے اصول
اور قاعدے مقرر کرنے پڑے یعنی کن موقعون پر تاویل جایز ہے اور کن موقعون
پر نہین۔

اشاعرہ نے یہ اصول قرار دیا کہ جس جگہ ظاہری اور لغوی معنی اختیار کرنے سے
کوئی محال لازم آتا ہو وہان تاویل جایز ہے اور باقی ناجایز مثلاً قرآن مین ندا کیا ہے

Marfat.com

ید کا لفظ آیا ہے جسکے لغوی معنی ہات کے ہین لیکن اگر خدا کے ہات ہون تو خدا کا جسمانی ہونا لازم آتا ہے حالانکہ خدا کا جسمانی ہونا دلائل عقلیہ سے محال ثابت ہوچکا ہے۔ اشاعرہ اس بنا پر واقعات مابعد الموت مثلاً قبر کے سانپ بچہو میزان۔ پل صراط وغیرہ کے وہی ظاہری معنی لیتے ہین۔ لیکن اور محققین نے اس قاعدہ کو زیادہ وسعت دی، سب سے زیادہ مفصل اور دقیق طور پر اس بحث کو امام غزالی نے اپنی کتاب تفرقہ بین الاسلام والزندقہ مین طے کیا، اس لیے ہم بقدر ضرورت بعینہٖ انکی عبارت کا خلاصہ نقل کرتے ہین۔

"تصدیق کے معنی یہ ہین کہ رسول اللہ صلعم نے جس چیز کے وجود کی خبر دی ہے اُسکے وجود کو تسلیم کیا جائے لیکن وجود کے پانچ مدارج ہین اور انہی مدارج سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تکذیب کرتا ہے۔

اس لیے مین ان مراتب خمسہ کی تفصیل کرتا ہون۔

۱- وجود ذاتی - یعنی وجود خارجی۔

۲- وجود حسی - یعنی صرف حاسہ مین موجود ہونا مثلاً خواب مین ہم جن اشیا کو دیکھتے ہین اُنکا وجود صرف ہمارے حاسہ مین ہوتا ہے، یا جس طرح بیمارون کو جاگنے کی حالت مین خیالی صورتین نظر آتی ہین۔ یا شعلۂ جوالہ کا دائرہ جو درحقیقت دائرہ نہین لیکن ہمکو دائرہ نظر آتا ہے۔

۳- وجود خیالی مثلاً زید کو ہم نے دیکھا پھر آنکھین بند کرلین تو زید کی صورت

Marfat.com

جو اب ہماری آنکھوں میں پھرتی ہے یہ وجود خیالی ہے۔

۴- وجود عقلی - یعنی کسی شے کی اصل حقیقت مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ چیز ہمارے ہات میں ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہماری قدرت اور اختیار میں ہے تو قدرت اور اختیار ہات کا وجود عقلی ہے۔

۵- وجود شبہی - یعنی وہ شے خود موجود نہیں لیکن اسکے مشابہ ایک چیز موجود ہے۔

ان اقسام کے بیان کرنے کے بعد امام صاحب نے ہر ایک قسم کی متعدد مثالیں لکھی ہیں مثلاً حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں موت مینڈہی کی شکل میں لائی جائے گی اور اور ذبح کردیجائیگی اسکو وجود حسی قرار دیا ہے - یا مثلاً حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں یونس کو دیکھ رہا ہون الخ اسکو وجود خیالی کی مثال میں پیش کیا ۔۔۔

تفصیلی مثالون کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہین کہ شریعت میں جن جن چیزوں کا ذکر آیا ہے اُنکے وجود کا مطلقاً انکار کرنا کفر ہے - لیکن اگر اقسام مذکورۂ بالا سے کسی قسم کے مطابق اسکا وجود تسلیم کیا جاے تو یہ کفر نہیں ہے کیونکہ یہ تاویل ہے اور تاویل سے کسی فرقہ کو مفر نہیں، سب سے زیادہ امام احمد حنبل تاویل سے بچتے ہیں لیکن مفصلہ ذیل حدیثوں ہین انکو بھی تاویل کرنی پڑی،

"حجر اسود خدا کا ہات ہے" "مسلمان کا دل خدا کی انگلیون میں ہے" "یمن سے خدا کی خوشبو آتی ہے"

Marfat.com

پھر لکھتے ہین کہ احادیث مین آیا ہے کہ قیامت مین اعمال تولے جاینگے چونکہ اعمال عرض ہین اور وہ تولے نہین جا سکتے اس لیے سب کو تاویل کرنی پڑی اشاعرہ کہتے ہین کہ نامۂ اعمال کے کاغذ تولے جائینگے۔ معتزلہ کہتے ہین تولنے سے انکشاف حقیقت مراد ہے۔ بہرحال تاویل دونون کو کرنی پڑی۔ باقی جو شخص اس بات کا قایل ہے کہ نفسِ اعمال جو عرض ہین وہی تولے جاینگے اور انہی مین وزن پیدا ہوجائیگا وہ سخت جاہل اور عقل سے بالکل معرا ہے۔

اس کے بعد امام صاحب، تاویل کے اصول بتاتے ہین اور لکھتے ہین کہ جن اشیا کا ذکر شریعت مین ہے اوّل اسکا وجود ذاتی ماننا چاہیے اگر کوئی دلیل قطعی موجود ہو کہ وجود ذاتی مراد نہین ہوسکتا تو وجود حسی، پھر خیالی۔ پھر عقلی، پھر شبہی۔ اب بحث یہ رہ جاتی ہے کہ ایک کے نزدیک جو دلیل قطعی ہے دوسرے کے نزدیک نہین مثلاً اشعری کے نزدیک اس بات پر دلیل قطعی قایم ہے کہ خدا کسی جہت کے ساتھ مخصوص نہین ہوسکتا لیکن حنبلہ کے نزدیک اسپر کوئی دلیل نہین، ایسی تاویلات کی صورت مین کسیکو کافر نہین کہنا چاہیے، زیادہ سے زیادہ گمراہ اور بدعتی کہا جاسکتا ہے۔

پھر لکھتے ہین کہ جب تاویل کی بنا پر ہم کسیکو کافر کہنا چاہین تو پہلے ان امور کو دیکھنا چاہیے کہ وہ نص قابل تاویل ہے یا نہین۔ اگر ہے تو یہ تاویل قریب ہے یا بعید۔ وہ یہ نص بتواتر ثابت ہے یا باحاد یا بہ اجماع امت۔ اگر بہ تواتر ہے، تو تواتر کے تمام شرائط پائے جاتے ہین۔ یا نہین تواتر کی تعریف یہ ہے کہ اسمین کسی طرح کا شک نہ ہوسکے مثلاً انبیا اور مشہور شہرون کا وجود۔ یا قرآن، یہ چیزین متواتر ہین لیکن قرآن کے سوا اور چیزون کا بہ تواتر

Marfat.com

ثابت ہونا نہایت غامض ہے، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ایک گروہ کثیر ایک امر پر متفق ہو جاے
اور اسکو بہ تواتر بیان کرے، جس طرح شیعہ حضرت علیؑ کی ولایت کی حدیث بیان کرتے
ہین۔ اجماع کا ثابت ہونا اور بھی مشکل ہے کیونکہ اجماع کے یہ معنی ہین کہ تمام اہل حل
وعقد ایک امر پر متفق ہو جایئن اور پھر ایک مدت تک، اور بعضون کے نزدیک
تا انقراض عصر اول اس اتفاق پر وہ لوگ قایم رہین، اسپر بھی مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ ایسے
اجماع کا منکر بھی کافر ہے یا نہین کیونکہ بعض لوگون کی یہ راے ہے کہ جب اجماع
کے منعقد ہونے کے وقت ایک شخص کا اختلاف کرنا جایز تھا تو اب کیون جایز نہو
پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ گو تواتر یا اجماع ہو چکا لیکن تاویل کرنے والے کو بھی اس اجماع
یا تواتر کا یقینی علم تھا یا نہین۔ اگر نہین ہے تو وہ مخطی ہو گا مکذب نہو گا۔

پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس دلیل کی وجہ سے وہ شخص تاویل کرتا ہے وہ شرائط برہان
کے موافق دلیل ہے یا نہین۔ شرائط برہان کی تفصیل کے لیے مجلدات درکار ہین
اور ہم نے محک النظر مین تھوڑا سا بیان کیا ہے، لیکن فقہاے زمانہ اکثر اس کے
سمجھنے سے عاجز ہین۔ اب اگر وہ دلیل قطعی ہے تو تاویل کی اجازت ہے اور اگر قطعی نہین
تو تاویل قریب کی اجازت ہو سکتی ہے نہ بعید کی۔

پھر یہ دیکھنا چاہیئے کہ مسئلہ زیر بحث کوئی اصول دین کا مسئلہ ہے یا نہین، اگر نہین ہے
اسپر چندان گیر و دار نہین۔ مثلاً شیعہ امام مہدیؑ کا سرداب مین مخفی ہونا مانتے ہین، یہ
ایک وہم پرستی ہے لیکن اس اعتقاد سے دین مین کوئی خلل نہین آتا۔

Marfat.com

اب جبکہ تمکو یہ معلوم ہوا کہ تکفیر کے لیے تمام مراتب مذکورہ بالا کا لحاظ ضرور ہے تو تم سمجھے ہوگے کہ اشعری کی مخالفت پر کسیکو کافر کہنا جہل ہے۔ اور فقیہ صرف علم فقہ کی بنا پر مہمات مذکورہ بالا کا کیونکر فیصلہ کرسکتا ہے۔ لہذا جب تم دیکھو کہ کوئی فقیہ آدمی جسکا سرمایہ علم صرف فقہ ہے کسی کی تکفیر یا تضلیل کرتا ہے تو اس کی کچھ پروا نہ کرو۔

پھر ایک موقع پر لکھتے ہین کہ جو چیزین اصول عقاید سے تعلق نہین رکھتین اس مین تاویل کرنے پر تکفیر نہین کرنی چاہیے۔ مثلاً بعض صوفیہ کہتے ہین کہ حضرت ابراہیم نے آفتاب و ماہتاب کو خدا نہین کہا تھا۔ کیونکہ اجسام کو خدا کہنا اُن کی شان سے بعید ہے بلکہ اُنہون نے جواہر فلکیہ نورانیہ دیکھے تھے اور انکو خدا سمجھا تھا تو ایسی تاویل پر تکفیر اور تبدیع نہین کرنی چاہیے۔

عقاید کا اثبات

علم کلام، حقیقت مین جس چیز کا نام ہے وہ عقاید کا اثبات ہے اور علم کلام کی تاریخ مین یہی چیز جان سخن ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اُسکے متعلق قدما کی تصنیفات ناپید ہین، اور متاخرین کا اگرچہ دفتر بے پایان موجود ہے لیکن وہ بالکل اس مصرع کا مصداق ہے ؎

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا

پہلی غلطی

سب سے بڑی غلطی متاخرین سے یہ ہوئی کہ سیکڑون وہ باتین جنکو نفیاً یا اثباتاً مذہب اسلام سے چندان تعلق نہ تھا عقاید اسلام مین شامل کرلی گئین اور علم کلام کا بڑا حصہ

Marfat.com

پہلی غلطی

اِن کے اثبات اور استدلال مین صرف ہوگیا۔ شرح مواقف اور شرح مقاصد وغیرہ سے مسائل عقائد کا انتخاب کرو، تو سیکڑون تک تعداد پہونچے گی حالانکہ اِن مین جنکو عقاید سے تعبیر کیا جا سکتا ہے دہائی سے بھی کم ہون گی، نمونہ کے لئے ہم چند مسائل ذیل مین درج کرتے ہین،۔

صفات باری عین باری نہین۔

خدا کے ساتھ۔ قیام حادث ممکن نہین۔

بقار۔ ایک صفت وجودی ہے جو اصل وجود پر زائد ہے۔

سمع وبصر جو خدا کے اوصاف ہین تمام محسوسات سے متعلق ہو سکتے ہین۔

کلام باری مین کثرت نہین بلکہ وہ واحد محض ہے۔

خدا کا کلام نفسی مسموع ہو سکتا ہے۔

استطاعت قبل فعل ہے۔

معدوم کوئی شے نہین۔

جسم شرط حیات نہین۔

علة احتیاج، حدوث ہے نہ امکان ہے۔

دوسری غلطی

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ بہت سے عقاید مین شارع نے جسقدر تصریح کی تھی اُس پر اضافہ کیا گیا اور اِن اضافون کو جزو عقیدہ قرار دیا گیا اور چونکہ یہ ایجادات اکثر دور از کار تھین، اس لئے اِنکے ثابت کرنے مین ہر قسم کی سینہ زوری صرف کی گئی جو بالکل رائگان گئی۔

مثلاً روایات اور نصوص مین صرف اسقدر وارد تھا کہ قیامت مین مردے اُٹھین گے یہ کچھہ تصریح نہ تھی کہ وہی پہلا جسم ہوگا یا کوئی دوسرا جسم اشاعرہ متاخرین نے اسقدر اپنی طرف سے اضافہ کیا کہ وہی پہلا جسم ہوگا - اِس صورت مین چونکہ اعادہ معدوم لازم آتا تھا اِس لئے اسکو بھی علم کلام کا ایک مسئلہ قرار دیا - اور اس کے جواز پر دلیلین قایم کین، اسطرح اور بہت سے غیر ضروری مسائل- عقاید مین شامل ہو گئے اور طرہ یہ کہ یہی عقاید اہل سنت وجماعت ہونے کا معیار قرار پائے[۵۱] - اخیر زمانہ مین اس غلطی پر شاہ ولی اللہ صاحب کو خیال ہوا چنانچہ حجۃ اللہ البالغۃ مین لکھتے ہین -

"جن مسایل مین، فرقہاے اسلامی باہم مختلف ہین وہ دو قسم کے ہین، ایک وہ جنکے متعلق شارع کے اقوال موجود ہین - دوسرے وہ جنکا قرآن مجید یا حدیث مین ذکر نہین - صحابہ نے بھی ان کے متعلق گفتگو نہین کی شلاً یہ کہ اسباب ومسببات مین لزوم عقلی نہین، اعادۂ معدوم جایز ہے، سمع وبصر خدا کی دو جداگانہ صفتین ہین، استواء علی العرش کے معنی استیلاء کے ہین وغیرہ وغیرہ، یہ مسائل اہل سنت وجماعت ہونے کا معیار نہین" شاہ صاحب کے اصلی الفاظ یہ ہین -

وھذا القسم لست استصلح ان یرفع احد الفریقین علی صاحبتھا بانھا علی السنۃ	اِس قسم کے مسائل کی بنا پر کسی فرقہ کا دوسرے فرقہ کے مقابلہ مین اپنے آپ کو سُنی کہنا اور اسپر فخر کرنا صحیح نہین -

اِس کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہین کہ "یہ مسائل سُنی ہونے کا کیونکر معیار ہوسکتی ہین؛

[۵۱] صفحہ ۹۰

کیونکہ اگر خالص اتباع سُنت مراد ہے تو سرے سے ان مسائل مین کلام ہی نہ کرنا چاہیئے اور اگر یہ مقصد ہے کہ یہ مسائل، قرآن و حدیث کے مسائل کی تفسیر، توضیح۔ تفصیل اور موقوف علیہ مقدمات کے اثبات کی وجہ سے پیدا ہو گئے، اس لیئے انکو بھی مسائل منصوصہ ہی مین شامل کرنا چاہیے تو یہ بھی صحیح نہین کیونکہ جو کچھ ان لوگون نے کتاب و حدیث سے استنباط کیا، نہ وہ سب صحیح اور قابل ترجیح ہے نہ جن چیزون کو ان لوگون نے موقوف علیہ سمجھا وہ سب واقعی موقوف علیہ ہین، نہ ان لوگون نے جن لوگون کو مردود قرار دیا وہ واقعی مردود ہین، نہ ان لوگون نے مسائل کی جو تفسیر، توضیح اور تفسیر کی، وہ بہ نسبت اور فرقون کے توضیح اور تفسیر کے زیادہ حق ہے"۔

اب وہ مسائل رہ گئے جو در حقیقت اسلام کے اصلی مسائل ہین انکی صحت مین کیا کلام ہو سکتا ہے لیکن متاخرین ان کے اثبات کا جو طریقہ اختیار کرتے ہین وہ ایسا ہوتا ہے کہ اعتراضات پر اعتراضات پیدا ہوتے جاتے ہین اور یہ سلسلہ برابر قایم رہتا ہے، مثال کے طور پر ہم دو بڑے معرکۃ الآرا مسئلے اس مقام پر بیان کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ متاخرین کے استدلال کا کیا طریقہ ہے۔

خدا کا ثبوت ۔ خدا کے ثبوت کے متعلق جو قرآن مجید مین خطابی اور برہانی دونون قسم کے دلائل موجود تھے لیکن کتب کلامیہ مین انکا ذکر تک نہین۔ کتب کلامیہ مین جو استدلال قایم کیے وہ یہ ہین۔

عالم حادث ہے، اور جو حادث ہے محتاج علت ہے۔ اسلیئے عالم محتاج علت ہے

اور اسی علت کا نام خدا ہے۔

عالم ممکن ہے اور جو ممکن ہے محتاج علت ہے۔

اعراض مثلاً رنگ - بو - وغیرہ حادث ہین اور جو حادث ہے محتاج علت ہے۔

تمام اجسام متماثل ہین - اور جو چیزین متماثل ہین - وہ خصوصیات خاصہ کے لئے محتاج علة ہین -

یہ چارون دلائل نقص سے خالی نہین - اولاً تو عالم کا حادث یا ممکن ہونا خود نہایت بحث طلب ہے - تمام اجسام کا متماثل ہونا بھی محض دعویٰ ہے جسپر کوئی دلیل نہین - ان باتون کے علاوہ یہ دلائل جب مفید ہونگے کہ سلسلہ غیر متناہی کا وجود باطل ثابت کیا جائے ورنہ ایک دہریہ کہہ سکتا ہے کہ علت و معلول کا سلسلہ غیر متناہی قدیم سے چلا آتا ہے - عدم تناہی کے بطلان پر متکلمین نے بہت سے دلائل قایم کیے ہین لیکن ان دلائل سے صرف اُس غیر متناہی کا وجود باطل ثابت ہوتا ہے جسکے سلسلہ کے تمام اجزا مرتب موجود ہون - ورنہ اگر یہ مانا جاے کہ پچھلی علتین فنا ہوتی جاتی ہین تو اُن دلائل سے اسکا بطلان نہین ہوتا -

ان سب باتون کے علاوہ، ان چارون دلائل سے اگر ثابت بھی ہوگا تو محض علة کا وجود ثابت ہوگا - اُس علة کا با اختیار اور قادر ہونا ثابت نہین ہوگا کیونکہ علة کی دو قسمین ہین موجب بالذات جیسے آفتاب روشنی کی علت ہے - موجب بالارادة - جسطرح انسان اپنے افعال ارادی کی علة ہے - اسلیے محض علة ثابت ہونے سے خدا کا علت بالارادہ ہونا

کیونکر ثابت ہو گا حالانکہ اصل مقصود یہی ہے -

نبوت کے صدق پر قدما جس طرح استدلال کرتے تھے اسکا مفصل بیان کتاب کے دوسرے حصہ مین آئیگا، متاخرین نے اسکی صحت کا مدار محض معجزہ پر رکھا اسپر جو اعتراض وارد ہوے اور متاخرین نے جو جواب دیئے ہم انکو بہ تفصیل نقل کرتے ہین، یہ اعتراضات امام رازی نے مطالب عالیہ مین نقل کئے تھے، شرح مواقف مین انھی اعتراضات کو اجمالاً نقل کر دیا ہے - البتہ اسقدر اضافہ کیا ہے کہ امام صاحب نے تمام اعتراضات کا ایک اجمالی جواب دیا تھا، شرح مواقف وغیرہ مین اجمالی جواب کے علاوہ ایک ایک اعتراض کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے -

پہلا اعتراض - اگر خرق عادات کا وقوع جایز ہو تو بدیہیات سے اعتبار اٹھ جاے - جب خرق عادت سے یہ ممکن ہے کہ آدمی گدھا بنجاے آفتاب ڈوب کر نکل آے - سنگریزے باتین کرنے لگین، مردے قبرون سے زندہ ہو کر نکل آ ئین، زید - بکر بنجاے، تو کسی چیز کی نسبت کیا اعتبار باقی رہیگا، جن چیزون کو یقینات سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ کیونکر یقینی رہینگی کیونکہ ممکن ہے کہ خرق عادات کے ذریعہ سے وہ کچھہ سے کچھہ ہو گئے ہون -

جواب - خرق عادات اس سے زیادہ عجیب نہین جسقدر آسمان زمین پہاڑ وغیرہ کا پیدا ہونا عجیب ہے، اس بنا پر خرق عادات کے امکان سے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا - باوجود اس امکان کے کسیکو شبہہ نہین پیدا ہوتا کہ زید بکر ہو گیا ہو یا یہ کہ گدھے سے آدمی بن گیا ہے - اسیطرح اگر خرق عادات کا شاذ و نادر وقوع ہو تو اس سے یقینات مین فرق نہین آسکتا -

دوسرا اعتراض - یہ کیونکر اطمینان ہو سکتا ہے کہ جس چیز کو معجزہ کہا جاتا ہے وہ سحر یا شعبدہ نہین ہے

جواب سحر سے ایسے عظیم الشان خرق عادات نہین سرزد ہوتے جیسے معجزہ سے ہوتے ہین مثلاً دریا کا پھٹ جانا - مردون کا زندہ ہونا - مادرزاد گونگون اور بہرون کا اچھا ہوجانا - یہ جواب شارح مواقف وغیرہ نے دیا ہے لیکن ان بزرگون نے یہ خیال نہین کیا کہ انبیا سے جو معجزات صادر ہوتے ہین اور ہوے ہین سب عظیم الشان نہین ہوتے، اسکے علاوہ اشاعرہ کی مسلمات مین ہے کہ سحر سے ہر قسم کے خرق عادات وجود مین آسکتے ہین - معتزلہ البتہ اس بات کے قایل تھے کہ خدا کے سوا کوئی شخص - جسم - حیوٰۃ - رنگ اور مزہ کا خالق نہین ہوسکتا لیکن اشاعرہ، معتزلہ کے اس قول کو تسلیم نہین کرتے، چنانچہ امام رازی نے تفسیر کبیر مین ، ہاروت و ماروت کے واقعہ کے بیان مین نہایت تفصیل سے اس بحث کو لکھا ہے - اسی بحث مین ایک موقع پر لکھتے ہین

اما اهل السنة فقد جوزوا ان یقدر الساحر علی ان یطیر فی الهواء ویقلب الانسان حمارا والحمار انسانا	و اہل سنت تو اس بات کو جایز رکھتے ہین کہ جادوگر ہوا مین اُڑ سکتا ہے، اور آدمی کو گدھا - اور گدھے کو آدمی بنا سکتا ہے -

کیا گدھے کو آدمی بنا دینا - اندھون کے اچھے کر دینے سے زیادہ عجیب نہین ہے -

تیسرا اعتراض - معجزہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ کوئی شخص اسکا جواب پیش نہ کرسکے" اس سے کیا مراد ہے اگر صرف اُس زمانہ کے آدمی مراد ہین تو بہت سے جادوگر اور مدعیان نبوت گذرے ہین جنکے شعبدون کا جواب اُس زمانہ کے آدمیون سے نہو سکا - مثلاً زردشت - عبد اللہ بن المقنع، اور اگر یہ مراد ہے کہ قیامت تک اسکا جواب کسی سے نہو سکے و اسکا نیا ثبوت ہے کہ انبیا سے جو امور سرزد ہوئے قیامت تک اُنکا جواب نہین ہوسکتا - اس اعتراض کو امام رازی نے

Marfat.com

مطالب عالیہ مین لکھا ہے۔ لیکن اجمالی جواب کے سوا جو آگے آیگا کوئی خاص جواب نہین دیا ہے۔ شرح مواقف وغیرہ مین یہ اعتراض مذکور نہین۔

چوتھا اعتراض۔ اشاعرہ اس بات کے قایل ہین کہ جن اور شیاطین۔ اجسام مین حلول کر سکتے ہین اور اندر سے بات چیت کر سکتے ہین، اس بنا پر بہت سے معجزات مشکوک ہوجاتے ہین، مثلاً کسی نبی نے یہ معجزہ دکھایا کہ درخت سے آواز آئی اس صورت مین یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ جن نے حلول کر کے باتین کین، اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ جس قدر افعال سرزد ہوتے ہین سب کا فاعل خدا ہے اسلیئے جن وغیرہ کے جو افعال ہین وہ بھی درحقیقت خدا ہی کے ہین، لیکن مین نہین سمجھتا کہ اس جواب کو سوال سے کیا ربط ہے

یہ تو تفصیلی جواب تھے، ان سب اعتراضات کا اجمالی جواب، شرح مواقف مین یہ دیا ہے کہ یہ احتمالات عقلیہ ہین، ان سے یقین مین فرق نہین آتا۔ اس جواب کی بنیاد یہ ہے کہ اشاعرہ اس بات کے قایل ہین کہ معجزہ سے نبوت کا جو یقین ہوتا ہے لزوم عقلی کی حیثیت سے نہین ہوتا بلکہ عادی ہوتا ہے یعنی عادت یونہی جاری ہے کہ جب معجزہ صادر ہوتا ہے تو حاضرین کو یقین آجاتا ہے، چنانچہ معجزہ کی دلالت کی بحث مین شارح مواقف نے مصرحاً اسکو لکھا ہے، یہ جواب ایک حد تک صحیح ہے لیکن اس بنا پر معجزہ کو سحر پر کیا ترجیح ہوگی، ایک متبنی ساحر بھی جب کوئی عظیم الشان شعبدہ دکھاتا ہے تو بہت سے لوگون کو یقین آجاتا ہے چنانچہ بہت سے ایسے جھوٹے نبی گذرے ہین جن پر ہزارون لاکھون آدمی ایمان لائے۔

امام رازی نے مطالب عالیہ مین ان تمام اعتراضات کا اجمالی جواب یہ دیا ہے کہ تمام

Marfat.com

افعال کا خالق خدا ہے، اس لئے جو معجزہ وجود مین آتا ہے اسکا خالق بھی خدا ہوتا ہے اور چونکہ معجزہ کی غرض تصدیق نبوت ہے اس لئے ضرور ہے کہ معجزہ سے یہ غرض حاصل ہو۔

امام صاحب نے گو، اشاعرہ کے مذاق پر یہ جواب دیا لیکن وہ خود اس جواب کی وقعت سمجھتے تھے، چنانچہ اسی بنا پر انہون نے نبوت کے ثابت کرنے کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا اور اُس کی نسبت لکھا کہ یہ طریقہ اعتراضات سے محفوظ ہے، امام صاحب نے اس طریقہ کو مطالب عالیہ مین نہایت تفصیل سے لکھا ہے لیکن متاخرین نے اُس کو سرے سے اُڑا دیا۔

غرض متاخرین کا یہ عام انداز ہے کہ استدلال کا وہی طریقہ اختیار کرتے ہین جو زیادہ پیچیدہ ہو اور جس مین ہر قدم پر مشکلات ہون۔ بے شبہہ یہ بلند ہمتی کی بات تھی بشرطیکہ وہ ان مشکلات کو حل بھی کر سکتے۔

عقائد اسلام کے جو اہم مسائل ہین، اور اُن پر قدماء نے جسطرح دلائل قایم کئے وہ درحقیقت علم کلام کی روح و روان ہے۔ لیکن مین نے اسکو دوسرے حصہ کے لئے اُٹھا رکھا ہے، وہ حصہ کچھ دور نہین، اسی صفحہ کا دوسرا رُخ ہے ناظرین ورق اُلٹنے کی زحمت گوارا فرمائین۔

تمت بالخیر

Marfat.com